حجّاج بن یُوسف
الماس ایم-اے

حجاج بن یوسف

الماس ایم اے

علم و عرفان پبلشرز
34 اردو بازار، لاہور۔ فون: 7352332-7232336
E-Mail:ilmoirfanpublishers@hotmail.com

نام کتاب	....	حجاج بن یوسف
مصنف	....	الماس ایم۔ اے
ناشر	....	علم و عرفان پبلشرز، لاہور
سرورق	....	محمد خرم عمر
کمپوزنگ	....	محمد حفیظ
مطبع	....	جوہر رحمانیہ پرنٹرز، لاہور
سنِ اشاعت	....	جون 2009ء
قیمت	....	-/250 روپے

فہرست

حجاج بن یوسف ثقفی

سبز زمین طائف عرب کا وہ سرسبز علاقہ جس کی سرسبزی و شادابی اس دور میں بھی زبان زد و عام تھی اور جہاں کے رؤساء عرب کے امیر ترین رؤساء میں شمار ہوتے تھے۔ وہی طائف جہاں ابتدائے اسلام میں اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول اور حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے غلام حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تبلیغ کیلئے پہنچے تھے تو وہاں کے مشرک رئیسوں نے نہ صرف آپ ﷺ کی دعوت تبلیغ اسلام کو سننے سے انکار کر دیا تھا بلکہ بچوں اور غلاموں کو حضور ﷺ کے پیچھے لگا دیا تھا اور انہوں نے پتھروں کی بارش شروع کر دی تھی تا کہ آپ ﷺ کو نعوذ باللہ موت کے گھاٹ اتار سکیں لیکن اللہ تعالیٰ کو اور ہی کچھ منظور تھا اور حضور ﷺ شدید زخمی ہونے کے باوجود بھی ان کے اس حربے سے محفوظ رہے اور ان کے حق میں دعائے رحمت و قبولیت اسلام کرتے ہوئے مکہ معظمہ واپس تشریف لے گئے تھے۔

بعد میں حالات نے ثابت کر دیا کہ اہل طائف نے کس طرح جوق در جوق اسلام کو قبول کیا اور ان کی پشت پناہی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

یہی وہ طائف ہے جہاں کے قبیلے بنو ثقیف کی ایک شاخ احلاف کے ایک غریب گھرانے میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس نے بنو امیہ کی سلطنت کو پروان چڑھانے کیلئے نہ صرف نمایاں کام سرانجام دیا بلکہ اپنے خون و پسینہ کی آبیاری سے اس سلطنت کی وسعت و بڑائی اور استحکام کو اس مقام تک پہنچایا کہ آنے والی دو صدیوں تک تاریخ اسلام کا روشن باب امیہ خاندان اور ان کے کارناموں سے مہکتا رہا اور تا قیامت مہکتا رہے گا۔

وہ ایک ایسا دور ہے جس کی بنیادوں پر اس سلطنت کی تعمیر کا سہرا صرف حجاج بن یوسف ثقفی ہی کے کارناموں پر منطبق ہے اور اگر تاریخ کے اس دور میں حجاج بن یوسف ثقفی جیسا شخص پیدا نہ ہوتا تو شاید تاریخ میں بنو امیہ کی وسیع و عریض اور شاندار سلطنت کا کوئی بھی نشان

راہ نہ ملا اور وہ اپنی ابتداء ہی میں گمنامی کی نظر ہو کر تاریخ کے اوراق میں اپنا نشان گنوا بیٹھے۔

حجاج بن یوسف ثقفی طائف کے ایک انتہائی غریب گھرانے میں پیدا ہوا۔ تاریخ پیدائش کے بارے میں تاریخ تو خاموش ہے اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کس سن ہجری میں پیدا ہوا۔ البتہ اندازے کے مطابق اس کی پیدائش اغلباً ۴۳ یا ۴۴ ہجری میں ہوئی۔

بعض روایات سے پتا چلتا ہے کہ جب حجاج بن یوسف پیدا ہوا تو اس نے اپنی ماں کا دودھ پینے سے انکار کر دیا۔ جس سے خاندان کے لوگ بڑے پریشان ہوئے اور دودھ پلانے کیلئے ہر جتن استعمال کر لیا لیکن یکسر ناکام رہے۔ آخر کار کسی دانا نے یہ تجویز دی کہ اگر تین دن تک اسے بھیڑ کا خون کا پلایا جائے تو چوتھے دن عورت کا دودھ پینا شروع کر دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ چونکہ خون اس کی گھٹی میں پڑ گیا تھا اس لئے اس نے قتل و غارت سے کبھی بھی گریز نہ کیا اور قول اس کے۔

"خون بہانے اور سفاکانہ افعال کا ارتکاب کرنے میں مجھے وہ لذت ملتی ہے جسے صرف میں ہی محسوس کر سکتا ہوں۔"

اس کے والد کا نام یوسف تھا جو کہ گزر و معاش کیلئے سنگ برداری اور معماری کا کام کیا کرتے تھے۔

حجاج بن یوسف کی والدہ جو کہ بذاتہ قبیلہ بنو ثقیف سے تعلق رکھتی تھیں اور اس کے والد یوسف کے نکاح میں آنے سے پہلے ایک ثقفی امیر زادہ مغیرہ بن شعبہ کی مطلقہ تھیں اور یہ وہی رئیس زادہ ہے جسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور میں کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا اور جس نے کوفہ کے سرکش لوگوں کو اپنی چالاکی و عیاری سے اپنے قابو میں کر لیا تھا اور انہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمانبردار بنا دیا تھا کیونکہ کوفہ ان دنوں خارجیوں کا بہت بڑا گڑھ تھا اور آئے دن شورشیں بپا کرنا ان کا وطیرہ بن چکا تھا۔

حجاج بن یوسف ثقفی کے بچپن کے حالات کا کہیں بھی کوئی ذکر نہیں ملتا اور نہ ہی تاریخ سے یہ پتا چلتا ہے کہ اس نے تعلیم کہاں سے حاصل کی اور کن مدرسوں میں وہ پڑھتا رہا۔ البتہ جوانی کے دور میں وہ طائف کے ایک چھوٹے سے مدرسے کا مدرس مقرر ہوا تھا اور بچوں کو پڑھایا کرتا تھا۔

قسمت آزمائی

جن دنوں خلیفہ عبدالملک بن مروان نے شام کی امارت سنبھالی تو ان دنوں دمشق

علوم و فنون کی طرف مائل ہو چکا تھا اور یہاں کئی ایک مدارس کھل چکے تھے اور عرب کے دوسرے علاقوں سے لوگ جوق در جوق دمشق کی جانب کھنچے چلے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ امویوں کو اپنے استحکام کیلئے اور مضبوطی کیلئے فوجی بھرتی درکار تھی اور ہر آنے والے مضبوط اعصاب کے جوانوں کو فوج میں بھرتی کی دعوت عام تھی۔

انہیں دنوں حجاج بن یوسف ثقفی نے بھی اپنی قسمت آزمائی کی اور بہتر روزگار کی تلاش میں اپنی ماں کے اکسانے پر طائف سے دمشق آیا اور یہاں کسی مدرسے میں درس کا پیشہ حاصل کرنے کیلئے تگ و دو میں مصروف ہو گیا۔ مدرس کے بجائے خلیفہ عبدالمالک بن مردان کے وزیر روح بن زنباع کے فوجی دستے میں بطور سپاہی بھرتی ہو گیا۔ ان دنوں خلیفہ عبدالمالک کو اپنے لشکر کے نظم و ضبط کی درستگی اور جانچ پڑتال کیلئے کسی ایسے شخص کی تلاش ہوئی جو کہ اپنا کام بااحسن و خوبی سے انجام دے سکے اور بہترین منتظم ثابت ہو۔

ایک روز خلیفہ عبدالمالک نے اپنے اسی وزیر سے شکایتی لہجے میں کہا۔

"تم لوگ میرے اچھے وزیر اور مشیر ہو کہ نہ تو فوج کا نظم و نسق درست کر سکے اور نہ ہی کوئی ایسا شخص ڈھونڈ سکے جو کہ فوج کا نظم و نسق نہ صرف درست کر سکے بلکہ سلطنت کے استحکام کیلئے ان تھک محنت و کوشش کر سکے۔ تاکہ روز روز کی شورشوں اور بغاوتوں سے نجات مل سکے۔"

اس نے جواب دیا کہ ابھی حال ہی میں میرے لشکر میں ایک ایسا سپاہی بھرتی ہوا ہے جس کی صلاحیتیں دیکھ کر مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر لشکر کا نظم و نسق اس کے سپرد کر دیا جائے تو وہ یقیناً لشکر کے نظم و ضبط کو درست کر دے گا اور پھر اس نے حجاج بن یوسف ثقفی کا نام لیا۔

خلیفہ عبدالمالک بن مردان نے اسے حکم دیا کہ "اس جوان کو فوراً حاضر کرو۔"

لہٰذا اس نے حجاج بن یوسف کو فوری طور پر طلب کر لیا کہ اسے خلیفہ عبدالمالک یاد کر رہے ہیں۔ جب حجاج بن یوسف خلیفہ کے سامنے پیش ہوا تو خلیفہ عبدالمالک نے اس کو اپنی گہری نظروں سے جانچا اور پھر پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فوج کا نظم و نسق فوری طور پر اس جوان کے سپرد کر دیا اور حجاج بن یوسف کو یوں حکم دیا کہ۔

"جیسے ہی ہماری سواری روانہ ہوا کرے تو ساری فوج کو کوچ کرنا چاہئے۔"

حجاج بن یوسف نے کہا کہ "امیر المومنین کے حکم کی تعمیل ہو گی۔"

منتظم فوج

اس طرح حجاج بن یوسف ایک معمولی سپاہی سے ترقی کر کے فوج کا منتظم بن گیا جو کہ اپنی نوعیت کا منفرد اور سب سے بہترین عہدہ تھا۔

حسن اتفاق سے اس روز خلیفہ عبدالمالک کی سواری کی فوری روانگی کا حکم نافذ ہوا اور ان کی سواری تیاری روانگی میں مصروف ہوئی۔ حجاج تمام لشکر میں بذات خود یہ اعلان کرتا پھر رہا تھا کہ امیر المومنین کی سواری کے ساتھ ہر لشکری کو سوار ہونا چاہئے اور ابھی وہ فوج میں گھوم کر یہ اعلان کر ہی رہا تھا اور فوجوں کو فوری تیار ہونے کا حکم دے رہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ میر روح اللہ وزیر کا عملہ بے حد سست روی کا مظاہرہ کر رہا ہے اس نے عملے کے کچھ لشکریوں کو سوئے ہوئے پایا اور کچھ کو کھانا پکانے میں مصروف پایا تو گرجدار آواز میں بولا۔

"تم ابھی تک سوار نہیں ہوئے حالانکہ امیر المومنین کی سواری روانہ ہونے کیلئے تیار ہے۔"

چونکہ وہ پہلے ایک سپاہی تھا اور اسی حیثیت سے ان کا ساتھی رہ چکا تھا اس لئے سپاہیوں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ۔

"تم نے کیا ٹرٹر لگا رکھی ہے آؤ ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔"

ابھی ان لوگوں کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ حجاج بن یوسف یکدم اچھلا اور آؤ دیکھا نہ تاؤ اور ہر ایک کی پیٹھ پر کوڑے برسانے شروع کر دیئے۔ لشکریوں میں بھگدڑ مچ گئی اور حجاج نے صرف اسی پر اکتفا ہی نہ کیا بلکہ وزیر اور ان کے رفیقوں کے خیموں کو آگ لگا دی۔ جب وزیر میر روح اللہ اپنے عملے میں واپس آیا تو خیموں اور عملے کی حالت زار دیکھ کر رو پڑا۔ اس نے فوری طور پر خلیفہ عبدالمالک سے جا کر حجاج بن یوسف کی شکایت کی اور اس پر خلیفہ نے حجاج بن یوسف کو بلا کر پوچھا کہ۔

"تم نے ایسا کیوں کیا اور یہ کیا کیا ہے؟"

حجاج بن یوسف نے صاف انکاری لہجے میں کہا کہ۔

"میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔"

خلیفہ نے پوچھا کہ۔

"اگر تو نے لوگوں کو کوڑے نہیں مارے تھے اور ان کے خیموں کو آگ نہیں لگائی تھی تو پھر وزیر میر روح اللہ کے آدمیوں کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا؟"

حجاج بن یوسف نے برجستگی کے ساتھ جواب دیا کہ۔
''امیر المومنین نے۔''
خلیفہ عبدالمالک نے استعجابیہ لہجہ میں پوچھا کہ۔
''کیا میں نے؟''
حجاج بن یوسف نے کہا کہ۔
''جی ہاں آپ نے۔''
خلیفہ عبدالمالک نے پوچھا کہ۔
''وہ کس طرح؟''
حجاج بن یوسف نے جواب دیا کہ۔
''میری کیا مجال تھی کہ میں ایسا کرتا لیکن یہ جو کچھ ہوا صرف آپ کے حکم سے ہوا ہے اور میرا کوڑا اب میرا کوڑا نہیں ہے بلکہ یہ اب آپ کا کوڑا ہے اور اس طرح اب میرا ہاتھ میرا نہیں ہے بلکہ امیر المومنین کا ہاتھ ہے۔''
خلیفہ عبدالمالک فرط مسرت سے اچھل پڑے اور کہا کہ۔
''بخدا! مجھے اسی قسم کے آدمی کی ضرورت تھی۔''

اس کے بعد حجاج بن یوسف دن بدن ترقی کرتا چلا گیا اور بالآخر ایک روز خلیفہ عبدالمالک کی فوج کا سپہ سالار اعلیٰ مقرر ہوا اور قسمت کے بام عروج کی جانب اس نے اپنا سفر بڑی تیزی کے ساتھ شروع کر دیا۔

چونکہ دنیائے عرب میں بنو عباس اور بنو امیہ دو ایسے معروف خاندان ہیں جن کے بچوں، جوانوں اور سن رسیدہ ہستیوں نے دنیائے اسلام اور اسلامی تاریخ میں ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ جن کے ذکر سے اسلامی تاریخ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔ ان مشاہیر نے نیکی اور بدی دونوں میدانوں میں اتنے عظیم نام اور کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جنہیں اسلامی اور غیر اسلامی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

معروف تاریخی نام

ایسے معروف تاریخی ناموں میں ''حجاج بن یوسف ثقفی'' کا نام نامی بھی شامل ہے جن کے کارناموں سے تاریخ اسلام کے صفحات جگمگاتے ہیں۔ خاندان بنو امیہ میں حجاج

یوسف ثقفی کا نام ان کی وجاہت، شرافت، دیانت، عبادت وریاضت اور شمشیر زنی کے لیے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ وہ ایک بلند پایہ خطیب اور ایک ماہر سیاستدان بھی تھا۔ عبدالمالک کی کامیابی زیادہ تر حجاج ہی کی مرہون منت ہے چنانچہ مرتے وقت اپنے بیٹے ولید کو اس نے وصیت کی تھی کہ حجاج کی عزت و احترام کا خاص خیال رکھے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ حجاج بن یوسف اپنے ایک ایسے کارنامے کی وجہ سے زیادہ معروف ہے جسے حقیقت اور تاریخ کی نظر سے زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی پھر بھی جس کی وجہ سے ''حجاج'' نے تاریخ میں وہ مرتبہ حاصل کیا جو بہت سے لوگوں کو حاصل نہیں ہو سکا۔

تاریخی کارنامہ

حجاج بن یوسف کا یہ کارنامہ تاریخ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

عبدالمالک بن مروان نے سرداران شام کو مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کرنا چاہا تو حجاج بن یوسف نے ان کے اس غلط فعل میں شامل ہونے سے صاف انکار کر دیا۔ کیونکہ کوئی بھی سچا مسلمان خانہ خدا کو رزم گاہ بنانا کسی صورت بھی پسند نہیں کرتا تھا۔

مگر عبدالمالک کے پر زور اصرار اور خواہش کے آگے حجاج بن یوسف نے ہتھیار ڈال دیئے اور مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کیلئے حامی بھر لی تا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت کا تختہ الٹ کر ان کی خلافت کو پارہ پارہ کر دے۔ اس نے سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی مصعب کو شکست فاش دی اور پھر دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے کیلئے کوفہ سے مکہ معظمہ روانہ ہو گیا۔

اس نے سب سے پہلے طائف کو بغیر کسی مزاحمت کے اپنے قبضہ میں لے لیا اور اسے اپنا حجاز میں مستقل پڑاؤ ڈالا۔ کوفہ سے روانگی کے وقت عبدالمالک نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر کے ساتھ گفت و شنید کرے اور اگر مخالفت جاری رہے تو محاصرہ کر کے اس کی رسد بند کر دیں۔ لیکن مکہ جیسے مقدس شہر میں خونریزی نہ کرے۔

حجاج بن یوسف نے خلیفہ عبدالمالک کو لکھا کہ۔

''مجھے مکہ معظمہ کو بزور شمشیر فتح کرنے کی اجازت دی جائے اور ساتھ ہی کچھ کمک بھی بھیجی جائے۔''

خلیفہ عبدالمالک نے قدرے پس و پیش کے بعد اس بات کی اجازت دے دی اور ساتھ ہی کچھ فوج بھی بطور کمک بھی بھیج دی۔

اب حجاج بن یوسف نے سب سے پہلے مکہ معظمہ میں طواف اور سعی کی اجازت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مانگی لیکن ان کے انکار پر اس کا پارہ بے انتہائی تیز ہو گیا اور وہ غصے میں انتہائی طیش میں آ گیا اور اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ ابوقیس پر منجنیق نصب کر کے حاجیوں پر پتھر برسائے جائیں اور جس کی تعمیل فوری طور پر کی گئی اور ابوقیس پر منجنیق نصب کر دی گئی۔

مگر اسی ماہ رمضان میں حجاج نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کر لیا۔ وہ پانچ ہزار کوفیوں کی فوج لے کر محاصرے کے لیے بڑھا اور کوہ ابوقبیس پر منجنیق لگا کر سنگ باری شروع کر دی۔ یہ محاصرہ تین ماہ تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ حج کے موقعہ پر بہت سے لوگ اردگرد کے علاقوں سے حج کے لیے آئے تو اس سنگ باری کی وجہ سے حج کی رسوم ادا نہیں کر سکے۔

آخرکار حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے کہنے پر اس نے وقتی طور پر سنگباری بند کر دی اور حضرت عبداللہ نے حجاج کو حج کرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن حجاج کو حج کرنے کے لیے قربانی نہ ادا کرنے دی۔

حج کے بعد حجاج نے پھر سنگ باری شروع کر دی اور ایک بڑا پتھر خانہ کعبہ کی چھت پر آ کر گرا۔ اور چھت مبارک ٹوٹ گئی۔ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے تاریخ اسلام میں لکھا ہے:

"اس پتھر کے آتے ہی آسمان سے ایک سخت کڑک کی آواز آئی۔ بجلی چمکی پھر زمین و آسمان پر تاریکی چھا گئی۔ حجاج کی فوج کے لوگ ڈر گئے اور پتھر پھینکنے بند کر دیئے۔ یہ تاریکی دو روز تک چھائی رہی اور کڑک کی آواز کے خوف سے حجاج کی فوج کے کئی آدمی مر گئے۔"

حجاج بن یوسف نے مکہ معظمہ کا مسلسل محاصرہ کئے رکھا اس عرصے میں حجاج نے اہل شہر کی ایسی ناکہ بندی کی کہ خورد و نوش کی کوئی شے بھی ان تک نہ پہنچ سکتی تھی جس سے اہل مکہ گھبرا گئے حتیٰ کہ ہر شے سونے کے بھاؤ بکنے لگی محصورین کو گھوڑے ذبح کر کے کھانے کی نوبت آ گئی ان حالات میں عبداللہ بن زبیر کے ساتھی ان کا ساتھ چھوڑ کر حجاج کی پناہ میں آنے لگے یہاں تک کہ دس ہزار اہل مکہ اس کے پاس پہنچ گئے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے پاس صرف گنتی کے چند جانباز رہ گئے۔

اس کے باوصف ان کے استقلال میں کوئی فرق نہ آیا اور وہ اس حالت میں بھی برابر لڑتے رہے آخر میں ان کے لڑکوں تک نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔

عبدالمالک عبداللہ بن زبیر کے ساتھ رعایت برتنے کو تیار تھا لیکن حجاج بن یوسف نے اس بات کی سختی سے مخالفت جاری رکھی۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ مقابلہ جاری رکھنے کی کوئی صورت باقی نہیں ہے تو اپنی ماں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ۔

''اماں! میرے تمام ساتھی ایک ایک کر کے مجھ سے الگ ہو گئے ہیں حتیٰ کہ میرے لڑکوں تک نے بھی میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے جو چند جانثار باقی رہ گئے ہیں ان میں بھی مقابلہ کی تاب نہیں ہے ہمارا دشمن ہمارے ساتھ رعایت کرنے پر آمادہ ہے ایسی صورت حال میں آپ کیا فرماتی ہیں؟

اس سوال پر حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی تھیں انہوں نے اپنے بیٹے کو ایسا جواب دیا جو عورتوں کی تاریخ میں ہمیشہ فخر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

''بیٹا! تم کو اپنی حالت کا اندازہ خود ہوگا اگر تم حق پر ہو اور حق کے لئے لڑتے ہو تو اب اس کے لئے لڑو کہ تمہارے بہت سے ساتھیوں نے اس مقصد کے لئے جان دی ہے اور اگر دنیا طلبی کے لئے لڑتے تھے تو تم سے بُرا کون اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوگا کہ خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور اپنے ساتھ کتنوں کو ہلاک کیا اگر یہ عذر ہے کہ حق پر ہو لیکن اپنے مددگاروں کی وجہ سے مجبور ہو گئے ہو تو یاد رکھو کہ شریفوں اور دینداروں کا یہ شیوہ نہیں ہے تم کو کب تک دنیا میں رہنا ہے جاؤ! حق پر جان دینا! دنیا کی زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔''

اس بات کو سن کر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔

''اماں مجھے خوف ہے کہ میرے قتل کے بعد بنی امیہ میری لاش کو مثلہ کر کے سولی پر لٹکائیں گے۔'' بہادر ماں نے جواب دیا۔

''بیٹا ذبح ہونے کے بعد بکری کی کھال کھینچنے سے تکلیف نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر اپنا کام پورا کرو۔''

اس کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صفائی پیش کی اس پر حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

''میں ہر حال میں صبر وشکر سے کام لوں گی اگر تم مجھ سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے تو صبر سے کام لونگی اور اگر کامیاب ہوئے تو تمہاری اس کامیابی پر خوشی محسوس کرونگی۔''

پھر بیٹے کو دعائیں دے کر اور گلے سے لگا کر رخصت کیا کہ جاؤ! ''بسم اللہ پڑھ کر اپنا کام پورا کرو'' ماں سے رخصت ہو کر عبداللہ بن زبیر سیدھے از مگاہ میں پہنچے اور اپنی معمولی سی جمعیت کے ساتھ بڑی بہادری سے لڑے ان کے صف شکن حملوں کو دیکھ کر حجاج بن یوسف گھبرا گیا لیکن پھر اپنی چالاکی کے ساتھ اس نے شامیوں کا حوصلہ بڑھایا اور شامیوں نے پوری قوت کے ساتھ بھرپور حملہ کیا اور لڑتے ہوئے حرم کے پھاٹک تک پہنچ گئے۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی رہ گئے جو شامیوں کے ریلے کی تاب نہ لا سکے لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منہ نہ موڑا اور اسی بہادری کے ساتھ لڑتے لڑتے شہید ہوئے یہ واقعہ جمادی الثانی ۷۲ ہجری میں پیش آیا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خدشہ صحیح نکلا حجاج نے لاش کو سولی پر لٹکا دیا کئی دن کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ادھر سے ہوا اور انہوں نے لاش کو دیکھ کر فرمایا۔''ابھی یہ شہسوار سواری سے نہیں اترا۔''

عبدالمالک کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے حجاج کو سختی سے حکم دیا کہ لاش کو سولی سے اتر و اکر حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کیا جائے جس پر بامر مجبوری حجاج نے حکم کی تعمیل کی اور قریش کا یہ فرزند مقام حجون میں سپرد خاک کیا گیا بوقت شہادت ان کی عمر ۷۲ سال تھی اور ان کی مدت خلافت سات سال تھی۔

بالآخر محاصرے کے سات ماہ گزرنے کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی ہلاکت کے بعد حجاج بن یوسف نے مکہ معظمہ پر قبضہ جمالیا۔

بطور حاکم حجاز

حضرت عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد عبدالمالک نے حجاج بن یوسف ثقفی کو حجاز یمن اور یمامہ کا حاکم بنایا۔اس نے خانہ کعبہ کو گرا دیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے زمانہ کی تعمیر میں سے ایک حصہ کم کر کے خانہ کعبہ کو از سر نو تعمیر کیا۔

اس نے مکہ اور مدینہ میں صحابہ کرام پر بڑے بڑے ظلم روا رکھے۔حضرت انس وسباء

جیسے جلیل القدر صحابیوں کو محض اس لیے مشکیں کس کر کوڑے لگوائے جاتے تھے کہ وہ حضرات راست گو تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مکہ میں بے حد محترم ہستی کے مالک تھے۔ ایک اموی کے ذریعہ ان پر اس وقت حملہ کر دیا جب وہ طواف خانہ کعبہ میں مصروف تھے۔ برچھا آپ کے پاؤں کو چھیدتا ہوا زمین میں جا دھنسا۔ بعد ازاں اسی زخم سے وہ ہلاک ہو گئے۔

خانہ خدا یا دیار نبی پر اس قدر ظالم شخص کا تعین عبدالمالک بن مروان نے کیا تھا۔ اور اسی کے ایما پر یہ تمام مذموم حرکات ہو رہی تھیں۔ اس لیے عبدالمالک بن مروان نے بھی اپنے آپ کو خلیفۃ المسلمین سمجھنے کے بجائے عرب وعجم کا ایک استبداد کن بادشاہ بنایا ہوا تھا۔ اور جس کے پاس نظام حکومت چلانے کے لیے سوائے طاقت اور ظلم کے اور کوئی ہتھیار نہ تھا۔

حجاج بن یوسف کا اہم کردار

مروان جب خلیفہ بنا تھا تو اس کے اور دوسرے گروہوں میں اس بات کا فیصلہ ہوا تھا کہ اول خلیفہ اموی مروان ہوگا اور اس کے بعد دوسرے گروہ کا سرپرست اعلیٰ عمرو بن سعید ہوگا اور عمرو کے بعد دوسرے گروہ کا سربراہ خالد بن یزید ہوگا۔

اس معاہدے کے تحت مروان خلیفہ بنا تھا اور اس نے بعد میں ان دونوں کی ولی عہدی کو پس پشت ڈال کر اپنے بیٹے عبدالمالک کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا تھا اور اپنی زندگی ہی میں بزور قوت سب سے بیعت نے لی تھی۔ چونکہ خالد کم سن تھا اس لئے اس میں کوئی حوصلہ نہ تھا اس لئے وہ عبدالمالک کے سامنے خاموش ہو گیا۔ البتہ عمرو بن سعید میں جان تھی اس لئے عبدالمالک کو ہمیشہ اس کی جانب سے خطرہ رہتا تھا اسی لئے وہ ایک لمحہ کیلئے بھی عمرو بن سعید کو اپنے سے جدا نہ ہونے دیتا تھا۔

۶۹ھ میں عبدالمالک زفرین حارث والی قرقیسا کے مقابلہ کیلئے نکلا۔ جو کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حامی تھا۔ عمرو بن سعید کو عبدالمالک نے دمشق میں چھوڑا۔ عبدالمالک کی غیر موجودگی میں عمرو بن سعید نے اس کے نائب عبدالرحمٰن بن عثمان کو نکال کر خود دمشق پر قبضہ کر لیا۔ عبدالمالک کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے فوری طور پر دمشق کی راہ لی اور دمشق میں اس نے عمرو بن سعید کا مقابلہ کیا اور اسے اپنی چاپلوسی سے ولی عہدی کا عندیہ دے کر رام کر لیا۔ اس طرح صلح کر کے دمشق میں داخل ہو گیا۔

ایسے میں دونوں ہی ایک دوسرے پر کامل اعتماد نہ کرتے تھے۔ عبدالمالک موقع کی تلاش میں تھا اور ایک روز اس نے عمرو بن سعید کو دربار میں بلا بھیجا اور حجاج بن یوسف کی زیر سرکردگی اپنی فوجوں کو مختلف گوشوں میں چھپا دیا۔ جیسے ہی عمرو بن سعید دربار میں داخل ہوئے حجاج بن یوسف اپنی کچھار سے نکلا اور اس کے آدمیوں نے فوری طور پر عمرو بن سعید کو گرفتار کر

کے زنجیروں میں کس دیا اور پھر عبدالمالک کا اشارہ پا کر اسے قتل کر دیا۔ قتل ہونے سے پہلے عمرو بن سعید نے کہا کہ عبدالمالک یہ صریحاً دھوکہ ہے۔

عبدالمالک: واللہ! اگر مجھے اس بات کا یقین ہوتا کہ دونوں کو ایک ساتھ رہنے میں کوئی ناگوار صورت پیش نہ آئے گی اور میرے رعایت کے ساتھ تم بھی رعایت کرو گے تو میں تم کو چھوڑ دیتا۔ لیکن دو حکمران ایک ہی ملک میں نہیں رہ سکتے اور یقیناً ایک دوسرے کو نکالنے کی کوشش کریں گے۔

اس طرح حجاج بن یوسف جو کہ ایک خاص مقصد کے تحت اپنے صوبائی صدر مقام طائف سے آیا تھا خلیفہ عبدالمالک کی امارت کو مستحکم کر کے اور دوام بخش کر واپس چلا گیا۔

............✿............

عہد اُمیہ کی باغیانہ تحاریک

توابین کون؟

توابین دراصل حقیقت میں خوارج ہی کی ایک شاخ تھی۔ لیکن ان کا انداز خوارج سے مختلف تھا اور یہ کوفہ کے ایک ممتاز بزرگ سلیمان بن صرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں شرف صحابیت بھی حاصل تھا ان میں سے تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے فدائیوں میں سے تھے۔ انہی کے فرمان کے مطابق کوفہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کو بلاوے کے خطوط بھیجے جاتے تھے اور جب حضرت امام حسین علیہ السلام کوفہ کی جانب آئے تو حالات کی سختی اور ابن زیاد کے تشدد کی وجہ سے سلیمان بن صرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی کوئی مدد نہ کر سکے تھے اور اس وجہ سے کربلا کا خونی سانحہ پیش آیا تھا۔
حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کا انہیں بہت زیادہ قلق تھا اور وہ قاتلین حضرت امام حسین علیہ السلام سے انتقام لینا اپنا فرض اولین گردانتے تھے اور توابین اپنا لقب اختیار کر لیا تھا۔ انہوں نے یزید کے زمانہ خلافت ہی سے اپنی خفیہ تیاریوں کو شروع کر دیا تھا اور اپنے ساتھ ان لوگوں کو بھی شامل کرنا شروع کر دیا تھا جو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا ساتھ نہ دے سکے تھے۔ عبدالمالک بن مروان کے زمانہ سن ۶۵ ھ میں ان کی قوت بہت زیادہ بڑھ کر استحکام پکڑ چکی تھی اور یہ لوگ چھ ہزار افراد کی جمعیت کے ساتھ کوفہ سے نکلے اور کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضہ مبارک کی زیارت کے بعد شام کی جانب بڑھے۔

عبدالمالک کی جانب سے عبیداللہ بن زیاد نے ان کا مقابلہ کیا اور شدید لڑائی اور خونریزی کے بعد توابین کو شکست ہوئی اور عبدالمالک کے لشکر نے فتح حاصل کی۔ سلیمان بن صرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے تمام بڑے بڑے ساتھی اس جنگ میں کام آئے اور چھ ہزار توابین میں سے بہت ہی کم تعداد میں زندہ بچے اور چھپ چھپا کر کوفہ واپس آ گئے۔

مختار ثقفی کا خروج

خارجیوں کے عروج سے پہلے ۶۹ھ میں ایک شخص مختار بن ابی عبید ثقفی ایک شخص اٹھا تھا اور وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے انتقام کی دعوت لے کر کوفہ سے نکلا تھا اور اس نے آہستہ آہستہ پورے عراق پر قبضہ کر لیا تھا۔

وہ ایک معمولی اور بے دین لیکن عالی دماغ اور حوصلہ مند شخص تھا اور اقتدار کا بے حد بھوکا تھا۔ چونکہ اس زمانہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زور تھا اور اس لئے اس نے عبدالمالک بن مروان کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا اور کسی نہ کسی طرح عبدالمالک کے مزاج میں بڑا رسوخ حاصل کر لیا۔ لیکن جس مقصد کے تحت وہ ان سے ملا تھا اس کے حصول کی اسے کوئی صورت نظر نہ آئی۔ اس لئے توابین کے خاتمے کے بعد یہ ان کا سرپرست بن گیا اور دوسری طرف حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی تعلق قائم کر لیا اور ان پر بھی اپنا اصلی مقصد ظاہر نہ ہونے دیا۔ اپنی تحریک کو مقبول بنانے کیلئے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس تحریک کی سرپرستی کی درخواست کی۔ چونکہ وہ بہت سے گمراہ کن عقائد کا بانی تھا اور اس سے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی واقف تھے اس لئے انہوں نے اس کی درخواست کو رد کر دیا اور مسجد نبوی میں تقریر کرتے ہوئے اس کا پردہ چاک کر دیا اور اہل بیت کا اس سے کسی بھی قسم کے تعلق سے علیحدگی کا اعلان کیا۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مایوس ہو کر اس نے ان کے سوتیلے چچا محمد بن حنیفہ سے رابطہ قائم کیا اور انہیں سرپرست بننے کی دعوت دی اور کسی نہ کسی طرح ان کو اپنی اس تحریک کا سرپرست بنا لیا اور محمد بن حنیفہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے کے بعد اس کی سرپرستی پر مجبور ہو گئے اور اس طرح اس نے اہل بیت سے محبت کا نعرہ اپنا لیا اور اس تحریک کو پروان چڑھانا شروع کر دیا۔

مختار نے جو کہ بڑا عاقبت اندیش اور چالاک آدمی تھا' اپنے مقاصد کو پورا کرنے کیلئے ہر وہ حربہ آزمایا اور اپنایا جس کو اس نے مفید جانا اور اس نے اہل بیت کا رخ آل فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موڑ کر محمد بن حنیفہ کی جانب کر لیا اور انہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جانشین اور وصی قرار دیا اور انہیں مہدی وقت قرار دے دیا۔ اس نے کوفہ کو اپنا مرکز بنایا اور وہیں سے اس تحریک نے زور پکڑا۔ شیعان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر ہزاروں لوگ اس تحریک

میں شریک ہو گئے۔

عبداللہ بن مطیع جو کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے کوفہ کے والی تھے انہوں نے روک ٹوک شروع کر دی۔ لیکن مختار ثقفی نے اس بارے میں کوئی پرواہ نہیں کی اور کوفہ کے مقتدر شیعہ رئیس ابراہیم بن اشتر کو محمد بن حنیفہ کا جعلی خط دکھا کر اپنا سرپرست بنا لیا اور خود بے خوف و خطر اپنی تحریک کو آگے بڑھانے لگا اور ایاس بن نصر افسر اعلیٰ پولیس کو قتل کروا دیا اور بعد میں کوفہ کے گورنر عبداللہ بن مطیع کے محل کا محاصرہ کر کے ان کو کوفہ بدر کر دیا۔

اب اس نے ایک قدم اور بڑھایا اور قاتلین حضرت حسین علیہ السلام کا پتا لگا کر چن چن کر انہیں قتل کرنا شروع کر دیا اور پھر واقعہ کربلا کی شامی فوج کے افسروں کے قتل کیلئے فوجیں روانہ کیں اور چند ہی دنوں میں شمر ذی الجوشن، خولی اصحی، عمرو بن سعد اور عبداللہ بن زیاد قاتلین حضرت امام حسین علیہ السلام کا چن چن کر خاتمہ کر دیا اور ابن زیاد کا سر قلم کر کے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملاحظہ کیلئے مدینہ روانہ کر دیا۔ اس کی اس کارگزاری پر امام موصوف بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور ابن زیاد کا سر دیکھ کر ان کے لبوں پر ہنسی آ گئی۔

مصعب بن زبیر اور مختار ثقفی کا مقابلہ

اپنی خونریزی کی انتہا کے بعد مختار ثقفی نے مزید پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے اور غیر عربوں کو ساتھ ملا کر عرب عمائدین اور شرفاء کو چن چن کر قتل کرنا شروع کر دیا۔ چونکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے ان کے بھائی مصعب بن زبیر بصرہ کے والی تھے نے عبداللہ بن زبیر سے فریاد کی کہ اس کذاب نے ہمارے اچھے اچھے لوگوں کو قتل کیا ہے اور ہمارے گھروں کو ڈھا دیا ہے اور ہمارا شیرازہ برہم کر دیا ہے اور عجمیوں کو ہمارے اوپر مسلط کر دیا ہے۔ ہمارا مال ان میں لٹا دیا ہے لہٰذا آپ ان کے مقابلے کیلئے نکلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصعب بن ابی صغیرہ کو جو کہ خارجیوں کے ساتھ برسرپیکار تھے واپس بلا کر مختار ثقفی کی سرکوبی کیلئے مقرر کیا۔

مختار ثقفی نے اپنے ایک افسر احمد بن سلیط کو ساٹھ ہزار فوج کا دستہ دے کر مقابلے کیلئے روانہ کیا۔ ایک خونریز لڑائی کے بعد احمد بن سلیط کو شکست ہوئی اور اس کی فوج کا ایک بڑا حصہ برباد ہو گیا او بچے کھچے لوگ کوفہ کی جانب بھاگ گئے اور مصعب ان کا تعاقب کرتے ہوئے کوفہ تک چلے گئے۔

مختار ثقفی کا خاتمہ

احمد بن سلیط کی شکست کے بعد مختار ثقفی جو کہ کوفہ کا حاکم بنا بیٹھا تھا خود مقابلے کیلئے نکلا۔ لیکن بری طرح شکست ہوئی اور بالآخر اس کی تمام فوج پسپا ہو کر کوفہ کے قلعہ میں پناہ گزین ہو گئی اور بالآخر مجبور ہو کر اس نے اپنی حیثیت اصلی اپنے معتمد امیر سائب بن مالک کلبی پر ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ اب دین کیلئے نہیں بلکہ اپنے حسب کیلئے ہمیں آخری فیصلہ کن جنگ کرنی ہو گی۔ اس پر سائب بن مالک نے تعجب سے کہا کہ۔

”کیا ہم دین اسلام کیلئے نہیں لڑ رہے۔ کیا ہمارا مقصد دین اسلام کی بلندی نہیں ہے۔“

مختار ثقفی نے کہا کہ۔

”نہیں میری عمر کی قسم! میں یہ سب حصول دنیا کیلئے کر رہا تھا میں نے دیکھا کہ شام عبدالمالک کے پاس ہے اور حجاز عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اور بصرہ پر مصعب کی حکومت ہے۔ عروض پر نجدہ حزوری قابض ہے اور خراسان پر عبداللہ بن حازم کا تسلط ہے اور میرے حصہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ اس لئے میں نے قسمت آزمائی کی اور اس کیلئے خون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقام کا سہارا لیا۔ کیونکہ اسکے بغیر میری کامیابی یقینی نہ تھی۔“

بعد ازاں مختار ثقفی اپنا خاص دستہ لے کر کوفہ سے باہر نکلا اور بڑی بہادری اور شجاعت کے ساتھ مصعب کا مقابلہ کیا۔ لیکن اب اس کی قوت ختم ہو چکی تھی اور اس کو اسی وجہ سے شکست فاش اٹھانا پڑی۔ اس کا خاص حفاظتی دستہ بھی پسپا ہو کر قصر امارت میں داخل ہو گیا۔ لیکن مصعب کے آدمیوں نے مختار ثقفی کو داخل نہ ہونے دیا اور وہ چند سو آدمیوں کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا۔ مختار ثقفی کے قتل کے بعد اس کی قوت یا زواشتر بن مالک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف گیا اور عراق اس طرح پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر قبضہ آ گیا۔

خوارج نے اپنی شورش کو حد انتہا پر پہنچایا تو ایسے میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقرر کردہ والی بصرہ عبداللہ بن حارث نے ان کے مقابلہ کیلئے فوجیں بھیجیں جس نے بصرہ کے باہر خارجیوں کو سخت محاصرہ کر لیا اور ان کے سردار نافع بن ارزق کو مار ڈالا۔ لیکن خوارج کا زور نہ ٹوٹ سکا۔ اس پر عبداللہ بن حارث نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے مدد مانگی جنہوں نے مہلب بن الصخرا کی زیر سرکردگی فوج کو مقابلے کیلئے بھیجا اور بڑی تندہی سے خارجیوں کو مقابلہ کر کے ان سب کو بصرہ اور اس کے گرد و نواح سے پاک کر دیا۔ کچھ خارجی ملک فارس کی جانب نکل گئے اور بقیہ نے کوفہ کو اپنا گڑھ بنالیا اور نئے سرے سے تیاریاں شروع کر دیں۔

اس زمانہ میں نافع بن ارزق کے ایک ساتھی نجدہ بن عامر حزروی نے اپنی ایک علیحدہ جماعت بنا کر بحرین پر قبضہ کر لیا اور وہ یمامہ، صفہ اور عمان کا حاکم بن بیٹھا۔ لیکن پھر اس کی جماعت میں پھوٹ پڑ گئی اور اس کی جگہ عبداللہ بن فدیک حاکم بنا جس نے نجدہ کو قتل کروا دیا۔

چونکہ خوارج بہت بہادر اور جانباز تھے اور عارضی طور پر ان کی قوت دب جاتی تھی لیکن ختم نہ ہوتی تھی اس لئے ان کی شورش بار بار ابھرتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے مصعب کو ہٹا کر عمر بن عبیداللہ بن معمر کو مقرر کیا گیا۔ انہوں نے اصطخر اور سابور وغیرہ میں انہیں شکست دی اور وہ دوبارہ کوفہ کی جانب پسپا ہو گئے۔ ایک طرف سے حضرت عمر بن عبیداللہ نے ان کا تعاقب کیا اور دوسری طرف سے مصعب نے ان کا راستہ روکنے کی کوشش کی جس سے گھبرا کر کچھ مدائن چلے گئے اور باقی مقامی باشندوں کو تہ تیغ کرتے ہوئے کوفہ کی جانب بڑھے۔ انہوں نے عورتوں کے پیٹ چاک کئے اور بہت سے گھناؤنے افعال کا مظاہرہ کیا۔

پھر انہوں نے ابراہیم بن اشتر والی کوفہ کو سخت ہزیمت سے دوچار کیا اور خوب تخت و تاراج کیا۔ مصعب نے پھر مہلب بن ابی صفرا کو ان کے مقابلے کیلئے مامور کیا اور انہوں نے مسلسل آٹھ ماہ تک پوری کامیابی سے ان کا مقابلہ کیا اور ابھی یہ مقابلہ جاری تھا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاتمہ مکہ معظمہ میں حجاج بن یوسف نے کر دیا اور اس طرح خوارج کا زور عبدالمالک کی جانب مڑ گیا۔

فتنہ خوارج

توابین اور مختار ثقفی کی تحاریک کے خاتمہ کے بعد بھی کوفہ میں امن وسکون نہ ہو سکا۔ ان کی فتنہ پرست طبیعت نے بجائے کسی ایک خلیفہ کی اطاعت اختیار کرنے کے انہیں مزید شورش پسندی پر مجبور کر دیا اور ایک مرتبہ پھر انہوں نے خوارج کے زیر اثر فتنہ ارتداد کا اظہار شروع کر دیا اور ایک مرتبہ پھر پورے عراق میں شورش برپا ہو گئی۔

خوارج کون؟

خارجی دراصل حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کی پیداوار ہیں اور اسلام کا منحرف شدہ طبقہ ہے درحقیقت یہ منافق یہودی مسلمان عبداللہ بن سبا کے وہ ساتھی تھے جنہوں نے اس کی ہدایت پر اسلام میں اس کی منافقانہ پالیسی اور تعلیمات کو مدغم کر کے اسلام کا حلیہ بگاڑ رکھا تھا اور اسی بناء پر وہ منافقانہ کردار کے مالک بن چکے تھے اسلام کی تاریخ میں ان کا کردار ہمیشہ منفی نوعیت کا رہا ہے کہ انہوں نے متواتر بغاوتیں کیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکثر پورے کے پورے صوبے عارضی طور پر ان کے قبضے میں آ گئے۔

انہوں نے اپنی تنگ نظری اور تعصب کا اظہار اپنے انتہا پسندانہ اعلانات اور دہشت ناک افعال کی صورت میں کیا انہوں نے اعلان کیا کہ

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دعویٰ خلافت باطل تھا اس کے ساتھ ہی انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ' تک کی بھی مذمت کی اور ان کی شہادت سے اپنی برئیت کا اعلان کیا"

جس شخص نے بھی ان کے نظریے کو تسلیم نہیں کیا انہوں نے اسے کافر اور دین سے خارج قرار دیا اور اس کو قتل کر دیا۔

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ علیہ کو شہید کروا کر خود کوفہ میں اپنا

نظم ونسق قائم کیا اور اہل کوفہ پر اپنا اثر ورسوخ مضبوطی سے جمالیا اور ان کو اپنا مکمل ہمنوا بنالیا۔

مصعب بن زبیر کی بصرہ پر حکومت کا خاتمہ

مختار ثقفی کے قتل کے بعد اہل عراق پر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارات کا پرچم لہرا رہا تھا اور ان کی طرف سے مصعب بن زبیر حاکم بصرہ تھے جو کہ مسلسل خارجیوں کے ساتھ برسر پیکار تھے۔ ایسے میں عبدالمالک اپنی افواج کو ساتھ لے کر اس کے مقابلے کیلئے دمشق سے نکلا اور بہت سے سیاسی حربوں اور حجاج بن یوسف کے عیارانہ مشوروں کی بدولت وہ مصعب بن زبیر کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور اس طرح اسے شکست دینے کے بعد بصرہ پر عبدالمالک کا قبضہ ہو گیا۔

اس نے اپنے ایک سیاسی حریف ابراہیم کی جان بخشی کا اعلان کیا اور اسے بصرہ چھوڑنے کا حکم دیا۔لیکن حجاج کے ایک وفادار شامی عبیداللہ بن ظبیان نے ان کا سر قلم کر دیا اور سر قلم کرنے کے بعد عبدالمالک کے سامنے پیش کر دیا۔جس پر عبدالمالک نے ایک سرد آہ کھینچی اور کہا:

"آہ! اب قریش میں ایسے لوگ کہاں پیدا ہوں گے۔"

اب اہل عراق نے عبدالمالک کی بیعت کر کے عراق پر بنو امیہ کا قبضہ اور ان کی امارات کو تسلیم کر لیا۔

خوارج کی شرانگیزیاں

خوارج کے اصل حریف بنی امیہ تھے۔ ان کا مرکز عراق و فارس تھا۔ جو ابن زبیر کے بعد عبدالمالک کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ اس لیے خوارج کا رخ عبدالمالک کی طرف پھر گیا اور وہ سارے عراق اور فارس میں بڑے زور و شور سے اٹھے۔

عبدالمالک نے ان کے استیصال میں پوری قوت صرف کر دی۔ لیکن وہ ایسے بہادر اور جانباز تھے کہ مدتوں حکومت کا مقابلہ کرتے رہے اور بڑی مشکلوں سے ان کا زور ٹوٹا۔ اس کا ایک مختصر جائزہ کچھ اس طرح ہے۔

ابن زبیر اور مہلب

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ ابن زبیر کی جانب سے مہلب بن ابی صفراء خوارج کے مقابلے میں تھے۔ ابن زبیر کے بعد وہ عبدالمالک کے ساتھ ہو گئے تھے۔ ۷۳ھ میں خالد بن عبداللہ والی کوفہ نے مہلب کو خوارج کے مقابلے سے ہٹا کر مالگواری کے محکمہ میں منتقل کر دیا اور ان کی جگہ اپنے بھائی عبدالعزیز کو مقرر کر کے مقاتل کو ان کی مدد پر مامور کیا۔ مہلب بہت بہادر اور تجربہ کار تھے۔ ان کے ہٹتے ہی خوارج کا زور بڑھ گیا۔ اور انہوں نے عبدالعزیز کو شکست دے کر قتل کر دیا۔

عبدالمالک کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے خالد بن عبداللہ کو لکھا کہ تم نے مہلب جیسے آزمودہ کار کو ہٹا کر اپنے ناتجربہ کار سپاہی کو مقرر کیا تھا اس کا لازمی نتیجہ شکست تھا۔ مہلب کو فوراً اس کی جگہ پر بھیجو اور خوارج کے مقابلہ میں بغیر مہلب کے مشورے کے کوئی کاروائی نہ کرو۔ اس حکم کے ساتھ اپنے بھائی بشیر بن مروان کو علیحدہ خوارج کے مقابلے میں پانچ ہزار فوج بھیجنے کا حکم دیا۔

اس حکم پر خالد نے مہلب کو خوارج کے مقابلہ میں بھیج دیا اور خود اہل بصرہ کے ساتھ

ان کی مدد کے لیے اہواز پہنچا۔

بشیر نے علیحدہ ہو کر عبدالرحمٰن بن اشعث کو پانچ ہزار فوج دے کر بھیجا۔ تینوں نے مل کر مورچہ بندی کی۔ خوارج ان کے مقابلہ کی قوت نہ پا کر اہواز سے منتشر ہو گئے۔

ادھر بحرین پر ابوفدیک خارجی نے قبضہ کر لیا تھا اس لیے ۷۳ھ میں عبدالمالک کے حکم سے عمر بن عبداللہ دس ہزار فوج کے ساتھ بحرین پہنچا۔ ابوفدیک نے بڑی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا لیکن آخر میں مارا گیا۔ اس کے بہت سے آدمی مقتول اور بہت سے گرفتار ہوئے۔

۷۴ھ میں عبدالمالک نے خوارج کے استیصال پر براہ راست مہلب کا تقرر کیا۔ اور بشیر بن مروان والی کوفہ کو اس کی مدد کے لیے لکھا۔ بشیر کو اپنے وسیلے کے بغیر یہ تقرر بہت ناگوار گزرا۔ وہ اس حکم کی خلاف ورزی تو نہ کر سکتا تھا۔ اس نے عبدالرحمٰن کو پانچ ہزار کوفی سپاہ کے ساتھ مہلب کی مدد کے لیے بھیج دیا لیکن اس کو خفیہ مہلب کی مخالفت اور اس کی تحقیر کی ہدایت کر دی۔

اس وقت خوارج کی شورش سرمز میں زیادہ تھی اس لیے مہلب اور عبدالرحمٰن دونوں سیدھے وہیں پہنچے۔ لیکن ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی تھی کہ بشیر کی موت کی خبر آ گئی یہ خبر سن کر کوفی فوج بغیر جنگ کئے لوٹ گئی۔ بشیر کے نائب خالد بن عبداللہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے کوفی فوج کو لوٹ جانے کا حکم دیا لیکن وہ واپس نہ ہوئی اور خالد کے پاس کوفہ چلی آئی۔

حجاج بن یوسف بطور گورنر کوفہ

ابھی خلیفہ عبدالمالک حجاز فتح کی مسرت سے باہر بھی نہ نکلا تھا کہ انہی دنوں خارجیوں نے ایک بار پھر پر پرزے نکالنا شروع کر دیئے اور کوفہ کے گردو نواح کو اپنا مرکز بناتے ہوئے خلیفہ عبدالمالک کے خلاف بھرپور طریقہ سے علم بغاوت بلند کر دیا اور ایسے میں خلیفہ عبدالمالک بے حد پریشان ہو گیا اور اپنے تجربہ کار جرنیلوں سے مشورہ اور غور وفکر کرنے کے بعد اس کی نگاہ انتخاب حجاج بن یوسف ثقفی گورنر حجاز پر پڑی اور اس نے فوری طور پر حجاج بن یوسف کو عراق بلایا اور اسے حکم دیا کہ۔

''بارہ سو سواروں کو ساتھ کے لے کر فوراً کوفہ پہنچو اور وہاں کا نظم ونسق سنبھال کر خارجیوں کے خلاف بھرپور کاروائی کرو اور ان کا مکمل خاتمہ کر دو۔''

حجاج بن یوسف بہت سخت گیر حاکم تھا۔ وہ فوراً ہی دمشق سے روانہ ہوا اور انتہائی سرعت اور تیزی سے منازل طے کرتا ہوا نواح کوفہ میں پہنچ گیا اور ۷۵ھ میں وہ کوفہ کی جامعہ مسجد میں اچانک آن پہنچا۔ اس وقت حجاج بن یوسف نے اپنا چہرہ سرخ رنگ کے نقاب سے ڈھانپ رکھا تھا۔ سب لوگوں کو حجاج بن یوسف کی آمد کی خبر ہوگئی اور انہوں نے اس کی توہین کرنے کا ایک جامع پروگرام بنایا۔ اس سلسلے میں ہر ایک کوفی نے اپنے ہاتھ میں سنگریزے جمع کئے ہوئے تھے تاکہ وہ ممبر پر بیٹھے تو خطبہ کے دوران ماریں گے۔ کیونکہ یہ ان کی دیرینہ ریت تھی اور اس ریت کا بانی محمد بن حمیر تھا وہ ہر نئے آنے والے حاکم پر پہلے دن پتھر برساتے تھے اور اگر وہ ثابت قدم ثابت ہوتا تو بعد اس میں اس کی اطاعت کرتے تھے لیکن جب حجاج نے اپنی تقریر شروع کی تو اس کا اثر یہ ہوا کہ بہت سے لوگ سہم گئے اور ڈر کے مارے وہ سنگریزے ان کے ہاتھوں سے گرنے لگے کیونکہ اس نے اپنی تقریر اس طرح شروع کی۔

''اے عراق کے منافقو! اے بداخلاقی کے مظہرو! اے بد اندیش کوفیو! میری دلی

تمنا تھی کہ تم سے میرا کسی صورت واسطہ پڑے۔ کل میرا کوڑا گم ہو گیا اور اس کے عوض یہ تلوار ہی میرا کوڑا ہے۔

میں شر کو اس کی جگہ پر رکھتا ہوں اور اس کا پورا پورا بدلہ دیتا ہوں اور میں بہت سے سروں کو دیکھتا ہوں (پکی ہوئی کھیتی کی طرح) جن کے کٹنے کا وقت آ گیا ہے اور مجھے تمہارے عماموں اور داڑھیوں کے درمیان خون ہی خون نظر آتا ہے۔ اب معاملہ آخری حد کو پہنچ چکا ہے۔ مجھ کو آسانی کے ساتھ نہیں دبایا جا سکتا اور میں حوادث سے نہیں ڈرتا۔

امیر المومنین نے اپنے ترکش کے تمام تیروں کو جانچا اور ان میں سے جو سب سے زیادہ سخت اور جگر دوز تھا وہ تمہارے سینہ کی طرف چلایا ہے۔ تم مدتوں سے بغاوت، مخالفت، فتنہ انگیزی اور نفاق وشقاق کے عادی ہو چکے ہو اور لہذا اب تم سیدھے ہو جاؤ اور سر اطاعت خم کر دو ورنہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں تم کو ذلت کا پورا مزہ چکھاؤں گا اور تمہاری کج روی کو درست کروں گا اور تمہیں لکڑی کی طرح چھیل اور ببول کی طرح جھاڑ ڈالوں گا۔ تمہیں میں سرکش اونٹ کی طرح ماروں گا کہ سرکشی بھول جائے اور مطیع ہو جائے۔ تم پر اتنے مصائب نازل کروں گا کہ تم پست ہو جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں جو کچھ کہتا ہوں اسے کر دکھاتا ہوں اور جو اندازہ کرتا ہوں وہ صحیح ہوتا ہے۔ اب مخالف جماعتیں ہیں اور میں ہوں اور اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تم حق پر نہ آئے تو میری تلوار عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کر دے گی۔ اس وقت تم باطل سے باز آ جاؤ گے اور اپنی ہوس کو چھوڑ دو گے۔ نافرمانوں سے چشم پوشی کے معنی یہ ہیں کہ دشمنوں سے نہ لڑا جائے اور سرحدوں کو بیکار کر دیا جائے اور اگر تم لوگوں کو جنگ کی شرکت پر مجبور نہ کر دیا جائے تو وہ خوشی سے لڑتے نہ جائیں گے۔ جس بغاوت اور سرکشی سے تم نے مہلب کا ساتھ چھوڑا اس کا حال مجھے معلوم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! آج سے تیسرے دن تک اگر کوئی شخص واپس نہ گیا اور میدان میں نظر نہ آیا تو اس کا سر قلم کر دوں گا اور اس کا گھر لٹوا دوں گا۔

اس آتش بار تقریر کے بعد حجاج بن یوسف نے اہل کوفہ کے نام خلیفہ عبدالمالک کا فرمان پڑھنے کا حکم دیا۔

ابھی ابتدائی فقرہ اما بعد السلام و علیکم ہی پڑھا گیا تھا کہ حجاج نے روک دیا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا۔

''اونافرمانو! تم اتنے باغی اور سرکش ہو چکے ہو کہ امیر المومنین نے تمہیں سلام بھیجا ہے اور تم میں سے کسی کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ امیر المومنین کے سلام کا جواب دے اور یہ اخلاق اموی عورتوں کے لونڈوں کا ہے۔ ٹھہرو اللہ تعالٰی کی قسم! اب میں تمہیں کچھ اور اخلاق سکھاؤں گا۔''

اس کے بعد خط پڑھنے والے کو دوبارہ خط شروع کرنے کا اشارہ دیا اور جیسے ہی اس نے پھر ابتدائی فقرہ اما بعد السلام و علیکم کہا تو تو اس تادیب پر حاضرین نے کہا سلام اللہ علی امیر المومنین و رحمتہ اللہ و بر کاتہ۔

اس کے بعد حجاج نے پھر فرمان پڑھنے کو کہا اور اس کی آتش بار تقریر سن کر لوگوں کے دل دہل گئے اور عراقی ساری سرکشی اور شرارت بھول گئے اور پہلے ان کی یہ حالت تھی کہ وہ کسی کے روکنے پر نہ رکتے تھے اور مہلب کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے تھے اور اب اس تقریر کے بعد ہر شخص جلد از جلد مہلب کے پاس پہنچنے کیلئے بے تاب تھا اور کوفہ کے پل پر اس قدر اژدھام ہو گیا تھا کہ رستہ چلنا دشوار ہو گیا اور حجاج کو فوری طور پر دوسرے پل کا انتظام کرنا پڑا تھا۔

..........✿..........

خارجی بمقابلہ حجاج

اعلان کا اثر

اس کا اعلان سنتے ہی لوگ مہلب کے لشکر کی طرف روانہ ہونے شروع ہو گئے اور بہت جلد مہلب کے پاس ایک طاقتور لشکر خوارج کے مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا۔ اس سے پہلے حجاج بن یوسف کے پاس ایک ضعیف العمر آدمی جس کے جسم میں رعشہ تھا آیا اور کہنے لگا:

''میں بے حد کمزور ہوں اور جنگ میں جانے کے قابل نہیں ہوں''

حجاج نے اس سے پوچھا:

''تمہارا نام کیا ہے؟''

اس نے جواب دیا:

''میرا نام عمیر بن منابی ہے''

حجاج نے کہا:

''تو ہی عمیر بن منابی ہے جس نے حضرت عثمانؓ بن عفان کے مکان پر حملہ کیا تھا؟''

اس نے کہا:

''ہاں''

حجاج نے اس سے حضرت عثمانؓ بن عفان کے مکان پر حملہ کرنے کی وجہ دریافت کی۔ اس نے کہا:

''حضرت عثمان بن عفانؓ نے میرے بوڑھے باپ کو بلاقصور قید کر دیا تھا''

یہ سنتے ہی حجاج نے عمیر بن منابی کا سر قلم کروادیا۔ کیونکہ وہ واقعی قاتل تھا۔

مہلب کی امداد کے لیے حجاج بن یوسف بصرہ گیا اور اس قسم کا ظلم وستم روا رکھا کہ لوگ مہلب کی امداد کے لیے مجبور ہو گئے۔

بصرہ ہی میں شریک بن عمر حجاج کے پاس آیا اور کہنے لگا:

''میں فتق کے مرض میں مبتلا ہوں اور میری اس معذرت کو بشیر بن مروان نے قبول بھی کر لیا ہے آپ بھی اسے قبول کریں اور مجھے مہلب کے لشکر میں شریک ہونے سے مستثنیٰ قرار دیں۔ مگر حجاج نے بجائے ہمدردی کرنے کے اسے اسی وقت قتل کرا دیا۔ اہل کوفہ کے دل پر اس چیز کا بہت اثر ہوا۔

مہلب اور خوارج میں خونریز معرکہ آرائیاں

کوفہ اور بصرہ کے لوگ جیسے ہی مہلب بن صفرا کے لشکر میں پہنچے تو مہلب نے ان کی مدد سے خارجیوں کو رامز سے ہٹا دیا۔ خارجی یہاں سے پسپا ہونے کے بعد گازرون میں جمع ہوئے۔ مہلب نے ان کا تعاقب کیا اور دونوں گروہوں میں عرصہ تک معرکہ آرائی ہوتی رہی۔

حجاج بامِ عروج پر

حجاج بن یوسف کی یہی دلیری اور دانش مندی' جرأت مندی تھی کہ مہلب کے لشکر میں آناً فاناً اضافہ ہوا اور انہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے خوارج پر قابو پالیا اور ایک ناممکن کام ممکن ہوگیا۔

خلیفہ عبدالمالک حجاج بن یوسف کی اس کاروائی اور کارگزاری سے ایسا خوش ہوا کہ اس نے فوری طور پر حجاج بن یوسف کو نئی ذمہ داریاں سونپتے ہوئے اسے خراسان' ایران اور سندھ کا جس قدر علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں تھا اس کے سپرد کر دیا اور اس کو وہاں کا بھی والی مقرر کر دیا۔

حجاج بن یوسف نے خارجیوں پر قابو پانے کے بعد مہلب کو خراسان میں اپنا نائب مقرر کر دیا پھر کوفیوں کی فتنہ پرور سرشت سے مجبور ہو کر ان کو ہمیشہ کے لئے اپنے قابو میں رکھنے کا منصوبہ بنایا اور کوفہ اور بصرہ کے درمیان ایک نیا شہر واسط بسانے کا حکم دیا اور پھر کوفہ کی بجائے واسط کو اس نے اپنا صدر مقام بنایا واسط کے اندر اس نے ایک بہترین شامی لشکر مقیم کیا تا کہ کوفہ اور بصرہ دونوں میں سے جس جگہ بھی کوئی بغاوت اٹھ کھڑی ہو تو اس پر فوری طور پر قابو پایا جا سکے اور اس کو فوج کی مدد سے کچلا جا سکے۔

بغاوت صالح تمیمی وشیب

۷۶ھ میں جزیرے میں ایک عابد وزاہد شخص صالح تمیمی مظالم کے استیصال کی دعوت کا علم لے کر اٹھے۔ بہت سے آدمی ان کے ساتھ ہو گئے۔ اسی زمانہ میں ایک اور خارجی سردار شیب بن نعیم کا ظہور ہوا۔ چونکہ صالح کی دعوت بھی درحقیقت بنو امیہ کے خلاف تھی۔ اس لیے شیب بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ جزیرہ کے حاکم محمد بن مروان نے عدی بن عدی کو صالح کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ عدی نیک فطرت تھا۔ اسے خونریزی پسند نہ تھی۔ اس لیے صالح کے پاس کہلا بھیجا کہ میں جنگ نہیں کرنا چاہتا۔ بہتر یہ ہے کہ تم ان اطراف سے چلے جاؤ۔ لیکن انہوں نے انکار کیا۔ ان کے انکار پر عدی کو مجبوراً مقابلہ کرنا پڑا لیکن شکست کھائی۔

عدی کے شکست کھانے کے بعد محمد بن مروان نے خالد بن جزر کو بھیجا۔ آدر میں اس کا اور صالح وشیب کا مقابلہ ہوا۔ ایک پرزور مقابلے کے بعد صالح اور شیب سکرہ کی طرف نکل گئے۔ حجاج کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے حارث بن عمیرہ کو کئی ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ اس نے صالح کو قتل کر دیا۔ شیب نے ایک قلعہ میں پناہ لی۔ اس لیے حارث قلعہ کے پھاٹک پر آگ کا الاؤ لگا کر خیمہ گاہ میں چلا گیا کہ صبح کو محصورین کو گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے گا۔

شیب کے ساتھی بڑے چالباز تھے۔ وہ اپنی حسن تدبیر سے آگ سے بچ کر نکل آئے اور حارث کی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ یہ حملہ بالکل ناگہانی تھا۔ حارث سخت زخمی ہوا اور اس کے کل سامان پر شیب نے قبضہ کر لیا۔

حارث کو شکست دینے کے بعد شیب نے عام تاخت وتاراج شروع کر دی۔ حجاج کو خبر ہوئی تو اس نے سفیان بن ابی کو بھیجا۔ شیب نے اسے بھی شکست دی۔ اس کے بعد سورہ بن الجبر آیا۔ اس نے بھی شکست کھائی۔ ان پیہم شکستوں کو دیکھ کر حجاج نے جنرل بن سعید کندی کو

چار ہزار منتخب بہادروں کے ساتھ بھیجا۔ شیب نے محض چند آدمیوں کے ساتھ بڑی بہادری سے مقابلہ کیا لیکن پہلو کمزور دیکھ کر نکل گیا اور فصلوں اور جائیداد کو تباہ کرنا شروع کر دیا۔ حجاج نے ایک دوسرے بہادر سعید بن مجاہد کو جنرل سعید کی مدد کے لیے بھیجا۔ دونوں نے مل کر شیب کا تعاقب کیا۔ مقام قطیطیا میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ اس مقابلہ میں سعید کام آیا اور جنرل سخت زخمی ہو کر کوفہ لوٹ گیا۔

ان پیہم کامیابیوں سے شیب کا حوصلہ بڑھ گیا کہ اس نے عراق کے پایہ تخت کوفہ کا رخ کیا۔ حجاج نے سعید بن عبدالرحمٰن اور عثمان بن قطن کو دو ہزار فوج کے ساتھ دو دستوں سے روکنے کے لیے بھیجا شیب کوفہ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس کا اور سوید اور عثمان کا سامنا ہو گیا۔ شیب بہادری سے لڑتا ہوا حیرہ کی طرف نکل گیا۔ پر کچھ دور آگے جا کر چکر کاٹتا ہوا کوفہ لوٹ آیا۔ اور بڑی جرأت اور دلیری سے کوفہ میں گھس کر بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے تیزی سے نکل گیا۔ اب حجاج نے زادہ بن قدامہ اور اس کے ساتھ متعدد بہادر افسروں کو دس ہزار پیدل سپاہ اور چند سوار دستوں کے ساتھ شیب کے تعاقب میں بھیجا۔ پیدل سپاہ تو پیچھے رہ گئی زجر بن قیس نے تعاقب کیا۔ کچھ دور جا کر شیب نے پلٹ کر مقابلہ کیا اور زجر کو شکست دی۔

زجر کو شکست دینے کے بعد شیب پیدل فوج کے مقابلہ کے لیے جو زائدہ کی ماتحتی میں تھی اور عقب میں آ رہی تھی۔ کوفہ کے قریب مقابلہ ہوا۔ اس مقابلہ میں عام سپاہ کے علاوہ عراقی فوج کے کئی افسر مقتول ہوئے۔ خارجیوں کو بھی نقصان پہنچا۔ اس لیے وہ مقابلہ چھوڑ کر دوسری سمت نکل گئے۔

کمک حجاج

حجاج کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ایک تجربہ کار افسر عبدالرحمٰن بن اشعث کو چھ ہزار بہادروں کے ساتھ بھیجا۔ اور ہدایت کر دی کہ خارجی جہاں کہیں بھی ملیں تعاقب کر کے ان کا استیصال کیا جائے۔ اور جو شخص شکست کھا کر واپس آئے گا اسے قتل کر دیا جائے گا۔

عبدالرحمٰن نے پوری احتیاط اور مستعدی سے تعاقب کیا۔ جہاں منزل کرتا تھا۔ خوارج کے حملے سے حفاظت کے لیے مورچہ بندی اور جنگ کا سامان کر لیتا تھا۔ یہ اہتمام دیکھ کر شیب نے اس کے جواب میں یہ صورت اختیار کی کہ جیسے ہی عبدالرحمٰن قریب پہنچتا تھا، شیب رک جاتا اور جب عبدالرحمٰن مورچہ بندی اور جنگ کا سامان کر لیتا تو پھر آگے بڑھ جاتا تھا۔

اس طرح اس نے عبدالرحمٰن اور عراقی فوجوں کو تھکا ڈالا۔ ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ بقر عید کا زمانہ آ گیا۔ شیب نے فریقین کے عید منانے کے لیے صلح کا پیغام دیا۔ عراقی فوجیں تھک چکی تھیں اس لیے عبدالرحمٰن نے منظور کر لیا۔ اس کے ایک مخالف عثمان بن قطن نے حجاج کو اس کی خبر کر دی۔ وہ شیب کے معاملے میں کسی قسم کی نرمی پسند نہ کرتا تھا۔ اس لیے عبدالرحمٰن کو معزول کر کے عثمان کو افسر مقرر کر دیا۔ اس نے اپنی کارگزاری دکھانے کے لیے فوراً مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ شیب بھی اپنی مختصر جماعت کے ساتھ پہنچ گیا۔ اور ایک خونریز معرکہ کے بعد عثمان کو قتل کر دیا۔ اور عراقی فوج نے شکست فاش اٹھائی۔

اہل کوفہ کو غیرت دلانا

شیب کی ان کامیابیوں کو دیکھ کر بہت سے شورش پسند عوام بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ ان کی بڑھتی ہوئی قوت اور عراقی فوجوں کی بے بسی سے عراق میں بڑے خطرات کی صورت پیدا ہو گئی۔ اس وقت حجاج نے اہل کوفہ کو جمع کر کے انہیں غیرت دلائی کہ اگر تم دشمن کا مقابلہ اور اپنے ملک کی خود حفاظت نہیں کر سکتے تو میں تم سے زیادہ بہادر لوگوں کو یہ فرض سپرد کرتا ہوں۔

یہ طعنہ سن کر ہر طرف سے آوازیں بلند ہوئیں۔

''ہم خود لڑیں گے اور ہر طرح امیر کی مدد کریں گے۔''

ایک کہن سن اور تجربہ کار بہادر زہرہ بن حویہ نے مشورہ دیا:

''اس مہم کے لیے ایسے جانباز اور سرفروش بہادروں کا انتخاب کیجئے جو میدان سے منہ موڑنا نہ جانتے ہوں اور انہیں ایسے آزمودہ کار بہادروں کے ساتھ بھیجئے جو فرار کو عار اور صبر و ثبات کو عزت اور شرف سمجھتا ہو''

حجاج نے کہا:

''میری نظر میں تم ہی اس کے لیے زیادہ موزوں ہو''۔

زہرہ نے عذر کیا:

''میری بصارت جواب دے چکی ہے۔ ہاتھ پاؤں قابو میں نہیں اس لیے ایسا شخص ہونا چاہیے جو تلوار اور نیزہ چلا سکے۔ البتہ میں بحیثیت مشیر کے ساتھ رہ سکتا ہوں۔''

حجاج نے منظور کر لیا۔

عراق میں انتظامات کے ساتھ حجاج نے عبدالمالک کو لکھا:

"اب شیب کی نظر کوفہ پر ہے۔ عراقی فوج کی پیہم شکستوں نے یہاں کے باشندوں کی ہمتیں پست کردی ہیں۔ اس لیے شام سے فوجیں بھیجئے۔"

شامی فوج کی کمک

"اس خط پر عبدالمالک نے سفیان بن ابرد کلبی اور حبیب بن عبدالرحمٰن کو چھ ہزار منتخب شامی فوج کے ساتھ بھیجا۔"

یہ فوج حجاج نے خاص کوفہ کی حفاظت کے لیے منگوائی تھی اس لیے اس کے پہنچے سے قبل حتب بن ورقہ کو پچاس ہزار شامی فوج کے ساتھ شیب کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ شیب کو ان تمام انتظامات کی خبر تھی۔ اس لیے فوراً مقابلے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ ابھی یہ راستہ میں ہی تھا کہ والئی مدائن نے اس کے پاس پیغام بھیجا۔

"تم اپنے آدمی ہمارے پاس بھیجو جو ہمیں قرآن کی تعلیم سمجھائیں"

اس پیغام پر شیب نے اپنے چند علماء بھیج دیے۔ ان میں اور مطرف میں مباحثہ ہوا لیکن ان کا نتیجہ نہ نکلا اور شیب اپنی مہم پر روانہ ہوگیا۔ ساباط کے قریب اس کا اور ابن ورقا کا سامنا ہوا۔ خوارج کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ نہ تھی اور عراقی فوج کا شمار چالیس ہزار کے قریب تھا۔ اس فرق کے باوجود خارجیوں نے بہادری سے مقابلہ کیا اور عراقیوں کو شکست دے دی۔

حجاج کی برہمی

اس ذلیل شکست نے حجاج کو بہت برہم کردیا۔ اس نے اہل کوفہ کو جمع کر کے بہت تنبیہ کی کہ تم لوگ کسی عزت کے مستحق نہیں ہو جو تمہارا بھلا سوچے اللہ تعالیٰ اسے رسوا کرے تم کسی جنگ میں بھیجے جانے کے لائق نہیں ہو کوفہ چھوڑ کر یہود و انصاریٰ کے ساتھ حیرہ میں جا کر رہو آئندہ سے عتاب کی فوج کا کوئی آدمی بھی کسی جنگ میں نہ بھیجا جائے گا۔

ادھر عراقی فوج کو شکست دینے کے بعد شیب پھر کوفہ کی طرف بڑھا اس دوران عبدالملک کی بھیجی ہوئی شامی فوج کوفہ پہنچ چکی تھی جس سے حجاج کو بے حد تقویت ملی اس نے حارث بن معاویہ کو ایک ہزار سپاہ کے ساتھ شیب کو روکنے کے لئے بھیجا شیب نے اسے قتل کردیا اور کوفہ کے بالکل قریب پہنچ گیا۔

شیب کی شکست

اس مرتبہ حجاج خود فوج لے کر مقابلے کے لئے نکلا اس فوج میں خود اس کے حوالی اور شامی فوج شامل تھی کوفہ کے باہر دونوں کا شدید مقابلہ ہوا خارجی حسب معمول اپنی مشہور شجاعت کے ساتھ لڑے اور بہتوں کو قتل کیا لیکن حجاج خود شامی فوجوں کا دل بڑھا رہا تھا اس نے بڑی جان فروشی دکھائی دو دن کی خون ریز جنگ کے بعد شیب کا بھائی مصاد جو اس کا قوت بازو تھا مارا گیا۔

اس کے باوصف شیب نے ہمت نہ ہاری اور اسی شجاعت سے لڑتا رہا مگر بالآخر میں خارجی شامیوں کے پے درپے حملوں کی تاب نہ لا سکے اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے اس وقت شیب کو مجبوراً میدان چھوڑنا پڑا یہ اس کی زندگی کا پہلا واقعہ تھا کہ اسے شکست کھا کر میدان چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔

شیب کی شکست کے بعد حجاج نے اعلان کروا دیا کہ۔

''جو شخص شیب کا ساتھ چھوڑ کر اس کے پاس چلا آئے گا وہ مامون رہے گا۔''

اس اعلان پر وہ عوام جو محض شیب کی قوت کی وجہ سے اس کے ساتھ ہو گئے تھے منتشر ہو گئے جس سے اس کی قوت اور کمزور ہو گئی اور حجاج کیلئے اس کا زیر کرنا آسان ہو گیا۔

چنانچہ اس نے فوراً حبیب بن عبدالرحمٰن حکمی کو تین ہزار شامی فوج کے ساتھ شیب کے تعاقب میں روانہ کیا۔ شیب اس قدر جری اور بہادر تھا کہ اس نے قلت تعداد کی بھی پرواہ نہیں کی اور اپنی مختصر جماعت کے ساتھ بڑی آن بان سے مقابلہ میں آ گیا اور صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہی۔ فریقین کے بہت سے آدمی کام آ گئے۔ لیکن دونوں خصوصاً خارجی مسلسل لڑتے رہے اور وہ تھکن سے اتنے چور ہو گئے تھے کہ ہاتھ پاؤں کام نہ دیتے تھے۔ اس لئے شیب میدان چھوڑ کر آرام لینے کی خاطر کرمان کی طرف چلا گیا۔

حجاج بن یوسف نے بھی اس کو دم نہ لینے کا فیصلہ کیا اور فوراً ابوسفیان بن ابرد کو شامی فوج کے ساتھ اس کے تعاقب میں روانہ کر دیا اور اپنے داماد حکم بن ایوب والی بصرہ کو اس کی مدد کیلئے لکھا۔ جس نے علیحدہ چار ہزار امدادی فوج ابوسفیان کی طرف بھیجی اور لب ساحل دونوں نے مقابلہ کیا۔ صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہی اور خارجیوں نے شامیوں کے چھکے چھڑا دیئے اور ان کا پلہ کمزور پڑنے لگا۔

اس صورت حال کو دیکھ کر سفیان نے تیر بازی شروع کر دی اور خارجیوں نے حملہ کر کے بہت سے تیرانداز ختم کر دیئے۔شام ہو چکی تھی اس لئے شبیب نے دوسرے دن تک جنگ ملتوی کر دی اور شامیوں نے بھی اپنے ہاتھ روک لئے۔

شبیب نے رات گزارنے کے لیے دریا عبور کر کے دوسری سمت نکل جانا چاہا لیکن عین دریا کے درمیان میں اس کا گھوڑا بدکا اور معہ سوار کے دریا میں غرق ہو گیا۔اس طرح اس جانباز بہادر کا خاتمہ ہو گیا اس نے مٹھی بھر جماعت کے ساتھ بنی امیہ کی افواج کو زچ کر دیا تھا یہ واقعہ ۷۷ ہجری کا ہے۔اس کا دل نکلوا کے دیکھا گیا تو وہ غیر معمولی جسامت کا اور نہایت سخت تھا۔

اگر چہ شبیب کے بعد خارجیوں کا زور ٹوٹ چکا تھا اور حجاج بن یوسف کو ان کی طرف سے قدرے اطمینان وسکون حاصل ہو گیا تھا لیکن کرمان میں ان کی ایک شاخ ازراقیہ کا از حد زور تھا جو کہ نافع بن ارزق کی نسبت سے ازراقیہ کہلاتی تھی۔

حجاج نے مہلب بن صفرا کو ان کی سرکوبی کیلئے بھیجا اور وہ مسلسل اٹھارہ ماہ تک ان کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے لیکن ان کا زور کسی طور بھی نہ ٹوٹتا ہوا نظر آیا اور شبیب کے خاتمہ کے بعد حجاج بن یوسف نے اپنی مکمل توجہ اس طرف مرکوز کر رکھی تھی اور مہلب کی مدد کیلئے مزید فوج بھیج دی اور اسے لکھا کہ ازراقیہ کا خاتمہ ہر حال میں ہونا ضروری ہے۔

تحریک ارزاقیہ

اس زمانے میں ازراقیہ کا سردار قطری بن فجاۃ تھا اس کے ایک عہدے دار نے ایک خارجی کو قتل کر دیا تھا اور خارجیوں نے اس کے قصاص کا مطالبہ کیا۔ قطری نے اس قاتل کی خطا اجتہاد قرار دے دی اور کہا کہ اس پر قصاص واجب نہیں ہے۔ اس کے اس فیصلے پر اس کی جماعت اس کے خلاف ہو گئی تھی۔

مہلب کو اس ناراضگی کا علم ہوا تو اس نے ایک نصرانی کو کسی طرح اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ خارجی بن کر خوارج کے سامنے قطری کو سجدہ کرے اور اس نصرانی نے اس کی تعمیل کی۔ خارجی چونکہ اپنے عقیدے میں بے حد سخت ہوتے تھے اس لئے انہوں نے قطری سے کہا کہ

"اس شخص نے تم کو اللہ کا درجہ دے دیا ہے۔"

اس کے بعد اس نصرانی کو قتل کر دیا گیا اور اس سے جو اختلاف پیدا ہوا اس سے قطری جماعت دو حصوں میں بٹ گئی اور ایک جماعت نے عبدر بہ الکبیر کو اپنا سردار بنا لیا جب کہ قطری اپنے ساتھیوں کے ساتھ طبرستان چلا گیا۔ جب کہ عبدر بہ الکبیر اکیلا رہ گیا تو اس وقت مہلب نے اس موقع کو غنیمت جانا اور عبدر بہ الکبیر کو جیرفت میں محصور کر لیا اور اس نے کچھ دنوں تک تو بڑی بہادری سے مقابلہ کیا لیکن جیرفت میں محصور ہونے کی بناء پر کھل کر نہ لڑ سکتا تھا اس لئے کسی نہ کسی طرح محاصرہ توڑ کر وہ ۔اں سے نکل گیا اور مہلب نے آگے بڑھ کر اس کا گھیراؤ کر لیا۔ خوارج نے بڑی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا جس سے مہلب جیسے تجربہ کار جرنیل کے بھی چھکے چھوٹ گئے۔ لیکن وہ بھی جان پر کھیل کر میدان میں ڈٹا رہا۔ بالآخر ایک پرزور معرکہ کے بعد عبدر بہ الکبیر مارا گیا اور اس کی جماعت کے بہت کم لوگ زندہ بچے اور اس کارگزاری پر حجاج بن یوسف نے مہلب کی بہت قدر افزائی کی اور اسے انعامات و کرامات سے

نوازا۔

عبدربہ الکبیر کے خاتمے کے بعد حجاج بن یوسف نے سفیان بن ابرد کو شامی فوج کے ساتھ قطری کے مقابلہ کیلئے بھیجا اور کوفہ کی فوج کو اس کی مدد پر مامور کیا۔ طبرستان کی ایک پہاڑی میں سفیان اور قطری کا مقابلہ ہوا اور عین اس وقت قطری کے بہت سے آدمیوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ قطری نے نکل کر بھاگنا چاہا لیکن قضاء کا وقت سر پر آن پہنچا تھا اور وہ گھوڑے سے گر کر شدید زخمی ہو گیا۔ اتفاق سے اس وقت ایک آتش پرست کا وہاں سے گزر ہوا اور قطری نے اس سے پانی مانگا۔ چونکہ قطری کا ساز و سامان اور لباس بہت ہی زیادہ قیمتی تھا تو اس آتش پرست نے لالچ میں آ کر اس کو مار ڈالنا چاہا۔ شور سن کر شامی سپاہی موقع پر پہنچ گئے اور انہوں نے قطری کو پہچان کر فوراً قتل کر ڈالا۔

قطری کے بعد اس کا ایک ساتھی عبیدہ بن بلال اپنی مختصر جماعت کے ساتھ اٹھا لیکن اس کے پاس کوئی قوت نہ تھی۔ اس لئے وہ سفیان کے ہاتھوں باآسانی زیر ہو گیا اور عبیدہ مارا گیا۔ اس کے قتل کے بعد خوارج کا زور بالکل ختم ہو گیا اور حجاج بن یوسف کی مسلسل مساعی سے حکومت وقت خوارج کے ہاتھوں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو گئی۔

ناخوشگوار واقعہ

اس دوران ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آ گیا۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

"مصعب بن زبیر نے اپنے زمانہ میں فوج کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا تھا۔ عبدالمالک نے بھی اسے برقرار رکھا تھا۔ حجاج نے اسے گھٹا دیا۔ ایک شخص عبداللہ بن جارود کے ساتھ ہو گیا اور بصرہ میں حجاج کے خلاف بغاوت ہو گئی۔ حجاج کے پاس حفاظت کا کوئی سامان نہ تھا۔ ابن جارود نے اس کا خیمہ لوٹ لیا لیکن حجاج کی خوش قسمتی کہ خیمہ لوٹنے کے بعد ابن جارود خاموش ہو گیا۔ حجاج کے مشیروں نے اسے بصرہ چھوڑنے کی رائے دی مگر اس نے ہمت سے کام لیا۔ دو چار دن بعد جب حجاج کے آدمی جمع ہو گئے اس وقت ابن جارود پھر مقابلہ کے لیے اٹھا۔ حجاج نے مقابلہ کیا لیکن ابن جارود کے پاس فوج تھی۔ اس لیے جنگ میں اس کا پلہ بھاری تھا۔ اتفاق سے ابن جارود کو تیر لگا اور وہ ختم ہو گیا۔ حجاج نے ابن جارود کے تمام بڑے بڑے ساتھیوں کو قتل کرا دیا اور عراق میں ایک بڑا انقلاب ہوتے ہوتے رہ گیا۔

حجاج کی سخت گیر پالیسی

حالات ایسے ہو چکے تھے کہ اہل بصرہ حجاج کی سخت گیر پالیسی سے تنگ آ چکے تھے اور سب کے سب عبدالمالک بن مروان کے خلع خلافت اور حجاج سے جنگ کرنے پر تیار نظر آ رہے تھے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ ۸۲ھ کی ابتداء میں عبدالرحمٰن بن محمد نے حجاج کے خلاف جنگ کرنے کی ایک اسکیم تیار کی اور اس نے تیار ہو کر حجاج بن یوسف کے خلاف آواز بلند کر دی۔

اس طرح حجاج بن یوسف نے عبدالرحمٰن بن محمد کو شکست دینے کے لیے کئی بار کئی سنجیدہ اور غیر سنجیدہ کوششیں کیں لیکن ناکام رہے۔ اس طرح عبدالرحمٰن اور حجاج بن یوسف کے درمیان لڑائیوں کا ایک سلسلہ جاری ہو گیا۔ کبھی حجاج بن یوسف غالب ہو جاتا تو کبھی عبدالرحمٰن بن محمد۔

آخرکار ۲۹ محرم ۸۲ھ کو عبدالرحمٰن بن محمد کو شکست ہوگئی اور وہ بصرہ چھوڑ کے بھاگ نکلا بصرہ سے نکل کر اس نے کوفہ اور دار الامارت پر قبضہ کر لیا۔

عبدالرحمٰن بن محمد کے بعد اہل بصرہ نے عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب کے ہاتھ پر بیعت کی اور حجاج بن یوسف سے مقابلے پر اتر آئے۔ اس اختلاف کا یہ نتیجہ ہوا کہ عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حرث نے عبدالمطلب کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کا بصرہ پر قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد ہی عبدالرحمٰن بن محمد کوفہ گیا۔ پھر حالات اس وقت اس قدر بگڑ گئے کہ قابو سے باہر ہو گئے اور اموی سلطنت کے ٹکڑے ہوتے نظر آنے لگے۔

آخرکار اہل عراق نے عبدالمالک کو خط لکھا کہ اگر آپ "حجاج بن یوسف" کو معزول کر دیں تو یہ تمام بدامنی دور ہو سکتی ہے اور تمام کوفہ اور اہل بصرہ کی آبادی خلیفہ کی پر خلوص اطاعت میں رہے گی۔

عراق اور بصرہ سے معزولی

اس پرخلوص درخواست کے جواب میں خلیفہ نے لکھا:

''ہم حجاج بن یوسف کو عراق اور بصرہ سے معزول کئے دیتے ہیں اہل عراق کے وظائف مثل اہل شام کے مقرر کر دیتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن محمد اگر چاہیں تو ان کو بصرہ یا کوفہ کا گورنر بھی مقرر کیا جا سکتا ہے۔''

اموی دور میں اہل عراق کی یہ سب سے بڑی کامیابی تھی۔ پس عبدالرحمٰن بن محمد کو کوفہ اور بصرہ کا گورنر بنا دیا گیا۔ حجاج بن یوسف جنگ پر آمادہ ہوا اور یکم شعبان ۸۳ھ میں جنگ شروع ہوئی اور آخرکار ۱۵ شعبان ۸۳ھ کو عبدالرحمٰن بن محمد نے حجاج بن یوسف کو شکست فاش دی۔

افریقہ پر فوج کشی

یہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ ایک بربری کسیلہ بن مکرم نے بغاوت کر کے شمالی افریقہ کے تمام مسلم مقبوضات چھین لیے تھے۔ عبدالمالک کی تخت نشینی کے بعد جب دوبارہ اموی حکومت قائم ہوئی تو اس نے افریقہ کی طرف توجہ دی۔

۶۹ھ میں خلیفہ عبدالمالک نے حجاج بن یوسف کے مشورہ پر زبیر بن مقیس کو جنہیں افریقہ کے حالات کا کافی تجربہ تھا نے بڑے ساز و سامان کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا اور ان کے افریقہ میں داخل ہونے کے وقت کسیلہ قیروان میں تھا یہاں مسلمانوں کی کافی تعداد آباد تھی اور اس لئے کسیلہ نے یہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور ایک محفوظ مقام ممش چلا گیا۔ زبیر کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو وہ قیرورن میں دو چار دن آرام کرنے کے بعد کسیلہ کی تلاش میں نکلے اور ممش کے مقام پر ان کا آمنا سامنا ہوا۔ کسیلہ کے ساتھ رومیوں اور بربریوں کی بہت تعداد تھی۔

کسیلہ اور مسلمانوں میں شدید جنگ ہوئی جس میں مسلمان جانبازوں نے جان کی بازی لگا دی اور میدان ان کے ہاتھ رہا اور کسیلہ کو شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔ بربری اور رومیوں کی بڑی تعداد کو قتل کر دیا گیا جن میں افریقہ کے بڑے بڑے ممتاز امراء اور عمائد تھے۔ اس کامیابی سے مسلمانوں کی اکھڑی ہوئی ساکھ پھر قائم ہو گئی۔

زبیر کی شہادت اور افریقہ میں دوبارہ انقلاب

جس زمانے میں زبیر افریقہ کی مہم میں معروف تھے اس وقت رومیوں نے میدان خالی دیکھ کر برقہ پر حملہ کیا اور ایک بڑے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ اسی دوران زبیر واپس آ گئے اور رومیوں سے میدان لگ گیا۔ دونوں کی تعداد میں بڑا فرق تھا لیکن کم تعداد کے باوصف زبیر نے مسلمانوں کی آہ و فغاں پر زیادہ توجہ نہ دی اور میدان جنگ میں نکل گئے۔ اس لیے مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ زبیر قتل ہوئے۔ مسلمانوں کی بہت تھوڑی تعداد زندہ بچی اور مسلمانوں کے تمام مقبوضات تقریباً ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔

دوبارہ فوج کشی اور قبضہ

عبدالمالک کو زبیر کے قتل کا بڑا صدمہ ہوا۔ لیکن یہ وہ زمانہ تھا کہ وہ ہمہ تن ابن زبیر کے مقابلہ میں مشغول تھا اس لیے اس وقت افریقہ کی طرف توجہ نہ کر سکا۔ ادھر سے فرصت پانے کے بعد ۷۴ھ میں اس نے حسان بن نعمان غسانی والی برقہ کو چالیس ہزار فوج کے ساتھ افریقہ بھیجا اور مصر کی کنجی اس کے حوالے کر دی کہ وہ جس طرح چاہے اس کو افریقہ کی مہم میں استعمال کرے۔

ایک روایت یہ ہے کہ اتنا بڑا اسلامی لشکر اس سے پہلے افریقہ نہ گیا تھا افریقہ کی بغاوت میں رومی بربریوں کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ اور سسلی اور سپین تک کی حکومتیں بربریوں کی مدد کرتی تھیں۔ اس لیے اس مرتبہ حسان نے ان کا زور توڑنے کا عزم کیا۔ اس وقت شمالی افریقہ قرطاجنہ کی حکومت میں سے ممتاز اور قسطنطنیہ کی مرکزی حکومت کی باجگوار تھی۔

دارالسلطنت قرطاجنہ بحر روم کے ساحل پر نہایت خوبصورت اور مستحکم شہر تھا۔ اس لئے حسان قیروان ہوتے ہوئے قرطامیہ جا پہنچے اور یہاں پر پہلے ہی رومیوں نے بربریوں کا انبوہ عظیم جمع کر رکھا تھا۔ اس میں سپین تک کے رومی شامل تھے۔ دونوں میں سخت مقابلہ ہوا۔ دارالسلطنت قرطاجنہ پر حسان کا قبضہ ہو گیا اور انہوں نے یہاں کے تمام استحکامات مسمار کر دیئے۔

قرطاجنہ کی ہزیمت خوردہ رومی اور بربری صطفورہ اور بنیغرت میں جمع ہوئے اس لیے قرطاجنہ کے بعد حسان صطفورہ پہنچے اور ان کو شکست دے کر سارے علاقے میں فوجیں پھیلا دیں۔ اس شکست سے رومیوں اور بربریوں میں بڑا خوف پھیل گیا۔ اور رومی باجہ میں اور بربری جونہ میں قلعہ بند ہو گئے۔

ملکہ وامیہ کا قبضہ

اس مرتبہ حسان نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ افریقہ کی ان تمام طاقتوں کا جن کا بربری اور رومی سہارا لے سکتے ہوں خاتمہ کر دیں تاکہ پھر وہ بغاوت کی ہمت نہ کریں اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کی ہیبت بیٹھ جائے۔

قرطاجنہ کی حکومت کے بعد اس زمانہ میں جبل اور اس کی ملکہ وامیہ کا جو کاہنہ کے لقب سے مشہور تھی، بڑا اثر تھا اور اسے سارے شمالی افریقہ کے حامی بربری مانتے تھے۔ چنانچہ

سکلیہ بن عکرم کے قتل کے بعد وہ اسی کے پاس جمع ہو گئے حسان کو یہ معلوم ہوا کہ اگر اسے ختم کر دیا جائے تو افریقہ میں اس کا کوئی مزاحم باقی نہ رہے گا۔

اس لیے چند دن قیروان میں آرام کرنے کے بعد انہوں نے جبل کا رخ کیا۔ ملکہ وامیہ کے پاس پہلے سے رومی اور بربری جمع تھے۔ انہیں ساتھ لے کر وہ مقابلے کے لیے نکلی۔ دریائے سکناقہ پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد حسان نے شکست فاش کھائی۔ بہت سے مسلمان قتل و گرفتار اور تمام اسلامی مقبوضات ملکہ وامیہ کے قبضے میں آ گئے۔

آخری فوج کشی اور افریقہ پر قبضہ

اس شکست کے بعد حسان، برقہ چلے گئے اور عبدالمالک کو اطلاع دی۔ اس وقت اندرون ملک خوارج کا ہنگامہ مچا تھا اس لیے عبدالمالک کوئی مدد نہ کر سکا اور پانچ سال تک ملکہ وامیہ شمالی افریقہ پر مسلط رہی۔ خوارج سے فراغت کے بعد ۷۸ھ میں عبدالمالک نے تازہ دم فوجیں بھیج کر حسان کو پھر افریقہ پر فوج کشی کا حکم دیا۔

گزشتہ جنگ میں جو مسلمان گرفتار ہوئے اور جنہیں ملکہ وامیہ نے ان سب کو رہا کر دیا تھا۔ صرف ایک خالد بن یزید قیسی کو روک لیا تھا اور اسے اپنا لڑکا بنا کر اپنے بیٹوں کے ساتھ کر دیا تھا۔ حسان نے خالد کو خفیہ خط لکھ کر وہاں کے حالات پوچھے۔

انہوں نے جواب دیا:

"اس وقت رومی اور بربری منتشر ہو چکے ہیں۔ میدان بالکل خالی ہے۔" یہ جواب پا کر حسان فوراً روانہ ہو گئے۔

ملکہ وامیہ کو اس کا علم ہو گیا۔ اس وقت اس کے پاس مدافعت کی کوئی قوت نہ تھی۔ اس لئے اسے اپنی حکومت کے خاتمہ کا یقین ہو گیا۔ تاہم اس نے مسلمانوں کو روکنے کی تدبیر کی۔ اسے یقین تھا کہ مسلمان دولت کی طمع میں آتے ہیں اس لیے اس نے حصول دولت کے تمام ذرائع بڑے بڑے شہروں، آبادیوں، اور سرسبز شاداب علاقوں کو جو دو ہزار میل میں پھیلے ہوئے تھے، بالکل ویران کرا دیا کہ مسلمان وہاں کا رخ نہ کریں اور اگر آئیں تو ان کے ہاتھ کچھ نہ آئے۔ اس ویرانی سے ملک بالکل تباہ ہو گیا اور یہاں کے باشندے پاس کے جزیروں میں منتقل ہو گئے۔

افریقہ کی اس ویرانی و بربادی سے کل رعایا تباہ اور ملکہ وامیہ کے خلاف ہو گئی

انہوں نے حسان سے فریاد کی اور ملکہ کے مقابلہ میں ان کا ساتھ دیا چنانچہ قابض اور قبضہ کے باشندوں نے جو اس سے پہلے اسلامی حکومت سے بغاوت کر چکے تھے خود سے اطاعت قبول کر لی اس طرح قسطلیلہ اور نفزادہ پر بلا کسی مزاحمت کے قبضہ ہو گیا۔

ملکہ دامیہ صورتحال کے باوصف مقابلے کو نکلی۔ مسلمانوں اور ملکہ دامیہ کے درمیان شدید جنگ ہوئی اور ملکہ دامیہ شکست کھا کر قتل ہوئی۔

شکست خوردہ بربریوں نے حسان کی اطاعت قبول کر لی اور ان میں سے بہت سے بربری مسلمان ہو گئے۔ ملکہ کے قتل کے بعد حسان نے اس کے لڑکوں کی جان بخشی کر دی اور نو مسلم بربریوں کی ایک فوج بنا کر اس کا ان کو افسر مقرر کر دیا۔ ملکہ دامیہ کے بعد افریقہ میں کوئی حریف باقی نہ رہا اور یہاں بکثرت اسلام پھیلنا شروع ہو گیا اور اس مہم کی تکمیل کے بعد حسان قیروان واپس آ گئے۔

سیستان کی مہم

زتیل کی بغاوت

عبداللہ بن زبیر کے ہنگامہ کے دوران سیستان کے علاقے کا ایک ترک فرمانروا ''زتیل'' باغی ہوگیا۔ ۷۴ھ میں امیہ بن عبداللہ والی خراسان نے اپنے بیٹے عبداللہ کو اس کی تادیب پر مامور کیا۔ جب وہ ''نبست'' پہنچے تو زتیل اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہوگیا اور بہت سا سامان پیش کر کے صلح کرنی چاہی لیکن عبداللہ نے منظور نہ کیا اور پیش قدمی جاری رکھی۔

زتیل نے کوئی مزاحمت نہ کی بلکہ عبداللہ کو راستہ دے دیا۔ یہ اپنی ناعاقبت اندیشی سے آگے بڑھتے چلے گئے اور واپسی کے راستوں کی حفاظت کا کوئی سامان نہ کیا۔ سیستان کا علاقہ پیچ در پیچ اور پہاڑی ہے۔ عبداللہ جب بیچ میں پہنچے اس وقت زتیل نے ناکہ بندی کر کے ہر طرف سے انہیں گھیر لیا۔ اب عبداللہ کو غلطی کا احساس ہوا اور انہیں زتیل سے راستہ چھوڑنے کی درخواست کرنا پڑی۔ اس نے آئندہ فوج کشی نہ کرنے کا تحریری وعدہ لے کر راستہ دے دیا اور عبداللہ جان بچا کر واپس ہوئے۔ جب عبدالمالک کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے عبداللہ کو معزول کر دیا۔

دوسرا حملہ اور شکست

زتیل کا رویہ کچھ دنوں تک ٹھیک رہا پھر اس نے سرکشی شروع کر دی اس لیے ۷۸ھ میں حجاج نے دوبارہ عبداللہ بن بکرہ کو اس کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ وہ ۷۹ھ میں سیستان پہنچے اور زتیل کے علاقے میں گھس کر بہت سے قلعے مسمار کر دیے۔ لیکن اس نے بھی وہی غلطی کی جو عبداللہ بن امیہ کر چکے تھے یعنی وہ بغیر واپسی کا سامان کئے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ اس لیے زتیل نے ان کی بھی ناکہ بندی کر دی اور ابن ابی بکرہ کو سات لاکھ درہم دے کر جان چھڑانی

پڑی۔لیکن ایک پرجوش مجاہد شریح بن ہانی کو یہ ننگ گوارہ نہ ہوا۔
پس انہوں نے کہا:
''اگر تم نے یہ شرط منظور کرلی تو اس نواح میں اسلام ہمیشہ کے لیے کمزور ہو جائے گا۔تم موت سے جسے ایک دن آنا ہے بھاگنا چاہتے ہو اور جس کا ایک دن متعین ہے۔''
یہ کہہ کروہ جانباز جماعت کے ساتھ مڑ کر مردانہ وار شہادت کے درجے پر فائز ہو گئے۔ بہت سے لوگ کسی نہ کسی طرح مرنے کے لیے واپس آئے۔ بہت سے لوگ راستہ کی مشکلات کا شکار ہوئے جن میں خود ابی بکرہ بھی شامل تھے۔

تیسری فوج کشی

اس معرکہ میں مسلمانوں کا کافی جانی اور مالی نقصان ہوا۔ اس لیے حجاج نے ۸۰ھ میں پھر ایک تجربہ کار اور آزمودہ کار بہادر عبدالرحمٰن بن محمد اشعث کو ایک لشکر جرار کے ساتھ روانہ کیا۔انہیں دیکھ کر زنتبل بہت گھبرایا اور اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہو گیا۔لیکن ابن اشعث نے منظور نہ کیا اور زنتبل کے مقبوضات میں گھس گئے۔زنتبل نے انہیں بھی اسی جال میں پھانسنا چاہا لیکن وہ بڑے تجربہ کار تھے اس لیے کہ وہ جتنا علاقہ فتح کرتے تھے اس کی حفاظت اور واپسی کا پورا انتظام کر کے آگے بڑھتے تھے۔ اس طرح انہوں نے زنتبل کے علاوہ اس کا بڑا حصہ چھین لیا۔ سیستان کا پہاڑی علاقہ دشوار گزار تھا اس لیے ایک حصہ فتح کرنے کے بعد فوجوں کو آرام دینے اور مقبوضہ علاقے کا انتظام کرنے اور باقی حصہ کا جغرافیہ معلوم کر کے باقی مہم آئندہ پر ملتوی کی اور حجاج کو اس کی اطلاع دے دی۔حجاج ،ابن اشعث سے کبیدہ خاطر تھا اس لیے ان کے خط کے جواب میں لکھا:

> ''تمہارا خط راحت پسند اور آرام طلب آدمی کا خط ہے، ایک دشمن کے مقابلہ میں جس کے ہاتھوں مسلمانوں کو کافی نقصان پہنچ چکا ہے،آرام کرنا چاہتے ہو۔میرا خط دیکھتے ہی فوراً پیش قدمی شروع کر دو۔''
>
> اس خط کے بعد اور کئی تاکیدی احکام بھیجے،آخر میں حکم دیا کہ:
>
> ''اگر تم سے اس کی تعمیل نہیں ہو سکتی تو فوج کی کمان اپنے بھائی اسحاق بن محمد کے ہاتھ میں دے کر تم الگ ہو جاؤ''۔

عراق میں انقلاب

ابن اشعث کی بغاوت

ابن اشعث کو اس کا یقین تھا کہ حجاج اپنی پرانی عداوت نکالنا چاہتا ہے۔ اس لیے وہ بھی اس کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا اور اپنی ماتحت فوج سے کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں، تمہارے ہی فائدے کو پیش نظر رکھ کر میں نے ایک سال کے لیے سیستان کی مہم ملتوی کر دی تھی اور تمہارے تمام تجربہ کار آدمی میری اس رائے سے متفق تھے لیکن حجاج اس کو میری کمزوری پر محمول کر کے فوج کشی پر مصر ہے۔ زنتیل کا ملک وہ ہے جس میں تمہارے بہت سے بھائی عجلت اور ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں میں اس بارے میں تم لوگوں کی مرضی کا پابند ہوں۔"

حجاج کی سخت گیری، اس کے مظالم اور ناپسندیدہ عمل سے سب نالاں تھے۔ اس لیے فوج نے ابن اشعث کا ساتھ دیا اور حجاج کے مقابلہ کے لیے اس کے ہاتھوں پر بیعت کر لی۔ فوج کے علاوہ ہزاروں آدمی ابن اشعث کے ساتھ ہو گئے۔ بہت سے قاری، حافظ اور علماء نے جن میں امام شعبی، سعید بن جبیر اور ابراہیم جیسے اکابر تابعین شامل تھے۔ ابن اشعث کا ساتھ دیا۔ فوج کی بغاوت اور ان بزرگوں کی شرکت سے سارے عراق میں حجاج کے خلاف شعلے بھڑک اٹھے۔

حجاج کی مخالفت کے ساتھ ہی ابن اشعث نے زنتیل سے مصالحت کر لی کہ اگر وہ حجاج کے مقابلہ میں کامیاب ہوا تو اس کا خراج ہمیشہ کے لیے معاف کر دیا جائے گا اور اگر ناکام رہا تو زنتیل اس کی مدد کرے گا اور وہ سیستان کے مفتوحہ علاقے میں اپنے عمال مقرر کر کے حجاج کے مقابلہ کے لیے عراق روانہ ہو گیا۔

اس بغاوت کا آغاز اگرچہ حجاج کی مخالفت سے ہوا لیکن اس کا لازمی نتیجہ حکومت

سے تصادم تھا اس کے عراق پہنچنے کے بعد فوج نے عبدالمالک سے بھی فسخ بیعت کا اعلان کر دیا اور ابن اشعث کے ہاتھوں پر کتاب اللہ سنت رسول اور گمراہیوں سے جہاد پر بیعت کرلی۔

نصیرہ پر ابن اشعث کا قبضہ

حجاج کو یہ حالات معلوم ہوئے تو وہ عبدالمالک کو اس کی اطلاع بھیج کر خود ابن اشعث کے مقابلے پر نکلا۔ تستر کے قریب دونوں کا مقابلہ ہوا۔ حجاج کو شکست ہوئی اور وہ نصیرہ لوٹ گیا۔ ابن اشعث نے اس کا تعاقب کیا۔

اہل عراق شورش پسند تھے اور حجاج کی زیادتیوں سے بھی نالاں تھے۔ اس لیے ابن اشعث کا سہارا پا کر اہل بصرہ حجاج کے خلاف ہو گئے۔ یہاں مخالفت کے آثار دیکھ کر حجاج بصرہ سے نکل گیا اور اہل بصرہ بھی ابن اشعث کے ساتھ ہو گئے اور ذی الحجہ ۸۱ھ میں وہ بصرہ میں داخل ہو گیا۔

ابن اشعث کی پہلی شکست

حجاج، بصرہ کے قریب ہی مقام ''زاویہ'' پر فوجوں کے ساتھ گھر گیا تھا۔ اس لیے بصرہ پر ابن اشعث کے قبضہ کے بعد آغاز ۸۲ھ میں پھر جنگ شروع ہوگئی۔ ابن اشعث نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ حجاج کے قدم اکھڑتے اکھڑتے رہ گئے۔ لیکن خونریز معرکوں کے بعد آخر میں ابن اشعث کو شکست ہوئی۔ اس کی سپاہ کا بڑا حصہ کام آیا۔ شکست کے بعد وہ بصرہ چھوڑ کر کوفہ چلا گیا۔ بصرہ کے بہت سے عمائدین نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ اس کے جو مددگار بصرہ میں رہ گئے تھے انہوں نے عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ کو امیر بنا کر حجاج کا نہایت زبردست مقابلہ کیا۔ حجاج کے قدم اکھڑتے اکھڑتے رہ گئے بہرحال چند معرکوں کے بعد یہ لوگ بھی کوفہ چلے گئے۔

کوفہ پر قبضہ

کوفہ پہنچنے کے بعد ابن اشعث کے آدمیوں نے وہاں کے اموی حاکم عبدالرحمٰن بن عباس کو نکال دیا۔ حجاج کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بصرہ سے کوفہ پہنچا۔ اس وقت ابن اشعث کی قوت پھر مجتمع ہو چکی تھی اور اس کے ساتھ دو لاکھ آدمی تھے۔ ابن شعث حجاج کے مقابلہ کے لیے نکلا اور دونوں میں ایک بڑے عرصے تک خونریز جنگ ہوتی رہی۔ لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔

بغاوت روز بروز نازک شکل اختیار کرتی جا رہی تھی۔ سارے عراق میں اس کے شعلے بھڑک اٹھے تھے اس لیے عبدالمالک نے حجاج کو جس کی مخالفت میں یہ بغاوت برپا ہوئی تھی عراق کی حکومت سے معزول کر دینے کا ارادہ کیا اور اپنے لڑکے عبداللہ اور بھائی محمد کو بھیجا کہ وہ جا کر اہل عراق سے کہیں کہ ان کو اگر حجاج کی حکومت سے اختلاف ہے تو اس کو معزول کر کے محمد بن مروان کو عراق کا حاکم بنا دیا جائے گا۔ عراقی فوج کو شامی فوج کے برابر تنخواہیں دی جائیں گی اور ابن اشعث جس مقام کی حکومت پسند کرے گا زندگی بھر کے لیے وہاں کا حاکم بنا دیا جائے گا اور اگر اہل عراق اس پر بھی بغاوت سے باز نہ آئیں تو حجاج بدستور حاکم رہے گا اور اسے یہ اختیار ہوگا کہ جس طرح چاہے اسے مطیع بنائے۔

عبداللہ اور محمد نے اہل عراق کو عبدالمالک کا یہ پیغام سنایا۔ ابن اشعث نے بھی اسے منظور کر لینے کی رائے دی۔ لیکن عراقی فطری طور پر شورش پسند ہے اس لیے انہوں نے منظور نہ کیا اور اپنی ناعاقبت اندیشی سے اس پیش کش کو مسترد کر کے حجاج کو اپنے اوپر مسلط رہنے کا موقع دے دیا۔

ابن اشعث کی شکست اور عراق پر حجاج کا قبضہ

ان کے انکار پر حجاج کو انتقام لینے کا موقع مل گیا چنانچہ پھر فریقین میں جنگ شروع ہوگئی اور کئی مہینوں کے خونریز معرکوں کے بعد ۸۳ھ میں عراقیوں نے نہایت فاش شکست اٹھائی۔ ابن اشعث شکست کھا کر بصرہ چلا گیا۔ اور حجاج نے کوفہ میں داخل ہو کر یہاں کے باشندوں سے بزور شمشیر بیعت لی۔ جس نے ذرا بھی تامل کیا اسے بے دریغ قتل کر دیا گیا۔

ابن اشعث کے بصرہ پہنچنے کے بعد شکست خوردہ عراقی اس کے پاس پہنچ گئے اور اس کے علاوہ اور بہت سے مددگار جمع ہو گئے۔ انہیں لے کر وہ پھر حجاج کے مقابلے کیلئے نکلا۔ ۸۴ھ میں دونوں میں آخری مقابلہ ہوا اور اہل عراق نے بڑی جوانمردی سے مقابلہ کیا۔ لیکن آخر میں شکست ہوئی اور اس شکست نے ابن اشعث کی کمر توڑ دی اور وہ میدان جنگ سے بھاگ کر سیستان چلا گیا۔ سیستان میں اس کے عمال موجود تھے۔ حجاج بن یوسف نے اس کا تعاقب کیا لیکن ابن اشعث لڑتا ہوا لیست نکل گیا اور یہاں کے والی عیاض بن ہمیان نے اسے عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا۔ لیکن اس کے بعد اس کی نیت بدل گئی اور حجاج بن یوسف سے سرخروئی حاصل کرنے کیلئے اس نے اسے قید کر دیا۔

حجاج کی مخالفت کے ساتھ ہی ابن اشعث نے زتبیل سے مصالحت کر لی کہ اگر وہ حجاج کے مقابلہ میں کامیاب ہوا تو اس کا خراج ہمیشہ کے لیے معاف کر دیا جائے گا۔ اور اگر ناکام رہا تو زتبیل اس کی مدد کرے گا اور سیستان کا مفتوحہ علاقے میں اپنے عمال مقرر کر کے حجاج کے مقابلہ کے لیے عراق روانہ ہو گیا تھا۔

زتبیل کا انتباہ

جب زتبیل کو ابن اشعث کی گرفتاری کی اطلاع ملی تو اس نے عیاض کو لکھا کہ۔

"اگر ابن اشعث کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچا تو تمہاری خیر نہیں ہے۔"

چونکہ زتبیل اس علاقے کا بڑا ممتاز حکمران تھا۔ اس لئے عیاض نے ڈر کر ابن اشعث کو رہا کر دیا اور وہ زتبیل کے ہاں چلا گیا جس نے اس سے بڑا شریفانہ سلوک کیا۔

گو اہل عراق کو حجاج کے مقابلہ میں شکست فاش ہوئی تھی۔ لیکن اس کے باوصف بھی ہزاروں آدمیوں نے اس کی اطاعت قبول نہ کی تھی۔ یہ سب کے سب کسی نہ کسی طرح سیستان پہنچے اور زرنج پر قبضہ کر لیا اور ابن اشعث کو رہنمائی کیلئے بلا بھیجا اور وہ ان کی دعوت پر زرنج پہنچا اور ان کے ساتھ ہرات کی جانب بڑھا۔

- ہرات پہنچ کر ایک ممتاز امیر عبیداللہ بن معمر قریشی دو ہزار سپاہ لے کر الگ ہو گیا اور اس کی علیحدگی پر اشعث نے کہا۔

"میں ایک محفوظ مقام پر چلا گیا تھا اور تم لوگوں نے خود مجھ کو بلا بھیجا اور جب میں آیا تو ساتھ چھوڑ کر چل دیئے۔ اس لئے میں اپنے مقام پر واپس چلا جاتا ہوں۔"

چنانچہ وہ زتبیل کے ہاں واپس لوٹ گیا۔

ابن اشعث کی گرفتاری اور قتل

حجاج کو جب اس کی خبر ہوئی کہ ابن اشعث نے زتبیل کے دامن میں پناہ لی ہے تو اس نے زتبیل کو لکھا:

"ابن اشعث کو میرے پاس بھجوا دو ورنہ تمہارا ملک پامال کر ڈالوں گا۔"

زتبیل کی غیرت نے اسے گوارا نہ کیا لیکن ابن اشعث کے ایک دشمن عبید بن ربیع نے زتبیل کو حجاج کے انتقام سے ڈرا کر اس شرط پر آمادہ کر لیا کہ اگر ابن اشعث کو حوالے کر دے

تو سات برس تک اس سے خراج نہ لیا جائے گا۔ چنانچہ خلاف روایت زتبل نے اس کا سر قلم کر کے بھجوا دیا یا زندہ حوالے کر دیا یا راستے میں ابن اشعث نے خودکشی کر لی۔

یہ واقعہ ۸۵ھ کا ہے۔

ابن اشعث کے خاتمہ کے بعد عراق میں امن وسکون ہو گیا۔ حجاج نے ائمہ تابعین میں سعید بن جبیر کے علاوہ باقی بزرگوں کو معاف کر دیا اور سعید بن جبیر کو کئی برس کے بعد ولید کے زمانہ میں شہید کر دیا۔

جھگڑا نامزدگی ولی عہد

مروان نے عبدالمالک کے بعد دوسرے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد بنایا۔ لیکن نے اپنی وفات سے کچھ دنوں پیشتر ۸۵ھ میں عبدالعزیز کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکے ولید کو ولی عہد بنانا چاہا لیکن پھر تھوڑے ہی دنوں بعد عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد عبدالمالک نے علی الترتیب اپنے دونوں لڑکوں ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنا کر ان کی بیعت لے لی۔ مسلمانوں نے تو بیعت کر لی لیکن سعید بن میتب نے انکار کیا اور فرمایا:

"میں ایک خلیفہ کی زندگی میں دوسرے کی بیعت نہیں کر سکتا"

یہ بڑے محترم بزرگ تھے۔ پس ان کے انکار کا دوسروں پر بھی اثر ہوا۔ اس لیے ہشام بن عبدالمالک حاکم مدینہ نے ان پر بڑی سختیاں کیں۔ کوڑوں سے پٹوایا اور تشہیر کر کے قید کر دیا لیکن یہ اپنی ضد پر قائم رہے۔ عبدالمالک کو اس کی خبر ہوئی تو ہشام کے فعل پر ناپسندیدگی ظاہر کی اور ابن میتب کو معذرت کا خط لکھا:

"یہ واقعہ بغیر میری مرضی اور میرے علم کے پیش آیا ہے"

اس کے ساتھ ہی ہشام کو تنبیہ کی:

"ابن میتب ہرگز اس سلوک کے مستحق نہ تھے۔ ان کی ذات سے کسی کو کوئی خطرہ نہیں ہے اس تنبیہ پر ہشام کو بڑی ندامت ہوئی۔

خلیفہ عبدالمالک کی علالت اور وفات

۸۶ھ میں عبدالمالک مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ انہوں نے اس دوران بچوں کو نصیحت کی: "خدا کا خوف ہمیشہ کرنا۔ تم میں سے جو بڑا ہو وہ چھوٹے کا لحاظ کرے۔ حجاج کا احترام کرنا۔ شریفوں کے ساتھ بھلائی کرنا اور ان کا حق ادا کرنا۔"

ان کا شوال ۸۶ھ میں انتقال ہوا۔ سرزمین دمشق میں دفن ہوئے۔ مدت خلافت ۲۱ سال۔ عبدالمالک کی بہت سی اولادیں تھیں۔

کارنامے خلیفہ عبدالمالک

عبدالمالک اموی حکومت کے دوسرے بانی ہیں۔ معاویہ بن یزید کی دست درازی کے بعد اموی حکومت تقریباً ختم ہوگئی تھی اور ساری دنیائے اسلام نے عبداللہ بن زبیر کو خلیفہ مان لیا تھا۔ مروان کو اتنی کامیابی ہوئی کہ اس نے شام پر قبضہ کر کے دوبارہ مرکزی حکومت قائم کر دیا۔ لیکن مصر لینے کے بعد اس کا وقت آخر ہوگیا اور اس کو زیادہ موقع نہ ملا۔

عبدالمالک کے ہاتھ میں جس وقت زمام حکومت آئی۔ اس وقت ساری دنیائے اسلام پر آشوب ہو رہی تھی۔ اس کے زمانہ میں بڑے بڑے انقلابات اور حوادث ہوئے۔ عبداللہ بن زبیر کے علاوہ مختار ثقفی کا خروج، خوارج کی شورش اور ابن اشعث کی انقلاب انگیز بغاوت اس زمانے میں ہوئیں لیکن عبدالمالک نے تمام مشکلات پر قابو پانے کے بعد دوبارہ اموی حکومت مضبوط کر دی۔

عبدالمالک بڑے قوی دل اور مستقل مزاج تھے۔ نازک سے نازک حالات سے بھی نہ گھبراتے تھے۔ اس دور میں بعض ایسے ناروا واقعات ظہور پذیر ہوئے جنہوں نے عبدالمالک کے دامن کو داغدار کرنے کی کوشش کی مگر عبدالمالک نے ہر کام اور ہر ایک مقابلہ پر استقامت کا ثبوت دیا۔

گو خلیفہ عبدالمالک کے عہد میں بعض ایسے واقعات بھی ظہور پذیر ہوئے جن سے اس کے دامن پر دھبہ آتا ہے جن کا مختصر تذکرہ حسب ذیل ہے۔

گو کہ یہ واقعات بعض ناگزیر وجوہات کا نتیجہ تھے۔ لیکن ان میں سے بہت سے معاملات میں حجاج بن یوسف اور دوسرے عمال کا ہاتھ تھا۔ لیکن خلیفہ عبدالمالک کو ان سے یکسر بری قرار اس لئے نہیں دیا جا سکتا کہ اس نے اپنے عمال کا بالعموم اور حجاج بن یوسف کا بالخصوص ہاتھ نہیں روکا اور انہیں اپنی من مانی کرنے کی کھلی اجازت دے دی تھی۔

خانہ کعبہ پر سنگ باری

خانہ کعبہ پر سنگ باری کا سبب یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر حرم میں قلعہ بند تھے۔ یہاں ان کی فوج اور سامان رسد تھا۔ عبداللہ بن زبیر اگرچہ ایک جلیل القدر صحابی تھے لیکن حکومت کے نقطہ نظر سے باغی تھے۔ اس لیے حجاج کو حرم میں ہی ان کا مقابلہ کرنا پڑا اور چونکہ وہ کعبہ کو آڑ بنائے ہوئے تھے اس لیے ناگزیر طور پر اس پر بھی پتھر گرے جس سے اس عمارت کو نقصان پہنچا۔ اگرچہ ابن زبیر کے خاتمہ کے بعد حجاج نے فوراً خانہ کعبہ کو صاف کیا اور عبدالمالک نے یہ عمارت درست کرائی مگر حجاج کا یہ فعل حرم کی عظمت اور حرمت کے منافی تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ستم

حضرت انس بن مالک بھی حجاج کو پسند نہ کرتے تھے اور ان کا قیام بصرہ میں تھا۔ اس لیے حجاج کی نظر میں وہ بھی باغی تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان سے بھی باز پرس کی۔

انہوں نے پوچھا:

"یہ دورنگی کہ کبھی مختار کے ساتھ تو کبھی ابن اشعث کے ساتھ تم کو سخت سزا ملے گی

حضرت انس نے پوچھا:

"امیر یہ کس کے بارے میں کہہ رہے ہیں"؟

حجاج نے چڑ کے کہا:

"خدا تم کو برا کرے۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں"

اور حجاج نے آپ کی گردن پر مہر لگوائی۔

حضرت انس نے اس کی شکایت عبدالمالک سے کی تو اس نے اسی وقت حجاج کو غضب آلود خط لکھا:

> "تم اپنی اوقات اس قدر بھول گئے اور تمہاری یہ جرأت ہے کہ تم خادم رسول سے گستاخی کرتے ہو۔ میرا خط پاتے ہی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی رضامندی حاصل کرو ورنہ تم کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

یہ خط پا کر حجاج نے اپنے درباریوں کے ساتھ حضرت انس بن مالک کی خدمت میں پاپیادہ حاضر ہو کر ان سے معافی چاہی اور پھر ان کی خوشنودی کا خط لے کر عبدالمالک کے پاس بھیجا۔

حقیقت یہ ہے کہ عبدالمالک خود ظلم وزیادتی کو ناپسند کرتے تھے۔ چنانچہ جب اس کو معلوم ہوا کہ ابن اشعث خفا ہیں تو انہوں نے حجاج کو خط لکھا:

خط عبدالمالک

''امابعد! امیر المومنین کو خوں ریزی میں تمہاری زیادتی اور مال میں اسراف کی خبر ملی۔ امیر المومنین ان دونوں باتوں کو کسی کے لیے بھی برداشت نہیں کر سکتے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ قتل خطا میں تم سے دیت اور قتل عمد میں قصاص لیا جائے گا۔ اور جو مال تم نے بے جا صرف کیا ہے اسے واپس کرنا ہوگا اور اس کے مصرف پر بعد میں غور کیا جائے گا۔ امیر المومنین، خدا کے رفیق ہیں۔ ان کے نزدیک کسی کا حق روکنا اور ناحق دینا دونوں برابر ہیں۔ اگر اس سے تمہارا مقصد یہ ہے کہ لوگ تمہارے ہو جائیں تو ان سے تم کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ تم کو امیر المومنین کی جانب سے نرمی اور سختی برداشت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اطاعت ہی میں تمہاری بھلائی ہے اور سرکشی میں خرابی ہے۔ امیر المومنین کی ذات سے اپنی خطاؤں کو برداشت کرنے کے علاوہ اور ہر چیز میں حسن ظن رکھ سکتے ہو۔ جب خدا تم کو کسی قوم کے مقابلہ میں فتح یاب کرے تو مصلح لوگوں اور قیدیوں کو ہرگز نہ قتل کرنا چاہیے۔''

جواب حجاج

پس حجاج نے اس کی معذرت میں لکھا:،

امابعد! امیر المومنین کا فرمان جس میں خوں ریزی میں میری زیادتی اور مال میں اسراف کا ذکر تھا ملا۔ اپنی عمر کی قسم جس سزا کے مستحق تھے اسے پوری نہ دے سکا اور اہل طاعت جس صلہ کے مستحق تھے اسے پورا نہ کر سکا۔ اگر ان نافرمانوں کا قتل، زیادتی اور اہل طاعت کو دینا اسراف ہے تو جو کچھ ہو چکا وہ ہو چکا۔ آئندہ کے لیے امیر المومنین میرے لیے ایک حد مقرر کر دیں کہ میں اس سے تجاوز نہ کروں۔ خدا کی قسم نہ مجھ پر دیت ہے اور نہ قصاص کہ میں نے قتل کر کے کوئی غلطی نہیں کی ہے۔ جنہیں میں نے دیا ہے آپ ہی کے لیے

دیا ہے اور جنہیں قتل کیا ہے آپ ہی کے لیے کیا ہے۔ میں آپ کے دونوں طرز عمل نرمی اور سختی کو اٹھانے کے لیے تیار ہوں۔"

عبدالمالک کا یہ خط اس کی سیاست کے اندازے کے لیے کافی ہے۔ وہ طبعاً رعایا پر ظلم وزیادتی کو پسند نہ کرتا تھا اور لوگوں کو ممانعت کر دی تھی کہ وہ ایسی باتیں نہ کریں جو رعایا کے خلاف بھڑکانے والی ہوں کہ اس کے ساتھ نرمی کی زیادہ ضرورت ہے۔ چنانچہ اپنے بھائی عبدالعزیز کو مصر کی حکومت پر بھیجتے وقت عمال کو نرمی اور خندہ پیشانی اختیار کرنے کی ہدایت کی تھی۔ ان میں یہ بھی تھا کہ ہر کام اور بات میں نرمی کو ترجیح دے۔

مدینہ میں تقریر

خصوصاً حرمین کے بزرگوں کے ساتھ ان کا طرز عمل بڑا شریفانہ تھا۔ ۷۵ھ میں جب وہ حج کے سلسلے میں مدینہ حاضر ہوا تو اس نے اہل مدینہ کے سامنے تقریر کی۔ اس کے بعد حکومت کے ایک اور رکن کھڑے ہوئے۔ انہوں نے مدینہ کے گزشتہ واقعات کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"جو کچھ ہوا وہ تمہاری نافرمانی اور بنی امیہ اور امیر المومنین کے ساتھ تمہارے ناپسندیدہ طرز عمل کا نتیجہ تھا۔ تم لوگوں کی مثال اس قریہ جیسی ہے جس کا قرآن میں خدا نے ذکر کیا ہے۔"

وہ امن واطمینان کے ساتھ ہے اور ہر جگہ سے فراغت کے ساتھ ان کے پاس رزق پہنچتا تھا مگر انہوں نے اللہ کی ناشکری کی۔ اس کردار کا اللہ تعالیٰ نے ان کو مزہ چکھایا اور بھوک اور خوف کو ان کا لباس بنا دیا۔

یہ سن کر مدینہ کے ایک بزرگ ابن عبداللہ نے کہا:

"تم جھوٹ کہتے ہو۔ ہم لوگ ایسے نہیں ہیں اس آیت کے بعد کا حصہ بھی تو پڑھو" کہ ان کے (کفار) پاس انہی میں سے رسول آیا۔ پس ان بزرگوں نے اس کو جھٹلایا۔ اس کی سزا میں ان کو عذاب نے پکڑا اور وہ لوگ ظالم تھے۔"

ہم لوگ تو خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس بیگانہ جواب پر حکومت کے سپاہیوں نے بڑھ کر ابن عبد کو پکڑ لیا اور عبدالمالک

کے پاس لے گئے۔ اس نے رہا کر دیا اور ابن عبد سے کہا:

"میں تو درگزر سے کام لیتا ہوں لیکن کسی اور والی کے سامنے ایسی باتیں نہ کرنا۔ وہ برداشت نہ کرے گا۔"

اور ان کو چھ سو اشرفیاں عطا کیں۔

بعض دیگر روایات

اس میں شک نہیں کہ ابن اشعث کی بغاوت اور عراق کے انقلاب کے سلسلے میں ضرور بعض عمال کی جانب سے بدعنوانیاں ہوئیں لیکن اس کی ذمہ داری انہی کے سر ہے، دوسرے ایسی بغاوتوں میں جن کا مقصد حکومت کا تختہ الٹنا ہو، کسی حاکم کا جادۂ اعتدال پر قائم رہنا بہت مشکل ہے۔ عبدالمالک کا زمانہ جیسا پر آشوب تھا اور جیسے سرکشوں سے ان کا سابقہ پڑا تھا وہ بغیر سختی کے درست نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ اپنے طرز عمل کی توجیہہ میں خود کہا کرتا تھا کہ عثمان جو کچھ ہوا وہ ان کی نرمی کا نتیجہ تھا اگر وہ حضرت عمرؓ کی طرح سخت ہوتے تو ہرگز اس کی نوبت نہ آتی۔ آج ویسے لوگ کہاں ہیں جن کے ساتھ عمرؓ کا طرز جہانبانی برتا جائے۔ ہر زمانہ کی سرشت کے ساتھ حاکم وقت کا طریقہ بدلتا رہتا ہے۔ اگر وہی طریقہ اختیار کیا جائے تو گھروں پر ڈاکے پڑنے لگیں، راستے غیر محفوظ ہو جائیں۔ ظلم و فتنہ عام ہو جائے۔ اس لیے ہر حکمران کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر زمانہ میں وہی طریقہ اختیار کرے جو اس زمانہ کا تقاضا ہو۔ اس کا قول تھا کہ اس زمانہ میں مجھ سے زیادہ کسی اور میں بار اٹھانے کی طاقت نہیں۔

عبدالمالک طرز جہانبانی میں امیر معاویہؓ کے نقش قدم پر چلتا تھا۔ گو وہ ان کے درجہ کو نہ پہنچ سکا تھا تاہم اتنا مسلم ہے کہ وہ نہایت بیدار مغز اور اپنے عمال کی سخت نگرانی رکھتا تھا۔

ایک مرتبہ ایک عامل کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ رعایا سے تحفے لیتا ہے تو فوراً اس کو طلب کر کے باز پرس کی اور اس عہدے سے معزول کر دیا۔

گو عبدالمالک کا دور نہایت پر آشوب تھا۔ اس کا پورا زمانہ شورشوں اور انقلابوں کو دبانے میں گزرا اور اسے تعمیری کاموں کا موقعہ نہ ملا پھر بھی اس کے بعض کارنامے ہیں:

اسلامی سکہ

اس سلسلہ میں اس کا سب سے ممتاز کارنامہ اسلامی سکہ کا اجرا ہے۔ اس وقت تک مسلمانوں کا اپنا کوئی سکہ نہ تھا بلکہ رومی، ایرانی اور قبطی سکوں سے ان کا کام چلتا تھا۔ اس لیے

ی حد تک مسلمانوں کی اقتصادی باگ ڈور دوسری قوموں کے ہاتھ میں تھی۔ بس عبدالمالک نے ۷۵ھ یا ۷۶ھ میں اسلامی سکہ رائج کر کے دوسری قوموں کے سکوں سے رہائی حاصل کی۔

عربی دفتری زبان

اس کا دوسرا کارنامہ عربی زبان کو دفتری زبان قرار دینا ہے۔ اب تک حکومت کے فاتر فارسی اور رومی زبان میں تھے۔ اس میں بہت سی خرابیاں تھیں۔ چنانچہ عبدالمالک نے عربی زبان کو دفتری زبان قرار دیا۔ اس سے سہولت کے علاوہ عربی زبان کی بہت ترقی اور وسیع ہوئی۔

خانہ کعبہ میں ترمیم

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے خانہ کعبہ کی عمارت کو گرا کر آنحضرت ﷺ کے مجوزہ نقشہ کے مطابق بنا دیا تھا۔ حجاج نے ابن زبیرؓ کے اضافہ کو تڑوا کر پھر خانہ کعبہ کی عمارت کو پرانے نقشے کے مطابق کر دیا۔

مذہبی خدمات

عبدالمالک کا دور مذہبی خدمات سے خالی نہیں ہے۔ وہ ہر سال خانہ کعبہ کے لیے دیبا کا غلاف اور حرم اور مسجد نبوی میں خوشبو کے لیے بخورات اور عودوان بھیجتا تھا۔ اس کے زمانہ میں نئی مسجدیں تعمیر ہوئیں اور پرانی مسجدوں میں توسیع اور مرمت ہوئی۔ ۶۵ھ میں عبدالمالک نے مسجد جامعہ دمشق بنوائی اور صخرہ پر خوبصورت گنبد بنوایا۔ واسط، بردعہ اور دبیل میں وسیع مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ عبدالعزیز بن مروان نے جامع مصر کو تڑوا کر اس کی توسیع کرائی۔

رفاہ عام کے کام

عبدالمالک نے رفاہ عامہ کے بھی بہت سے کام انجام دیئے۔ ۸۰ھ میں مکہ میں بہت بڑا سیلاب آیا تھا جو سیلاب "جارف" کے نام سے مشہور ہے۔ اس سیلاب سے مکہ کی پوری آبادی تہہ و بالا ہوگئی۔ عبدالمالک نے ان کے لیے گلیوں، مکانوں اور مسجدوں میں مستحکم حصار اور بند بنوائے۔

آبادی

اس کے دور میں پرانے شہروں اور آبادیوں کی دوبارہ تعمیر اور مرمت ہوئی۔ اس نے نئے شہر بھی آباد کیے جس میں ''واسط'' مشہور ہے۔ اس کے علاوہ مسجدیں وغیرہ بھی تعمیر کی گئیں جس میں کافی رقم خرچ ہوگئی۔ اس نے حصار، گلیوں اور مسجدوں کی بھی از سر نو مرمت اور تزئین کی۔ بعض مورخین نے آذربائیجان کے شہر اردبیل اور بردعہ بھی اس زمانہ کی بڑی آبادیوں میں شمار کیے ہیں۔ یہ نام اسلام سے بہت پہلے ملتے ہیں۔ غالباً اسلامی دور میں ویران ہو چکے تھے اور عبدالعزیز ابی خاتم باہلی کے اہتمام میں دوبارہ آباد ہوئے۔

ذاتی حالات

عبدالمالک عقل و دانش، تدبر و سیاست، شجاعت اور شہامت اور علم و فضل کے جملہ اوصاف میں کامل اور ماہر تھے۔ عقل و فضل کے اعتبار سے اپنے عہد کے اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ اگر وہ حکومت کی آزمائشوں میں نہ پڑتے تو ان کا نام مدینہ کی مسند علم کی زینت ہوتا۔ ان کا شمار مدینہ کے ممتاز فقہا میں تھا۔ حضرت زید بن انصاری کے بعد مدینۃ الرسول کے منصب قضا اور افتاء پر فائز تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کے آخری زمانہ میں لوگوں نے پوچھا:

''اب آپ کا آفتاب عمر میں بام ہے۔ آپ کے بعد ہم کس سے رجوع کریں''؟

آپ نے فرمایا:

''مروان کا لڑکا فقیہ ہے اس سے پوچھنا۔''

امام شعبی کہتے ہیں کہ میں جن جن علماء سے ملا۔ عبدالمالک کے سوا اپنے کو سب پر فائق پایا۔ ان سے جب حدیث یا شاعری وغیرہ پر گفتگو ہوتی تو ان کی باتیں معلومات میں کچھ اضافہ ہی کر دیتی تھیں۔

خلافت سے پہلے وہ بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ رات دن عبادت و ریاضت اور تلاوت قرآن سے کام رہتا تھا۔ لیکن خلافت کی ذمہ داریوں کے بعد یہ زندگی قائم نہ رہ سکی۔

بعض تاریخوں میں ہے جب ان کو خلافت ملنے کی خبر ملی، اس وقت وہ تلاوت قرآن میں مشغول تھے۔ یہ خبر سن کر انہوں نے کہا:

''اب یہ آخری صحبت ہے''۔

اس سے ان کے مخالفین یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خلافت کے بعد ان کو مذہب سے کوئی تعلق نہ رہ گیا تھا مگر یہ بات درست نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ خلافت کے بعد ان کا اگلا رنگ قائم نہ رہ سکا اور وہ سیاسی امور اور مذہبی حدود سے بھی تجاوز ہو جاتے تھے لیکن اور اعمال میں وہ مذہبی تھے۔ وہ خلوص دل سے اللہ پر ایمان لائے تھے۔

انہوں نے مشہور تابعی حضرت سعید بن میتب سے درخواست کر کے کلام اللہ کی تفسیر لکھوائی۔ وہ ۷۵ھ میں حج کو تشریف لے گئے اور خود ہی امیر الحج کے فرائض انجام دیئے۔ پھر ۸۱ھ میں اپنے بیٹے سلیمان کو امیر الحج بنا کر بھیجا۔

اس کے مذہبی جذبات کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ وہ ہر فرمان اور مراسلہ کے آغاز میں ''قل ھو اللہ احد'' اور نبی کریم ﷺ کا نام لکھتا تھا۔ اسی طرح سلاطین اور فرمانرواؤں کے خطوط میں بھی تحریریں اسی طرح سے آغاز کرتا تھا۔ اس کی ان تحریروں پر قیصر روم نے اعتراض کیا اور مطالبہ کیا کہ اگر اس نے اپنا رویہ تبدیل نہ کیا تو وہ بھی اپنے سکوں پر ایسی ہی تحریر درج کرے گا۔ اس کے جواب میں عبدالمالک نے رومی سکہ بند کر کے اسلامی سکہ جاری کر دیا جس پر

''قل ھو اللہ اور لا الہ اللہ
نقش تھا۔

وہ امام شافعی کا ہم جلیس تھا اور امام اس کے کہنے پر فتوے دیتے تھے۔

ایک مرتبہ اس نے سونے کے تار سے دانت کسنے کے متعلق سوال کیا جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ اس میں کوئی مذائقہ نہیں کیونکہ عبدالمالک ایسا کرتے تھے۔

ولید بن عبدالمالک

ولید، عبدالمالک کا بڑا لڑکا تھا اور اپنے باپ کے برعکس وہ علم وفن سے بیگانہ تھا۔ عبدالمالک نے اسے تعلیم دلانے کی بہت کوشش کی مگر وہ جاہل ہی رہا۔ پھر بھی اصول جہانبانی سے پوری طرح واقف تھا اس لیے اسے بنوامیہ کا کامیاب ترین خلیفہ کہا جاتا ہے۔ ولید ۸۶ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔

عبدالمالک نے بیٹے کے لیے تمام مشکلات کو دور کر دیا تھا اس لیے اسے بیرونی فتوحات اور تعمیری کاموں میں پوری دلچسپی لینے کا موقعہ ملا۔ انہی صفات کی وجہ سے اسے بنو امیہ کے دور کا کامیاب ترین حکمران کہا جاتا ہے۔

یہ ولید کی خوش قسمتی تھی کہ اسے قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر، محمد بن قاسم اور مسلمہ بن عبدالمالک جیسے کامیاب فاتح ملے جنھوں نے اسلامی مملکت کے ڈانڈے چین سے یورپ تک ملا دیئے۔ اس کی تفصیل اگلے صفحات میں درج کی جاتی ہے۔

خراسان کی مہم

قتیبہ بن مسلم والی خراسان

حجاج نے ۷۶ھ میں قتیبہ بن مسلم کو خراسان کا والی مقرر کیا۔ اگرچہ وہاں مسلمانوں کا تسلط ہو گیا مگر سمرقند و بخارا کے حکمرانوں کا رویہ باغیانہ تھا۔ پس ۸۶ھ میں قتیبہ بن مسلم نے ترکستان پر فوج کشی کی۔

اس وقت وہاں کے حکمران ایک دوسرے کے خلاف برسر پیکار تھے۔ چنانچہ جب قتیبہ بن مسلم نے دریائے جیحوں کے پار قدم رکھا تو باغی شومان اور کفیان کے حکمرانوں نے بھی فوراً اطاعت قبول کر لی۔

قتیبہ بن مسلم ان دونوں کو مطیع کرنے کے بعد وہاں کا انتظام اپنے بھائی صالح کے سپرد کر کے خود مرو واپس آ گئے۔ اس وقت بادغیس کے حکمران نیزک کے یہاں ایک عرصہ سے کچھ مسلمان قید تھے۔ اس نے مسلمانوں کو رہا کر دیا اور نیزک سے صلح کر لی جس کی شرط یہ تھی کہ ترکستان کے معرکوں میں وہ قتیبہ بن مسلم کا معاون بنے گا۔

۸۷ھ میں قتیبہ نے بخارا کے شہر بیکند پر فوج کشی کی۔ بخاریوں نے سغد کی مدد سے مقابلہ کیا اور شکست کھا کر قلعہ بند ہو گئے۔ قتیبہ بن مسلم نے شہر پناہ تڑوانا شروع کر دی شہر والوں نے دیکھا کہ اگر مسلمان کامیاب ہو گئے تو زیادہ نقصان ہوگا اس لیے انہوں نے صلح کر لی اور قتیبہ وہاں ایک مسلمان کو حاکم بنا کے واپس آ گئے۔ ابھی یہ لوگ وہاں سے نکلے ہی تھے کہ شہر والوں نے مسلمان حاکم اور اس کے تمام عملے کو قتل کر دیا۔ جب یہ خبر قتیبہ بن مسلم کو ہوئی تو وہ راستہ ہی سے پلٹ آئے۔ اب اہل شہر محصور ہو گئے۔ قتیبہ نے شہر پناہ مسمار کرا دی۔ اس وقت شہر والوں نے پھر صلح کی کوشش کی لیکن وہ ایک مرتبہ نقض عہد کر کے اپنا اعتبار کھو چکے تھے اس لئے قتیبہ نے ان کی ایک نہ سنی اور بزور شمشیر فتح حاصل کی بیکند کے تمام جنگجوؤں کو قتل کر دیا۔ اس سے انہیں

بے شمار اسلحہ اور سونے چاندی کے ظروف ہاتھ آئے۔ پھر قتیبہ بن مسلم ۸۸ھ میں نومشکث فتح کرتے ہوئے امثنہ پہنچے۔ وہاں کے باشندوں نے صلح کر لی اور قتیبہ بن مسلم واپس آ گئے۔ یہ واپس آ رہے تھے کہ ان کا راستہ خاقان چین کے بھتیجے نے روک لیا۔ اس کے پاس دو لاکھ کا ترک اور فرغانیوں کا لشکر تھا۔ قتیبہ نے کم لشکر ہونے کے باوجود بڑی شجاعت سے اس کا مقابلہ کر کے اسے شکست فاش سے دوچار کیا اس جنگ میں بادغیس کا فرمانروا تیزک مسلمانوں کی حمایت میں بڑی جانبازی سے لڑا۔

اس سن میں قتیبہ بن مسلم نے خاص بخارا پر فوج کشی کی۔ بلاذری کے بیان کے مطابق جنگ کی نوبت نہ آئی۔ بخارا نے صلح کر کے اطاعت قبول کر لی۔

ہدایات حجاج

مگر ابن اثیر کا بیان ہے کہ دونوں میں مقابلہ ہوا۔ قتیبہ کو کامیابی نہ ہوئی۔ اس نے حجاج بن یوسف کو لکھا انہوں نے بخارا کا نقشہ منگوایا اور اس کے مطالعہ کے بعد ہدایات بھیجیں جس کے مطابق قتیبہ بن مسلم نے ۹۰ھ میں دوبارہ فوج کشی کی۔ وردان اللہ نے ترک اور سغد کی مدد سے مقابلہ کیا ترک بڑی جانبازی وشجاعت سے لڑے۔ وردان نے مسلمان لشکر کے ایک حصہ کو لشکر گاہ تک پسپا کر دیا۔ یہ دیکھ کر مسلمان خواتین نے مسلمانوں کو للکارا۔ مسلمانوں نے پلٹ کر حملہ کیا۔ یہ اس قدر زور کا حملہ تھا کہ سغد اور ترک کے پاؤں اکھڑ گئے۔ وردان اللہ بھاگ نکلا اور مسلمانوں کا بخارا پر قبضہ ہو گیا وردان کی شکست سے سغد بے انتہا خوفزدہ ہو گیا اور اس نے صلح کر کے اطاعت قبول کر لی۔

مسلمانوں کا بخارا پر قبضہ

مگر بادغیس نے دوسرے قبائل نے پھر بغاوت کر دی۔ مگر پھر آس پاس کی حکومتیں یکجا ہو کر مسلمانوں کے مقابلے میں نکلیں۔ قتیبہ بن مسلم نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو بھیجا۔ یہاں پر دو بیان ہیں ایک یہ کہ یہاں کے باشندوں نے سپر ڈال دی اور قتیبہ نے انہیں پھر معاف کر دیا۔

بہر حال طالقان کے بعد ۹۱ھ میں قتیبہ نے فاریاب کا رخ کیا۔ وہاں کے حکمران نے اطاعت قبول کر لی۔ قتیبہ نے اسے بھی معاف کر دیا اور یہیں ایک مسلمان حاکم کو چھوڑ کر جوزجان پہنچا۔ یہاں کا حاکم بھاگ گیا اور عام باشندوں نے اطاعت قبول کر لی۔ اس لیے

جنگ کی نوبت نہیں آئی اور قتیبہ عامر بن مالک کو یہاں چھوڑ کر بلخ پہنچا اور ایک دن ٹھہر کر تیزک کی تلاش میں روانہ ہو گیا۔ قتیبہ کا بھائی عبدالرحمٰن پہلے سے تعاقب میں تھا۔ تمرک پر پہنچا اور دشوار وادی میں گھس گیا اور اس کے دہانے کے قلعہ پر ایک دستہ حفاظت کے لیے تعین کر دیا۔ راستہ بہت تنگ اور دشوار گزار تھا۔ قلعہ تک پہنچنے کی کوئی سبیل نہ تھی۔ کچھ دنوں تک یونہی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ آخر کار انہیں ایک واقف کار آدمی مل گیا۔ اس نے انہیں قلعہ تک پہنچا دیا۔ وہاں پہنچتے ہی یہ دفعتاً ٹوٹ پڑے۔ اہل قلعہ کو اس کا گمان بھی نہ تھا۔ وہ اس ناگہانی حملہ کی تاب نہ لا سکے۔ بہت سے مارے گئے۔ جو زندہ بچے وہ بھاگ نکلے۔ تیزک نے گھاٹی میں پناہ نہ دی۔ راستہ اس قدر دشوار گزار تھا کہ فوج عبور نہ کر سکتی تھی۔ قتیبہ نے محاصرہ کر لیا۔ سردی کا زمانہ۔ یہاں کی سردی مسلمان برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

قتیبہ نے ایک شخص سلیم کو تیزک کے پاس بھیجا کہ وہ کسی طرح اس کو سمجھا بجھا کر بطور امان دیئے ہوئے لے آئے۔ وہ کسی طرح اس کو سمجھا بجھا کر بطور امان دیئے ہوئے لے آیا۔ چنانچہ وہ اسے نشیب و فراز سمجھا کر عفو و تقصیر کے صلہ سے مشورہ کیا۔ فرمانروا حضو یہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ قتیبہ نے تیزک کے قتل کے بارے میں مشورہ کیا۔ بعضوں نے مخالفت کی۔ لیکن تیزک کا جرم نہایت سنگین تھا۔ اس لئے کہ نہ تو تنہا مخالفت کی تھی بلکہ اپنے ساتھ بہت سے فرمانرواؤں کو بھی باغی بنا دیا تھا۔ جس سے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا تھا اور بالآخر اس کے قتل کا فیصلہ کیا گیا اور قتیبہ نے اس کو مع اس کی جماعت کے قتل کروا دیا۔ البتہ فرمانروائے حضو یہ کا قصور معاف کر دیا گیا۔

تیزک کے بعد قتیبہ دوسرے باغی فرمانبرداروں کی طرف مخاطب ہوا اور فوجی پیش قدمی سے پہلے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

قتیبہ بن مسلم نے شومان کے پاس صلح کا پیغام بھیجا مگر وہ اس قدر مغرور تھا کہ اس نے دو میں سے ایک قاصد کو قتل کرا دیا اور دوسرا جان بچا کر نکل آیا۔

اس لئے قتیبہ کو اس پر فوج کشی کرنی پڑی۔ قریب پہنچ کر قتیبہ کے بھائی صالح نے اسے دوبارہ سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اب بھی باز نہ آیا اور مخالفانہ قلعہ بند ہو گیا۔ قتیبہ نے سنگ باری شروع کروا دی اور قلعہ کی دیواریں توڑ دیں اور جب اس نے جنگ یا اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا تو قلعہ سے نکل کر مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ شومان کے بعد قتیبہ نے کش اور نسف فتح کیے اور بھائی صالح کو بھیج کر سغد کے فرمانروا طرخون سے خراج وصول کیا۔

۹۳ھ میں خوارزم شاہ نے خود سے قتیبہ کی اطاعت قبول کر لی۔ بلاذری کا بیان ہے کہ قتیبہ کے سلطنت دلانے کے بعد خوارزم کی کمزوری کی وجہ سے اس کی رعایا نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے قتل کے بعد قتیبہ نے اپنے بھائی عبداللہ کو حاکم مقرر کر دیا۔

اہل سمرقند اور مسلمانوں میں بہت سے قدیم عہد و پیان موجود تھے۔ لیکن ترکستان کی لڑائیوں میں انہوں نے عہد شکنی کی تھی اور مسلمانوں کے خلاف ترکستان کے حکمرانوں کا ساتھ دیا تھا اور اس لئے خوارزم کی مہم سے فارغ ہو کر قتیبہ نے سمرقند پر بھی فوج کشی کا ارادہ کیا اور مسلمانوں سے کہا کہ

"سغد نے جس طرح معاہدہ توڑا ہے وہ تم سب کو معلوم ہے اور مجھ کو امید ہے کہ خوارزم اور سغد کا حشر بنی قریظہ اور بنی نضیر (یہ دونوں وہ قبیلے ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کے دور میں عہد شکنی کی تھی اور اس کے نتیجے میں یہ قبیلے جلاوطن کر دیئے گئے تھے) کی طرح ہوگا اور اپنے ایک بھائی صالح کو ایک فوج کے ساتھ سمرقند روانہ کیا اور خود ان کے عقب سے روانہ ہوا۔ اس مہم میں بیس ہزار اہل بخارا اور خوارزم بھی مسلمانوں کے ساتھ تھے۔"

صالح اور قتیبہ دو تین دن کے وقفہ سے سمرقند پہنچے۔ سغد شہر میں قلعہ بند ہو گئے۔ قتیبہ نے محاصرہ کر لیا اور سمرقندی ایک ماہ تک مدافعت کرتے رہے۔ جب محاصرہ کی مدت زیادہ بڑھ گئی تو انہوں نے شاش اور فرغانہ کے حکمرانوں کو لکھ بھیجا کہ

"اگر آج عرب ہمارے مقابلہ میں کامیاب ہو گئے تو کل تم کو بھی یہی دن دیکھنا پڑے گا اور اس لئے ہماری ہی نہیں بلکہ اپنی حفاظت کیلئے بھی آج ہماری مدد کرو۔"

قتیبہ کی فتوحات کو تمام سرحدی حکمران خوف و خطر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس لئے تمام سرحدی حکمران سغد کی مدد کیلئے تیار ہو گئے اور انہوں نے اپنے لڑکوں اپنے عمائد و اشراف اور نامور بہادروں کو خاقان چین کے لڑکے کی قیادت میں مدد کیلئے روانہ کیا۔

قتیبہ کو اس کی اطلاع ہو گئی اور اس نے صالح کو چند سو منتخب بہادروں کے ساتھ امدادی فوج کا راستہ روکنے کیلئے بھیجا۔ صالح نے آگے بڑھ کر فوج کو راستہ میں دونوں جانب تھوڑا تھوڑا کر کے چھپا دیا۔ رات گئے جیسے ہی دشمن کی فوج ادھر سے گزری تو صالح نے اس پر حملہ کر دیا۔ کمین گاہوں کے مسلمان بھی نکل کر ٹوٹ پڑے اور دشمنوں نے بڑی شجاعت و پامردی سے مقابلہ کیا لیکن آخر میں شکست فاش ہوئے۔ ان کے بہت سے نامور مارے گئے اور بکثرت قیدی گرفتار ہوئے۔ جن میں سے بیشتر تعداد ترکستان کے شہزادوں، امراء و شرفاء کی

جن

تھی اور بہت سے قیمتی اسلحہ اور زرین سامان مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

اس شکست کی خبر جب سمرقند پہنچی تو سغد کی ہمت جواب دے گئی اور اب اس کا کوئی سہارا باقی نہ رہ گیا تھا۔ قتیبہ نے محاصرہ اور سخت کر دیا اور پتھر برسا کر شہر پناہ کی دیوار توڑ دی۔ تاہم اہل سمرقند نے مدافعت میں اپنی آخری قوت کے ساتھ مسلمانوں کو للکارا اور کہا کہ شہر پناہ کے دروازوں پر پہنچنے کی دیر ہے اور اس للکار پر مسلمان آگے بڑھے اور سمرقند والوں نے تیروں کی بارش شروع کر دی۔ لیکن مسلمانوں نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی اور چہروں کو ڈھالوں سے بچاتے ہوئے دروازوں پر جم کر کھڑے ہو گئے اور اب اہل سمرقند کیلئے مصالحت کے سوا کوئی چارہ نہ تھا اس لئے انہوں نے کہلا بھیجا کہ آج تم لوگ یہاں سے ہٹ جاؤ کل ہم صلح کر لیں گے۔ قتیبہ نے جواب دیا کہ۔

"صلح تو اس وقت ہی ہو سکتی ہے جب تک ہمارے آدمی دروازوں پر موجود رہیں گے۔"

اس کے بعد ہی اہل سمرقند نے مندرجہ ذیل شرائط پر صلح منظور کر لی:

(۱) اہل سمرقند ۱۲ لاکھ سالانہ خراج دیں گے۔

(۲) اس سال تیس ہزار سوار دیں گے۔

(۳) مسلمان شہر میں فاتحانہ داخل ہوں گے۔ اس وقت وہاں کی مسلح آبادی شہر خالی کر دے گی۔

(۴) مسلمان یہاں مسجد بنا کر نماز پڑھیں گے اور خطبہ دیں گے۔

پس مسلمانوں کا شہر پر قبضہ ہو گیا۔ انہوں نے وہاں مسجد تعمیر کر کے نماز پڑھی اور خطبہ دیا۔ اہل سمرقند بت پرست تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ان کے بعض دیوتا ایسے ہیں جن کو ہاتھ لگانے والا ہلاک ہو جائے گا۔ پس قتیبہ نے ان بتوں کو نذر آتش کر دیا۔

چونکہ شاش اور فرغانہ کے فرمانرواؤں نے اہل سمرقند کی مدد کی تھی۔ اس لئے سمرقند سے فراغت کے بعد قتیبہ نے ان دونوں کی جانب توجہ کی اور ۹۴ھ میں اہل خوارزم، کش اور نسف کی افواج بھیج کر شاش کو فتح کر لیا اور خود فرغانہ کی جانب پیش قدمی کی۔ راستہ میں جُجندیوں نے مقابلہ کیا اور انہیں شکست سے دوچار کرتا ہوا وہ آگے بڑھا اور فرغانہ کے دارالسلطنت

کاشان کو فتح کر لیا اور اس کے بعد سرحد استیعاب تک بڑھتا چلا گیا۔ اب چین کی سرحد شروع ہوتی تھی اس لیے اس سال یہیں تک پہنچ کر لوٹ گئے۔

انجام شکایت حجاج

ولید چونکہ حجاج بن یوسف کی سخت روی سے خوب آگاہ تھا اس لیے اس نے حجاج کی شکایت پر چنداں غور نہ کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز ان دنوں حجاز کے گورنر تھے۔ بہت سے لوگوں نے حجاج کی سختی اور ظلم و ستم کی شکائتیں کیں اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عبدالمالک کو حجاج کی مشکلات لکھی۔ جب حجاج کو اس حقیقت کا پتہ چلا تو اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے خلاف، عبدالمالک کو یہ شکایت کہہ بھیجی کہ عمر بن عبدالعزیز اپنی غیر منتظمانہ رحمدلی کی بنا پر امور سلطنت کو متزلزل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور خواہ مخواہ عوام کی آواز سے متاثر ہو کر اپنی حکومت کو کمزور کر رہے ہیں۔ اس لیے مصلحت اسی میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو حجاز کی گورنری سے معزول کر دیا جائے۔

چنانچہ ولید نے ماہ شعبان ۹۳ھ میں عمر بن عبدالعزیز جیسے نیک دل انسان کو حجاز کی حکومت سے معزول کر دیا اور ان کی جگہ خالد بن عبداللہ کو مکہ معظمہ کا اور عثمان بن حیان کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ جو لوگ حجاج کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں مکہ معظمہ آ گئے تھے ان میں سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبدالرحمٰن بن اشعث کے ہم آہنگ ہو گئے تھے اور حجاج کی نظر میں یہ خطا کوئی معمولی حیثیت کی نہ تھی۔ حجاج بن یوسف کے کہنے پر خالد بن عبداللہ نے ان کو گرفتار کر کے حجاج کے پاس روانہ کر دیا اور حجاج نے سعید بن جبیر کو بالکل بے گناہ قتل کر دیا۔

............✿............

چین اور خاقان چین

۹۶ھ میں خاقان نے اہل سمرقند کی مدد کی تھی اس لیے قتیبہ نے اس کے خلاف فوج کشی کی تیاریاں شروع کیں۔ اس نے مجاہدین کے اہل و عیال کو حفاظت کے پیش نظر سمرقند منتقل کر دیا اور فرغانہ اور کاشغر کا درمیانی راستہ درست کرا کے چین پر حملہ آور ہوا اور کاشغر فتح کرتا ہوا یہ لشکر چین کے اندر دور تک چلا گیا۔

خاقان چین نے مسلمانوں کی فتوحات اور سپہ گری کے افسانے سن رکھے تھے چنانچہ ان کی تصدیق کے لیے اس نے مسلمانوں کا ایک وفد طلب کیا۔ قتیبہ بن مسلم نے فوراً ایک وفد ہبیرہ بن مشرح کی سرکردگی میں وہاں بھیج دیا۔ وفد کے ذریعہ اس نے خاقان چین کو کھلے الفاظ میں پیغام بھیجا جس کا مفہوم یہ تھا کہ۔

"میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تمہاری زمین کو اپنے پیروں سے پامال کر کے خراج نہ وصول کرلوں گا اس وقت تک واپس نہ جاؤں گا۔"

یہ وفد خاقان کے دربار میں پہنچا اور اس سے کئی ملاقاتیں کیں اور آخری گفتگو خاقان چین اور ہبیرہ بن مشرح کے درمیان اس طرح ہوئی۔

خاقان چین: تم واپس جا کر اپنے سردار قتیبہ سے کہہ دو کہ وہ لوٹ جائے۔ مجھ کو تم لوگوں کی تعداد کا علم ہے اور اگر تم اپنے ارادے سے باز نہ آئے تو میں ایسی فوج تمہارے مقابلے کیلئے بھیجوں گا جو کہ تمھیں تباہ و برباد کر دے گی۔

ہبیرہ بن مشرح: تم اس قوم کو کم تعداد کس طرح کہہ سکتے ہو جس کا ایک سردار تمہارے ملک میں ہے اور دوسرا شام میں۔ ہم لوگ موت اور قتل سے ڈرنے والے نہیں ہیں اور موت کا ایک دن مقرر ہے اور لڑ کر جان دینا معزز موت ہے۔ اس لئے نہ ہم قتل ہونے کو برا سمجھتے ہیں اور نہ اس سے ڈرتے ہیں۔ ہمارے سردار نے قسم کھائی ہے کہ جب تک وہ اپنے

ٹڈوں سے تمہاری زمین کو پامال نہ کر دے اور جزیہ وصول نہ کر لے گا اس وقت تک واپس نہ جائے گا۔

خاقان چین کو مسلمانوں کی قوت کا پہلے سے اندازہ تھا۔ ترکستان کا حشر اس کی نگاہوں کے سامنے تھا اور اس لئے وہ خواہ مخواہ مسلمانوں سے لڑنا نہ چاہتا تھا اور محض ان کو آزما رہا تھا۔ اس لئے ہبیرہ کا جواب سن کر ان کی اطاعت کیلئے آمادہ ہو گیا۔ اس نے جزیہ اور بہت سے قیمتی تحائف قتیبہ کی خدمت میں بھیجے۔

چونکہ قتیبہ کا مقصد چین سے لڑنا نہ تھا بلکہ خاقان چین کے خطرہ کا انسداد تھا اس لئے اس کے مصالحانہ رویہ کو قبول کیا اور چین پر فوج کشی کا ارادہ ترک کر دیا۔

بنوامیہ کا نظام سلطنت

بنوامیہ کا نظام سلطنت بالکل آمرانہ تھا لیکن عوام میں اسلام کی حمیت زندہ تھی۔ اس لیے کوئی بھی خلیفہ کسی صورت میں مطلق العنان نہ ہو سکا۔ اس قدر سخت گیری کے باوجود انہیں اسلامی قوانین کی پاسداری پر مجبور کیا جاتا تھا۔ جب بھی کوئی آمر حد سے گزرنے لگتا تو عوام اور اکابرین اس وقت اٹھ کھڑے ہوتے اور جان کی بازی لگا کر حقیقت کو عیاں رکھتے۔ اعلیٰ اختیارات خلیفہ کے پاس ہوتے تھے۔ اور خلیفہ اسلامی اصولوں کے مطابق نہ تو چنا جاتا تھا اور نہ ہی عوام کی حمایت اس کو پہلے سے حاصل ہوتی تھی بلکہ خلافت، وراثت بن گئی تھی۔

خلیفہ امیر المومنین کہلاتا تھا۔ کوئی خلیفہ کسی مشاورتی کونسل کے فیصلے کا پابند نہیں تھا لیکن وہ مشورے ضرور کرتا تھا۔ قبیلہ سسٹم توڑا نہیں گیا تھا۔ البتہ ان قبیلوں کو خلیفہ کے ماتحت رہنا پڑتا تھا۔

ملک مختلف صوبوں میں تقسیم تھا۔ ہر صوبے کا ایک والی ہوتا تھا۔ بعض اوقات ایک والی کی سپرداری میں ایک سے زیادہ صوبے بھی دے دیئے جاتے تھے۔ والی کا تقرر خلیفہ الوقت خود کرتا تھا اور صوبائی افسروں کا تقرر، والی خود کرتا تھا۔ ان تقرریوں میں اگر خلیفہ کوئی ترمیم مناسب سمجھتا تو کر سکتا تھا۔

ہر صوبے میں علیحدہ علیحدہ کاتب اور حاجب ہوتے تھے۔

حکومت کے اہم ترین شعبے مندرجہ ذیل تھے:

☆ دیوان خاتم ☆ شعبہ برید

☆ دیوان احوال ☆ دیوان عطیات (عطایات)

☆ فوج ☆ شرطہ

☆ حرس ☆ احداث

☆ بحریہ

سیاسی پالیسی

ہر اموی خلیفہ کی سیاسی روش اپنے اپنے مزاج کے مطابق مختلف تھی۔ البتہ ضد، سخت گیری اور ظلم وستم کا رنگ سارے خاندان پر چھایا رہا۔ ان میں صرف ایک خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے انسانیت سے کام لیا۔ وہ واحد خلیفہ ہی سارے بنوامیہ میں تمام عوام کے دلوں کو موہ سکے۔ ورنہ بیشتر اموی خلفاء کے کردار ان کی گفتار سے مختلف تھے۔ یزید ثالث نے تخت پر بیٹھ کے بڑے لمبے چوڑے وعدے عوام سے کیے۔ لیکن ان میں وہ بری طرح ناکام رہے اور اپنا ایمان بھی کھو بیٹھے اور بعض معتزلہ عقائد کے پیروکار ہو گئے۔ اموی خلیفہ کا ہمیشہ یہ دستور رہا کہ کسی ایک ظالم حاکم کو والی بنا کر لوگوں پر ظلم وستم کے طوفان اٹھاتے اور خود عیش پرستی میں مصروف رہتے۔ چنانچہ ان بدنام ترین ظالموں کے ناموں میں عبداللہ بن زیاد، زیاد بن سفینہ، حجاج بن یوسف اور یوسف بن مرو قابل ذکر ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی زندگی میں کسی پر رحم نہیں کیا اور ہر جرم کی سزا موت دی چاہے وہ کتنا ہی خفیف نوعیت کا کیوں نہ ہو۔ اور تمام خلفاء بنوامیہ نے ان ظلموں کی اطلاع پا کر بھی دیدہ ودانستہ چشم پوشی کی۔ اس طرح بنوامیہ کے خلفاء کو بھی ان مظالم میں ان جیسا ہی شریک تصور کیا جاسکتا ہے۔

کاتب

کاتب کا لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوتا تھا جن معنوں میں آج سیکرٹری کا عہدہ ہوتا ہے۔ کاتب کے لیے انشا پرداز ہونا ضروری تھا۔ اس کے علاوہ اس میں حسن رائے اور حسن تدبیر کی صفت بھی ضروری تھی۔ کاتب دراصل خلیفہ کا پرائیویٹ سیکرٹری ہوتا اور پرائیویٹ امور کو صیغہ راز میں رکھنا اس کی خاص ذمہ داری تھی۔

حاجب

حاجب کو آج کا سکیورٹی افسر کہنا درست ہوگا۔ اس کا کام بلاوجہ لوگوں کا افسروں سے ملاقات کرنا غیر ضروری امر ہوتا ہے۔ وہ اس روش کو کم کرنے کا ذمہ دار بھی ہے۔ حاجب، خلیفہ سے دوسرے لوگوں کی ملاقات کرانے کا بھی ذمہ ہوتا۔ محل کے انتظامی امور کی درستی اور تکمیل بھی اس کے ذمہ ہوتی ہے۔ تقریبات کے دوران مہمانوں کی دیکھ بھال بھی، حاجب کے فرائض میں داخل ہے۔

قاضی القضات

یہ عہدہ دمشق میں ہوا کرتا تھا۔ مقامی عدلیہ کا انتظام بھی اس کے سپرد تھا۔ اس طرح مختلف صوبوں میں الگ الگ قاضی مقرر تھے۔

دیوان خاتم

یہ دراصل ریکارڈ سیکشن تھا۔ اس میں خلیفہ کے فرامین کا ریکارڈ محفوظ ہوتا تھا۔ اسے دوسرے معنوں میں ریکارڈ آفس کہا جا سکتا ہے۔

چونکہ مہر کو عربی میں خاتم کہتے ہیں۔ اس وجہ سے اس دفتر کا نام ''دیوان خاتم'' رکھا گیا تھا۔

شعبہ برید

یہ ڈاک کا محکمہ ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ ملک میں رسل ورسائل کا بندوبست ہوتا ہے۔ پورے ملک میں بارہ بارہ میل پر ڈاک چوکیاں بنی تھیں۔ ڈاک، تازہ دم گھوڑوں، کبوتروں، قاصدوں اور ایلچیوں کے ذریعہ بھیجی جاتی تھی۔

دیوان اموال

یہ محکمہ ڈاک سے منسلک تھا۔ زکوٰۃ، خراج اور تجارتی ٹیکس وغیرہ کا یہاں حساب کتاب رکھا جاتا تھا۔ تجارتی ٹیکس اور تحائف بھی یہاں جمع ہوتے تھے۔

دیوان عطیات

یہ محکمہ مردم شماری اور وظائف سے متعلق تھا۔ بڑے لوگوں اور قبیلوں کو جو رقم عطیہ (رشوت) کے طور پر دی جاتی تھی اس کا یہاں اندراج ہوتا تھا۔

افواج

فوج کے دفتر کو ''دیوان الجند'' کہتے تھے۔ خلیفہ کے پاس ہمہ وقت مستقل فوج رہتی تھی صوبوں میں الگ الگ یہ محکمے تھے۔ ہر صوبہ ضرورت کے وقت اس محکمہ سے مدد لیا کرتا تھا۔

شرطہ

یہ پولیس کا محکمہ تھا۔ اس کے اعلیٰ افسر کو "صاحب شرطہ" کہتے تھے۔ یہ ایک طرح کا تھانیدار ہوتا تھا۔ صاحب شرطہ کا بہت رعب و دبدبہ ہوتا تھا۔ عوام، خلیفہ یا والی سے زیادہ صاحب شرطہ سے خوفزدہ رہتے تھے۔

حرس

خلیفہ کے باڈی گارڈ کو "حرس" کہتے تھے۔ خلافت راشدہ میں یہ محکمہ نہ تھا۔ مگر بنو امیہ نے "حرس" کا محکمہ قائم کیا تھا۔

احداث

یہ عارضی پولیس کا محکمہ تھا جسے ملیشیا بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ محکمہ کبھی بنتا تو کبھی ختم کر دیا جاتا تھا۔ ہشام بن عبدالمالک نے "احداث" کے وجود ہی کو ختم کر دیا تھا کیونکہ انہوں نے محسوس کیا تھا کہ فوج اور شرطہ کے ہوتے ہوئے "احداث" کے محکمے کی کوئی ضرورت نہیں۔

بحریہ

یہ محکمہ ایک بہت اہم محکمہ تھا۔ اس محکمہ کا افسر اعلیٰ یا امیر البحر کہلاتا تھا۔ بنو امیہ کے دور خلافت میں ٹیونس میں جہاز سازی کا ایک عظیم الشان کارخانہ قائم ہوا تھا۔ اور ہشام بن عبدالملک نے اس کارخانے کو بہت وسعت دی تھی۔

خریم بن عمر

خریم بن عمر حجاج بن یوسف کے دور کا ایک نامور سپہ سالار تھا اور اس کی سرکردگی میں کرمان کے علاقے تخت و تاراج ہو کر حجاج بن یوسف کی مِلک میں آئے۔ اس کی داستان بھی عجیب ہے۔ وہ ایک معمولی سے چرواہے کا بیٹا تھا اور ترقی پا کر سپہ سالار کے عہدے تک پہنچا تھا۔

کہتے ہیں کہ وہ کوفہ کے نواح میں حجاج بن یوسف کے ایک رفیق کار سردار ہارون نمری کی سرپرستی میں رہتا تھا۔ چونکہ سردار ہارون نمری اسے اپنے بیٹوں کی طرح چاہتا تھا اور اس کا پیشہ علاقے میں بھیڑ بکریاں چرانا تھا اور اس سے گزر اوقات بخوبی ہو جاتی تھی۔ چرواہا ہونے کے علاوہ وہ ایک بہت ہی ماہر کھوجی تھا اور کھرے کی مدد سے ہر ناممکن معاملے کو جلد سلجھا لیتا تھا۔ اس بناء پر بھی سردار ہارون نمری اس کو بے حد پسند کرتا تھا۔

وہ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے پاس ایک چھوٹا سا ریوڑ تھا اور وہ اس سے گزر بسر کرتا تھا۔ اس کا باپ بھی آس پاس کے علاقوں کا بہترین کھوجی تھا۔ اس نے یہ فن اپنے باپ سے سیکھا تھا۔ ضرورت مندوں سے وہ اپنے اس فن کی کوئی قیمت وصول نہ کرتا تھا اور اگر کوئی صاحب ثروت اپنی مرضی سے کچھ دے دیتا تھا تو اسے ضرور قبول کرتا تھا۔ اس نے تیغ زنی و شمشیر زنی میں بصرہ کے ایک سکول سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر رکھی تھی اور اس فن میں اس وقت اس کا کوئی ثانی نہ تھا۔

ایک مرتبہ اس کی نواحی بستی میں ابوحفصہ نامی ایک شخص کے گھر سے اس کے جانور چوری ہو گئے اور اس نے سردار ہارون نمری کے حکم پر ان جانوروں کا کھوج لگا کر ان کو برآمد کر لیا تھا۔ یہ جانور ایک اور سردار سلیمان کے ایک محل سے برآمد ہوئے تھے اور مزاحمت پر سردار سلیمان کے آدمیوں کو گرفتار کر کے سردار ہارون نمری کی تحویل میں دے دیا تھا اور وہ کرخ میں

قیدی بن کر رہ رہے تھے۔

گرفتاری اور دلیری

اس واقعہ کے تیسرے روز بعد خریم بن عمر کو حجاج بن یوسف کے فوجی گرفتار کر کے کوفہ لے گئے اور حجاج بن یوسف کے روبرو پیش کر دیا۔ دراصل اس کے خلاف سرداد سلیمان نے اس کی شکایت حجاج بن یوسف سے کی تھی۔ حجاج بن یوسف ان معاملات میں کسی بھی قسم کی رعایت کا قائل نہ تھا اور یہی وجہ تھی کہ خریم بن عمرو کو اس نے اپنے سامنے پایا تو اس کا چہرہ غصہ کی تمازت سے چمک اٹھا اور اس نے گرجدار آواز میں خریم بن عمر سے پوچھا کہ وہ کون ہے اور کس کے حکم سے اس نے ایسی حرکت کی ہے۔

ابھی خریم بن عمر نے جواب دینے کیلئے منہ کھولا ہی تھا کہ حجاج کے پہلو میں بیٹھے ہوئے سلیمان نے کہا کہ

''امیر محترم! دراصل یہی وہ نوجوان ہے جس کے بارے میں میں نے آپ سے شکایت کی تھی اور یہ انتہائی غریب چرواہا اور کم تر ذات کا حامل کھوجی ہے۔''

ابھی سردار سلیمان نے اتنی بات منہ سے نکالی ہی تھی کہ عمر بن خریم بول اٹھا کہ۔

''بنو حلاف کے سردار سلیمان میں تمہاری فطرت سے بخوبی واقف ہوں اور یاد رکھو کہ ریوڑ چرانا کوئی برا فعل نہیں ہے اور نہ ہی یہ توہین آمیز کام ہے کیونکہ یہ ایک معزز پیشہ ہے اور تمام انبیاء کرام نے اس پیشہ کو اپنایا ہے اور یہیں سے ترقی کر کے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جہاں بانی کے کام پر مقرر ہوئے اور خود ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ نے بھی بذات خود جانور چرائے ہیں اور اس لئے میرے لئے گڈریا یا چرواہا ہونا کوئی ذلت آمیز اور توہین آمیز بات نہیں ہے۔''

ابن خریم اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھا کہ حجاج بن یوسف کے چہرے کے تاثرات بدل گئے اور اس کی آنکھوں میں عجیب وغریب ستائش کی چمک پیدا ہوئی اور خریم بن عمر نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ

''سن سردار سلیمان! جب میں اس کمرے میں داخل ہو رہا تھا تو تمہارے دو مسلح آدمیوں نے جو اس کمرے کے باہر کھڑے ہیں مجھے جان سے مارنے کی دھمکی دی ہے کہ میں تمہارے خلاف کوئی بات نہ کروں۔ لیکن سردار سلیمان اس بات کو یاد رکھو کہ تمہارے ضمیر میں

رچا بسا ظلم وستم والا خون، تمہاری آنکھوں میں مظلوموں کی آہوں سے ابھرتی ہوئی سسکیوں اور بچھو والی فطرت مجھے خوفزدہ نہیں کر سکتی۔

اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تو اپنے وحشی جذبات کی تسکین کیلئے ہر سازش و حربہ استعمال کرنے کا ماہر ہے لیکن تو زندگی کی اصل قدر و قیمت اور زندہ رہنے کی تڑپ سے بالکل محروم ہے اور تجھ سے ملت اور ملت کے نوجوانوں سے ماسوائے ذاتی مفاد کے اور کوئی فائدہ نہیں ہے۔ تیرے اندر سازشیوں کے حربے اور شیطانی خیالات اور جذبات کی بھرمار ہے جبکہ ملت کی خدمت وہ لوگ ہی کرتے ہیں اور ملت کے لوگوں کو وہی فوائد سے نوازتے ہیں جن کے اندر آقائے کل آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دور کے مجاہدین کی روحیں متحرک ہوں اور جو کوندتی شمشیروں کے سائے میں ملت کی تقدیر سنوارتے ہیں اور بڑے بڑے کارنامے سر انجام دیتے ہیں اور ان کی بدولت اپنا نام تاریخ میں رقم کرواتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر مجھے امیر حجاج بن یوسف کا ادب اور لحاظ نہ ہوتو تو نے جو بات میرے متعلق کی ہے اور جو تیرے محافظوں نے مجھے دھمکیاں دی ہیں میں ایک ہی جھٹکے میں اپنی تلوار نیام سے باہر نکالتا اور تیری اور تیرے محافظوں کی گردنیں ایک ہی وار میں کاٹ دیتا اور تمہارا کام تمام کر دیتا۔ اب یہ کہ تم تینوں متحد ہو کر بھی میرا مقابلہ نہیں کر سکتے اور کٹی ہوئی بھیڑوں کی طرح زمین پر تڑپ رہے ہوتے۔

چیلنج

میں تم کو اور تمہارے دونوں محافظوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ آؤ اور تینوں مل کر میرے ساتھ شمشیر زنی کا مقابلہ کر لو اور پھر دیکھو کہ قوم کی خدمت کا جذبہ تجھ میں زیادہ ہے یا مجھ میں لیکن سلیمان میری یہ بات یاد رکھنا کہ میرے خلاف تیری یہ سازشیں ناکام رہیں گی اور اگر میرے ساتھ انصاف سے کام لیا گیا تو میں تیرے فخر و غرور کو بجھا کر رکھ دوں گا اور اگر تو واقعی ہی جواں مرد ہے تو میرے مقابل آ اور اپنی سیاہ بختی کی مہارت مجھ پر آزما۔ پھر میں دیکھتا ہوں کہ تیرے اندر کتنا دم خم ہے اور بے شک اپنے دونوں محافظوں کو بھی میرے مقابل لے آ۔

میں اس معاملے میں امیر حجاج کو منصف مقرر کرتا ہوں۔ گو کہ میں یہ بالکل نہیں جانتا کہ تو نے میرے خلاف امیر حجاج سے کیا کچھ کہا ہے لیکن اگر یہ اجازت دیں تو میں تیرے سیاہ کارناموں کی بابت امیر کو آگاہ کروں تاکہ ان کو انصاف کرنے میں آسانی رہے۔

کو میرے گناہوں کی فہرست بہت لمبی ہے لیکن امیر کے پاس ان غریب لوگوں کو آ کر تمہاری شکایت کرنی چاہیے جن کے ساتھ تو ظلم کرتا رہا ہے۔"

ابھی حریم بن عمر نے اتنا ہی کہا تھا کہ حجاج بن یوسف نے ہاتھ کے اشارے سے اس کو روک دیا اور اپنے پاس بیٹھے ہوئے سالار قتیبہ بن مسلم اور اپنے بیٹے سے کہا کہ

"مجھے یہ نوجوان بہادر اور جواں مرد لگتا ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ جاؤ اور باہر سے سردار سلیمان کے دونوں محافظوں کو بلا کر لے آؤ اور ان کو ساتھ لا کر کھڑا کر دو۔"

حکم کی تعمیل ہوئی اور انہیں پیش کر دیا گیا۔ حجاج نے ایک نظر ان کو دیکھا اور انتہائی گرجدار آواز میں کہا کہ

"یہ نوجوان جو تمہارے پہلو میں کھڑا ہے ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے کمرے میں داخل ہوا ہے اور آتے وقت تم نے اس کو دھمکی دی تھی۔"

انہوں نے ایک نظر اپنے سردار کی طرف دیکھا جس پر حجاج نے انتہائی غصیلے لہجہ میں کہا کہ۔

"اپنے سردار سلیمان کی طرف مت دیکھو اور مجھے میری بات کا جواب دو وگرنہ میری بات یاد رکھنا کہ میں ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر تمہاری گردنیں تلوار سے اڑوا دوں گا۔"

ابھی اس نے یہ الفاظ کہے ہی تھے کہ وہ دونوں ایک دم پھٹ پڑے اور تھر تھر کانپنے لگے اور گردن ہلا کر انہوں نے اپنے جرم کا اعتراف کیا اور جس پر حجاج بن یوسف نے انتہائی گرجدار آواز میں ان سے کہا

"دونوں اپنی تلواریں نیام سے نکالو اور اس شخص سے بیک وقت مقابلہ کرو۔ تا کہ میں اس جھگڑے کا صحیح فیصلہ کر سکوں۔"

اس کے بعد خریم بن عمر سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ

"کیا تم بیک وقت ان دونوں سے مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو۔"

خریم بن عمر نے جواب دیا کہ

"جی ہاں۔"

حجاج بن یوسف نے کہا کہ فوراً مقابلہ شروع کیا جائے اور اس کا منصف بھی میں ہوں گا اور فیصلہ بھی میں کروں گا۔

موت کا کھیل

حجاج کا اشارہ پاتے ہی ان کے درمیان مقابلہ شروع ہو گیا۔ وہ دونوں بڑھ بڑھ کر حملہ کر رہے تھے اور خریم بن عمر اپنا دفاع کر رہے تھے۔ پھر اچانک ہی خریم بن عمر نے پینترا بدلا اور ان پر حملہ کرنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ اللہ اکبر کا نعرہ لگانا شروع کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد خریم نے ایک ہی وار سے ایک کو چھاتی پر تلوار لے جا کر پیچھے دھکیل دیا اور جس سے وہ زمین پر گر گیا۔ اس کے بعد فوراً ہی دوسرے کو تلوار کے ایک ہی جھٹکے میں دیوار سے جا لگایا اور تلوار کا دستہ تیزی سے اس کے منہ پر مارا اور پیٹ میں گھٹنا مار دیا۔ تلوار کے دستے کی وجہ سے اس کے منہ سے خون کا فوارہ بہہ نکلا اور وہ بے بس ہو کر دیوار کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

حجاج بن یوسف نے انتہائی چمکدار آنکھوں سے اس نوجوان کی طرف دیکھا اور کہا

"اے نوجوان! آفرین ہے تم پر تم نے ستم کے سامنے موت کا رقص کھیلا ہے اور تیرے حملوں میں طوفانوں سی شدت اور تیزی ہے اور تو بے انتہا ماہر شمشیر زن ہے۔ میں تجھے دشمنوں کے ہاتھوں ضائع نہ ہونے دوں گا اور تیری حفاظت کروں گا۔"

اس عرصہ میں زمین پر گرا ہوا ایک محافظ اٹھا اور خریم بن عمرو پر حملہ آور ہونا چاہا۔ لیکن خریم بن عمرو نے اس کو خندہ پیشانی سے روک کر اتنی ہی تیزی سے اس پر حملہ کیا اور وہ مقابلے سے بھاگ نکلا اور خریم بن عمرو نے اتنی تیزی سے یہ حملہ کیا تھا کہ اس کی تلوار دو ٹکڑے ہو گئی تھی اور اس کے ہاتھ سے گر گئی تھی۔ اس طرح وہ بھی اپنے دوسرے ساتھی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور جس کے منہ سے ابھی تک خون نکل رہا تھا۔

خریم بن عمر نے گرجدار آواز میں کہا

"ابھی تم دونوں میں مقابلہ کرنے کی سکت باقی ہے۔ اٹھو اور میرا مقابلہ کرو۔"

لیکن وہ دونوں گردنیں جھکا کر کھڑے رہے اور آگے نہیں بڑھے۔

حجاج بن یوسف نے بلند آواز میں کہا

"اے نوجوان! تو تو بہت ہی سر بلند ہے اور تیری شجاعت اور جرأت مندی زیست سے بھی عزیز تر ہے اور میں نے تجھ جیسا بے مثل نوجوان نہیں دیکھا اور میں تجھے مکران کا سپہ سالار مقرر کرتا ہوں۔"

ان دونوں جوانوں کو شکست دینے کے بعد خریم بن عمر نے سردار سلیمان کی جانب

گہری آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا کہ
" سن! سانپ کی آنکھوں والے! میں نے تیرے دونوں محافظوں کو زیر کر دیا اور میں کامیاب رہا ہوں یا ناکام' اس کا فیصلہ امیر حجاج بن یوسف کریں گے لیکن اگر تیرے دل میں کوئی شک ہے تو میدان میں آ اور میرا مقابلہ کر۔ کیا تو اس کیلئے تیار ہے۔"

حجاج کا فیصلہ

ایسے میں حجاج بن یوسف نے گرجدار آواز میں کہا کہ
" اے بہادر نوجوان! سلیمان نے تیرے خلاف جو شکایت کی ہے میں اس کی وضاحت کرتا ہوں تا کہ میں اس کا فیصلہ کر سکوں اور اس کے ساتھ ہی شکایت بھی بیان کر دی۔"
خریم بن عمر نے جواب دیا کہ
" امیر محترم! جہاں تک اس سلیمان کا تعلق ہے اس پر چوری کا الزام ہے۔"
اس کے ساتھ ہی اس نے ابوحفصہ کے جانور چوری ہونے اور ان کی برآمدگی کی ساری تفصیل حجاج بن یوسف کو بتا دی۔
سلیمان نے انتہائی غصہ کے عالم میں خریم بن عمر سے کہا
" تو نے مجھ پر چوری کا الزام لگا کر ثابت کرنا چاہا ہے کیا تیرے پاس کوئی گواہ بھی ہے۔"
ابھی اس کی زبان سے یہ الفاظ پورے بھی نہ ہوئے تھے کہ سردار ہارون نمری اندر داخل ہوئے اور بلند آواز بولے۔
" اے سلیمان! تمہیں چور اور قزاق ثابت کرنے کیلئے ہمارے پاس گواہ موجود ہیں۔"
حجاج بن یوسف نے سردار ہارون نمری کو دیکھا تو اس کا استقبال کرتے ہوئے اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔
سردار ہارون نمری نے کہا کہ
" امیر! مجھے پہلے گواہ پیش کر لینے دیں اس کے بعد میں اپنی نشست پر بیٹھوں گا۔"
اس کے بعد اس نے باہر نکل کر اپنے آدمیوں سے کہا کہ گرفتار شدہ آدمیوں کو پیش کرو تا کہ امیر اس کا فیصلہ کر سکیں۔ اس کے بعد حجاج بن یوسف سے مخاطب ہو کر کہا کہ۔

"امیر محترم! یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس سے چوری شدہ جانور برآمد ہوئے ہیں اور انہوں نے اس بات کا خود اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے سردار سلیمان کے کہنے پر یہ واردات کی تھی اور ان ہی کے کہنے پر انہیں اپنی حفاظت میں رکھا۔"

حجاج بن یوسف نے قہر آلود نظر سلیمان پر ڈالتے ہوئے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ۔

"کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ تم نے یہ جانور سلیمان کے کہنے پر چوری کئے تھے؟"

قیدیوں نے کہا کہ۔

"حضور! جی ہاں ہم نے یہ ان کے کہنے پر چوری کئے تھے۔"

حجاج نے انتہائی طیش اور غصے کی حالت میں سلیمان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سلیمان! جس وقت یہ خریم بن عمر مجھے تمہارے سیاہ کرتوتوں سے آگاہ کر رہا تھا اس وقت تم صرف ملزم تھے اور میں نے تمہیں برداشت کیا تھا۔ لیکن اب یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ تم ہی اصل مجرم ہو اور اس لئے ایک مجرم کی حیثیت سے تم میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ تا کہ میں مقدمہ کا فیصلہ کر سکوں۔"

سردار سلیمان ہانپتا کانپتا اپنی جگہ سے اٹھا اور خریم بن عمرو کے پہلو میں جا کے کھڑا ہو گے۔ ایسے میں حجاج بن یوسف کی گرجدار آواز ابھری۔

"اے نوجوان! خریم بن عمرو! اپنی جھکی ہوئی گردن سیدھی کر اور اپنی چھاتی تان لے تو نے جس طرح سلیمان کے دو بہادروں کا مقابلہ کیا ہے وہ قابل ستائش ہے اور میں تجھے اپنا بیٹا بناتا ہوں۔ چونکہ میں نے تیرے لئے ایک عہدے کا انتخاب کیا ہے اس لئے آ اور اپنی جگہ لے اور سلیمان والی نشست پر بیٹھ جا۔ اب تو میری نظر میں ایک غریب گڈریا نہیں بلکہ ایک سردار ہے۔

سلیمان تو ایک گندہ ترین چور ہے اور میری نظر میں اپنی وقعت مکمل طور پر کھو چکا ہے اور تیری دوسری غلطی یہ ہے کہ تو اس سے پہلے سعید بن اسلم کلابی کے خلاف بھی سازش کر چکا ہے اور جسے میں نے معاف کر دیا تھا۔ وہ تیری پہلی غلطی تھی اور یہ اب تیری دوسری غلطی ہے۔ اس لئے کہ تو نے ایک غریب اور نادار انسان پر چوری کا الزام لگایا اور خود کو بری ثابت کرنا چاہا ہے۔

اللہ کی قسم! اگر آئندہ تو نے کوئی ایسی غلطی کی تو میں تجھے معاف نہیں کروں گا اور تیری گردن کاٹ دوں گا اور اب تو میری نظروں سے دفع ہو جا۔"

سلیمان نے اپنی جان بخشی کو غنیمت جانا اور فی الفور کمرے سے نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد خریم بن عمرو آہستہ روی سے آگے بڑھے اور جھجکتے ہوئے سلیمان والی نشست پر بیٹھ گئے۔

حجاج بن یوسف نے پھر خریم بن عمرو سے مخاطب ہو کر کہا کہ۔

موتی کی قدر

"اے خریم بن عمرو! میں تمہاری کارگزاری سے بے حد خوش ہوا ہوں اور مطمئن ہوں کہ میں نے تمہارے لئے بہت سے فیصلے کئے ہیں اور میں نے تمہیں پتھروں میں پڑا ہوا ایک موتی جانا ہے اور میں نے تمہاری قدر کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ تم ایک نایاب مجاہد ہو اور اسی لئے میں نے تمہیں اپنا فرزند بنایا ہے اور تمہیں مکران کے مسلمان لشکروں کا سپہ سالار مقرر کیا ہے۔

شاید قدرت اس معاملے میں میری مدد کر رہی ہے اور تمہارے مقدمہ سے پہلے میں مسلم بن قتیبہ اپنے بیٹے عبداللہ اور سردار سلیمان اور بنو تمیم کے سردار جماعہ بن اسعر تمیمی کے ساتھ اس مسئلہ پر گفتگو کر رہا تھا۔ کیونکہ مجھے ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو جماعہ بن اسعر کے ساتھ مکران جائے اور وہاں سعید بن اسلم کلابی کا نائب بن کر اور وہاں کے لشکریوں کی نمائندگی کے فرائض انجام دے اور اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے تمہاری صورت میں میری مشکل حل کر دی ہے اور میں تم کو مکران میں اپنے لشکریوں کا سالار مقرر کیا ہے اور کیا تمہیں یہ عہدہ قبول ہے۔"

قبولیت سالاری مکران

خریم بن عمرو نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا کہ میں اس کو قبول کرتا ہوں۔

حجاج بن یوسف نے اس سے کہا کہ تم مکران کے مختصر حالات سن لو تاکہ اس کی روشنی میں تم وہاں اپنا کام بخوبی کر سکو۔ تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ عراق کے نزدیک ترین علاقے مکران، بلوچستان، سندھ اور کرمان ہیں۔ ایران کی سرحد سندھ سے جا ملتی ہے اور ایسے میں ہماری فوجیں مکران میں لڑ رہی تھیں اور فتوحات حاصل کر رہی تھیں تو یہاں کہ فتنہ پرور لوگ

سندھ میں پناہ حاصل کرتے تھے اور سندھ ان کا بہت بڑا مرکز ہے۔

دوسری طرف سندھ کا راجہ داہر کسی صورت یہ نہیں چاہتا کہ ایران میں مسلمانوں کا تسلط ہو اس لئے ان معرکوں میں وہ فتنہ پروروں کی مکمل کر مدد کرتا رہا ہے اور اب جبکہ ایران میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی ہے تو راجہ داہر نے آگے بڑھ کر ایران کے سرحدی صوبوں پر قبضہ جمالیا ہے۔ دوسری طرف ان صوبوں کے ایرانیوں نے بھی راجہ کی اطاعت قبول کر لی ہے تاکہ مسلمانوں اُن پر قابض نہ ہو جائیں۔

وہاں کی صورتحال یہ ہے کہ اب بے شمار غیر مسلم ایرانی راجہ داہر کی سرکردگی میں ایران میں چھاپہ مار جنگ کا آغاز کر چکے ہیں اور کرمان ان کا مرکز ہے اور ان کا لیڈر زریش ہے۔

اس وقت مکران کی پوزیشن یہ ہے کہ وہاں تین قوتیں مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار ہیں۔

(۱) باغی غیر مسلم ایرانی جن کا سربراہ زریش ہے اور ان کا مرکز کرمان ہے۔

(۲) بحری قزاق جو کہ مکران کے ساحل سے لے کر کاٹھیاوار کے ساحل تک پھیلے ہوئے ہیں اور سید کہلاتے ہیں اور وقتاً فوقتاً مکران کے ساحل پر مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے رہتے ہیں۔

(۳) تیسری قوت سندھ کا راجہ داہر ہے اور اس نے بے شمار بھگوڑے مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا رکھا ہے اور آئے دن مسلمانوں پر حملہ آور رہتا ہے۔

(۴) مکران میں الہامی نامی ایک شخص بھی بہت طاقتور ہے اور جب میں نے مکران میں سعید بن اسلم کلابی کو گورنر مقرر کیا تو اس کے ساتھ ایک خط بھی اس شخص کے نام بھیجا کہ مسلمانوں کی مدد کرے اور یہ میرا خط امیر المومنین کی جانب سے حکم نامہ تھا۔ لیکن اس سرکش اور باغی نے سعید بن اسلم کلابی کی مدد اور کسی بھی قسم کے تعاون سے انکار کر دیا اور سعید بن اسلم کلابی اور اس کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ میں تمہیں مختصراً بتا دیتا ہوں۔

سعید بن اسلم کلابی: تمہارے نام یہ خط امیر المومنین کی طرف سے ہے اور تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ دشمن قوتیں زیر کرنے میں تم میری مدد کرو۔

الہامی: اللہ کی قسم! میں تمہارا حکم کسی صورت بھی نہ مانوں گا کیونکہ میرے نزدیک تمہارے حکم کو ماننا اپنی شان گھٹانا اور ذلالت اختیار کرنا ہے۔

سعید بن اسلم کلابی نے اسے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن وہ کسی طور پر بھی نہ مانا اور تنگ آ کر اسے گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دیا گیا اور جسے میں نے ہر ممکن کوشش اور ناکامی کے بعد قتل کر دیا۔

اس کے قتل کی خبر سن کر مکران میں آباد قبیلہ اعلات نے بغاوت برپا کر دی اور ان کا سردار حارث علافی ہے اور اس کے دو بیٹے محمد اور معاویہ ہیں جو کہ اس کے معاون ہیں اور انہوں نے مکران سے اپنے ہزاروں ساتھیوں کے ساتھ ہجرت کر کے راجہ داہر کے علاقے میں پناہ لے رکھی ہے اور آئے دن راجہ داہر کی مدد سے سعید بن اسلم کلابی کو پریشان کرتے رہتے ہیں اور اب میرا یہ مصمم ارادہ ہے کہ ان کی سرکوبی کر کے یہ فتنہ ہمیشہ کیلئے ختم کر دوں۔

دیکھو خریم بن عمر! یہ جو شخص تمہارے ساتھ بیٹھا ہے یہ مجاعہ بن سعر تمیمی ہے اور یہ مکران کا نائب گورنر ہے۔ تم دونوں یہاں سے مکران جاؤ گے اور وہاں سعید بن اسلم کلابی کے ساتھ مل کر ان تمام قوتوں کے خلاف جنگ جاری رکھو گے اور وہاں پر موجود اسلامی فوجوں کے تم سالارِ اعلیٰ ہو گے۔

خریم بن عمرو قدرے سوچ کے ساتھ سردار ہارون نمری کی جانب دیکھتا ہے۔

سردار ہارون نمری اس سے کہتا ہے کہ

"اے خریم تم خوش قسمت ہو کہ تمہیں ملت کے فرائض سونپے جا رہے ہیں اور اس لئے تم اس کو قبول فرماؤ اور امیر کی خواہش کے مطابق مکران روانہ ہو جاؤ۔ جہاں تک تمہارے ریوڑ اور تمہاری املاک کا تعلق ہے ان کی تمام تر دیکھ بھال میرے ذمہ ہو گی اور تمہیں کسی بھی قسم کی شکایت نہ ہو گی۔"

خریم بن عمرو نے اس کے بعد کہا

"امیر محترم! میں ابھی اور اسی وقت مکران جانے کو تیار ہوں اور آپ جیسے حکم فرمائیں میں مجاعہ کے ساتھ مکران روانہ ہو جاؤں گا۔"

حجاج بن یوسف نے کہا

"دو دن بعد تم یہاں سے کوچ کر جانا اور اس دوران تمہاری روانگی کی تیاریاں مکمل ہو جائیں گی۔"

مکران میں توارد

خریم بن عمر اور مجاعہ بن سعر تمیمی کچھ دنوں کے سفر کے بعد مکران میں سعید بن اسلم

کلابی کے پاس پہنچ گئے۔ سعید بن اسلم کلابی نے ان کا استقبال اپنی حویلی میں کیا اور انھیں اپنے ساتھ اپنی حویلی میں لے گیا اور بعد از سلام وتعارف سعید بن اسلم کلابی یوں گویا ہوئے۔

"میرے عزیز! تمہارے اور جماعہ بن سعر تمیمی کے آنے کی اطلاع حجاج بن یوسف کی جانب سے مجھے مل چکی ہے۔ حجاج بن یوسف نے تمہاری از حد تعریف کی ہے کہ تم اپنے فن میں یکتا ہو دلیر ہو شجاع اور سر فروش ملت ہو۔ اس لئے مجھے تم سے ملنے کا از حد اشتیاق تھا اور جہاں تک میرے بھائی جماعہ بن سعر تمیمی کا تعلق ہے میں اس کو کافی عرصہ سے جانتا ہوں اس کی وفاداری اور جانثاری ہر قسم کے شبہ سے بالاتر ہے۔

چونکہ حجاج بن یوسف نے تم کو یہاں کے لشکریوں کا سالار اعلیٰ اور جماعہ کو میرا نائب مقرر کیا ہے۔ اس لئے یہاں کے حالات سے تمہیں مکمل طور پر آگاہ کرنا میرا فرض ہے تاکہ تم صحیح طور پر اپنے فرائض انجام دے سکو۔

اس وقت یہاں چار بڑی ذیل کی قوتیں ہیں جو کہ ہمارے خلاف برسرپیکار ہیں اور ان میں سب سے پہلی قوت راجہ داہر کی ہے۔

دوسری قوت ایران کے باغی غیر مسلم اور مجوسی ہیں جنہوں نے مکران کے ایک شہر کی کو اپنا مرکز بنایا ہوا ہے اور وسیع تر علاقہ ان کے زیر تسلط ہے اور ان کا سرغنہ نریش ہے۔

تیسری قوت بحری قزاق ہیں جو نہ صرف سمندر میں اپنی من مانی کرتے ہیں بلکہ ساحل کے ساتھ ساتھ بھی اپنی کاروائیاں کرتے رہتے ہیں اور ان کا قبیلہ نکامرہ ہے اور اس کے دو حصے ہیں ایک ہندو اور دوسرا بدھ مت ہے اور مجھے امید ہے کہ تھوڑی سی محنت سے بدھ مت والے ہمارے ساتھ ہوں گے

چوتھی قوت نیرون کا حاکم سندر داس ہے۔ جو کہ بدھ مت مذہب کا پیروکار ہے اور خفیہ رابطہ ہمارے ساتھ رکھا ہوا ہے اور ہمارا ہمدرد بھی ہے اور اکثر و بیشتر معاملات میں ہم سے مددگار کا خواہاں رہتا ہے۔

اس کے علاوہ یہاں ایک اور قوت بھی موجود ہے جو حارث علافی کے زیر کمان ہمارے خلاف برسرپیکار ہے اور راجہ داہر ان کا پشت پناہ ہے۔

خریم بن عمر نے کہا کہ مجھے کافی زیادہ حالات امیر حجاج بن یوسف پہلے ہی بتا چکے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم ان سب قوتوں سے بخوبی پیش آئیں گے۔ پانچ تر قوتوں میں سے نیرون کا راجہ ہمارے ساتھ ہے اور باقی چار قوتوں سے نپٹنے کا طریقہ آنے والا وقت ہی طے

کرے گا۔

بری خبر

ابھی یہ مجلس جاری ہی تھی کہ اتنے میں ایک دربان نے آ کر اطلاع دی کہ نیرون کے راجہ سندرداس کا ایک قاصد بڑی عجلت میں آیا ہے اور فوری باریابی کا طالب ہے۔

سعید بن اسلم کلابی نے اسے فوری طور پر بلوایا اور اس سے آنے کا مقصد دریافت کیا۔ قاصد نے کہا

"اے مسلمانوں کے امیر! میں ایک انتہائی خبر کے ساتھ حاضر ہوا ہوں۔ راجہ سندر داس کی بیٹی کو نکامرہ قبیلے کے ہندو سردار موہل نے اغوا کر لیا ہے اور ہماری تحقیق کے مطابق موہل کے ساتھی کوہ دشت میں اسے بگھی میں ڈال کر لے جا رہے ہیں اور میرے دو ساتھی ان کی نگرانی کر رہے ہیں اور میں آپ کے پاس بھاگم بھاگ کر پہنچا ہوں۔

میری آپ سے التماس ہے کہ سندرداس کی بیٹی کو کسی طرح ان کے قبضے سے چھڑائیں۔ اگر وہ ایک دفعہ سردار موہل کے پاس پہنچ گئی تو پھر اس کی قید سے اسے چھڑانا بہت مشکل ہو جائے گا۔"

سعید بن اسلم کلابی نے اسی وقت خریم بن عمر سے کہا

"اے خریم! یہ ہمارے لئے ایک بہت بری خبر ہے۔ چونکہ سندرداس ہمارا حلیف ہے اس لئے اس کی اور اس کی بیٹی کی مدد کرنا ہمارا فرض اولین بنتا ہے۔ لہذا تم فوری طور پر جاؤ اور ان سے سندرداس کی بیٹی کو چھڑوا لاؤ۔"

خریم بن عمر نے قاصد سے مخاطب ہو کر کہا کہ۔

"اس قافلے میں موہل کے کتنے مسلح آدمی ہیں۔"

قاصد نے جواب دیا کہ تقریباً پچیس کے قریب مسلح آدمی ان کے ساتھ ہیں۔

پہلا معرکہ

خریم بن عمر نے سعید بن اسلم کلابی سے اجازت لی اور اپنے ساتھ دس مسلح آدمی لے کر قاصد کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ سفر کرنے کے بعد قاصد نے خریم بن عمر سے مخاطب ہو کر کہا کہ

"اے خریم بن عمر! دریائے دشت کے بائیں کنارے پر موجود سامنے ہیولے نظر آ

ہے ہیں اور وہ نکامرہ قبیلے کے لوگ ہیں جو کہ راجہ سندر داس کی بیٹی کو اٹھا کر لے جا رہے ہیں۔"

اتنی بات سنتے ہی خریم بن عمر نے کوئی فیصلہ کیا اور اپنے جوانوں کو ساتھ لے کر دریا کے بائیں جانب بڑھنا شروع کر دیا اور کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد اس نے دریا کو پار کیا اور اچانک نکامرہ قبیلے کے مسلح جوانوں کے سامنے پہنچ گیا اور ان کے سرخیل کو مخاطب ہو کر کہا

"ہم تم سے لڑنے کیلئے نہیں آئے اور تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ نیرون کے راجہ سندرداس کی بیٹی کو ہمارے حوالے کر دو جسے تم اٹھا کر لے جا رہے ہو۔ اگر تم نے اسے واپس نہ کیا تو تمہارے لئے یہ اچھا نہ ہوگا۔"

سرخیل نے خریم بن عمر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اجنبی تم ہم پر الزام لگا رہے ہو اور نہ ہی ہم راجہ سندرداس کی بیٹی کو جانتے ہیں اور نہ ہی اس کی بیٹی سے واقف ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی نیرون کے حاکم کی بیٹی کو جانتا ہے تو بگھی کا پردہ اٹھا کر دیکھ لے اس کے اندر ہماری دو بیٹیاں سوار ہیں اور ہم انہیں لے کر اپنے قبیلے کی طرف جا رہے ہیں اور اس کے علاوہ ہمارے پاس اور کچھ نہیں ہے۔"

خریم بن عمرو نے کہا کہ۔

"تم ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش نہ کرو اور ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ اس بگھی کے اندر دو لڑکیاں موجود ہیں۔ لیکن بگھی کے نیچے بنے ہوئے تہہ خانہ میں میں سندرداس کی لڑکی موجود ہے اور جس کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر تم نے اسے قید کر رکھا ہے اور اس کو اپنے سردار موہل کے پاس لے کر جا رہے ہو۔ کیونکہ وہ اسے پسند کرتا ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہے اب بولو کیا میں تمہارے سامنے جھوٹ بول رہا ہوں۔"

سرخیل نے انتہائی غصیلے لہجے میں اپنی تلوار نیام سے نکالتے ہوئے کہا

"تم کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو اور ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ۔ ہمارا تعلق جس قبیلہ سے ہے اسکے نزدیک جذبات کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔"

خریم بن عمرو نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"او وحشی انسان! دھوکہ سے باہر نکل اور صاف صاف کہہ دے اگر تو لڑکی ہمارے حوالے نہیں کرتا تو پھر مقابلے کیلئے تیار ہو جا۔"

اس کے ساتھ ہی سرخیل نے ایک مکروہ قہقہہ لگاتے ہوئے خریم بن عمر اور ان کے

ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔ دوسری طرف خریم بن عمر بھی بڑے ہوشیار کھڑے تھے اور جواب میں انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے بھی تلواریں سونت لیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے ان سب کا خاتمہ کر دیا۔

جنگ کے خاتمے کے بعد سندرداس کی بیٹی کو بگھی کے تہہ خانہ سے نکالا گیا اور خریم بن عمر نے نکامرہ قبیلے کے نوجوانوں کی تمام لاشوں کو ایک کھڈ میں ڈالا اور اس کھڈ کو اوپر سے پر کر دیا تاکہ نکامرہ قبیلے والے ان کے غائب ہونے کا راز نہ جان سکیں۔ پھر اس بگھی کے پیچھے جھاڑ جھنکار باندھ دیا اور اس طرح وہاں سے روانہ کر دیا کہ وہاں کسی بھی قسم کے تصادم کا امکان باقی نہ رہا۔

اس طرح وہ پہلا معرکہ سر کر کے سعید بن اسلم کلابی تمیمی کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور وہ اس سے بے حد خوش ہوا اور شاباش دی۔

راجہ داہر اور حارث علافی

خفیہ ملاقات

ایک روز حارث علافی اپنے دونوں بیٹوں معاویہ اور محمد کے ساتھ مکجور میں اپنے محل میں بیٹھا ہوا تھا کہ اسے اچانک اطلاع ملی کہ سندھ کا راجہ داہر بذات خود اسے سے ملنے اس کے پاس آیا ہے۔ اس نے فوری طور پر اس کا استقبال کیا اور پھر ان کے درمیان کافی دیر تک راز و نیاز کی باتیں ہوتی رہیں۔

راجہ داہر نے حارث سے مخاطب ہو کر کہا

"سنو حارث! میرے مخبروں کی اطلاع کے مطابق سعید بن اسلم کلابی خراج کی وصولی کیلئے ان علاقوں کا دورہ کر رہا ہے۔ تمہارے لئے اس وقت بہترین موقع ہے کہ اس پر حملہ کر کے اس کو ہلاک کر دو۔ اس طرح تمہیں مکران کی حکمرانی مل جائے گی اور میں تمہاری ہر طرح کی مدد کیلئے تیار ہوں۔

مکران کی حکومت حاصل کرنے کا تمہارے پاس یہ بہترین موقع ہے۔ میرے ساتھ جو لشکر آیا ہے میں وہ تمہاری سرکردگی میں دے دیتا ہوں۔ سعید بن اسلم کلابی کے قتل کے بعد مکران کے اندرونی حصوں کی طرف پیش قدمی کر کے جتنے علاقوں پر قبضہ کر سکو کر لو۔ یاد رکھو اگر تم نے اس سنہری موقع کا فائدہ نہ اٹھایا تو پھر کبھی بھی مکران کی حکومت حاصل نہ کر سکو گے۔

اس دوران میرا قیام تمہارے پاس مکجور میں ہی رہے گا۔"

حارث نے راجہ داہر سے کہا کہ

"آپ کی اس پیش کش پر میں آپ کا بہت زیادہ ممنون ہوں اور جیسے ہی سعید بن اسلم کلابی ان علاقوں کا دورہ کرے گا میں اس پر شاہباز کی مانند ٹوٹ پڑوں گا اور مجھے امید ہے کہ میں اس کے قتل کے فوراً بعد مکران میں اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"

سعید بن اسلم کلابی کا قتل

سعید بن اسلم کلابی حسب معمول مکران کے نواحی علاقوں سے خراج کے وصول کیلئے نکلے اور ان کے ہمراہ ان کے چند محافظ بھی تھے۔ابھی وہ دریائے دشت کے بائیں کنارے پر واقع ایک گاؤں میں موجود تھے کہ حارث علافی نے اپنے دونوں بیٹوں محمد اور معاویہ کے ساتھ اس پر اچانک حملہ کر دیا اور اس پر اچانک شب خون مارا اور کافی دیر کے مقابلے کے بعد سعید بن اسلم کلابی اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔

بعد ازاں حارث علافی کے دونوں بیٹے راجہ داہر کے مہیا کردہ لشکر کو لے کر مکران کے اندرونی علاقوں کی طرف بڑھے اور پیش قدمی شروع کر دی۔ راہ میں آنے والی ہر شے کو انہوں نے تہس نہس کر دیا اور لوگوں کو خاک وخون میں نہلاتے ہوئے یہ آگے بڑھنے لگے۔

دوسری طرف سعید بن اسلم کلابی کے چند ساتھی جو کہ انتہائی زخمی حالت میں میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے سعید بن اسلم کلابی کی رہائش گاہ پر پہنچے تو انہوں نے مجاعہ بن سعر کو جو کہ نائب گورنر مکران تھا اور ان کے نائب حنظلہ کلابی اور خریم بن عمر کے سامنے سارا واقعہ بیان کیا اور مکران کے نواحی علاقوں کی مکمل تفصیل سے آگاہ کیا۔

اس خبر کو سن کر تینوں کی حالت غضب ناک ہوگئی اور تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد خریم بن عمر نے مجاعہ بن سعر سے اس طرح مخاطب ہو کر کہا

"اے مجاعہ! آپ بھی میرے باپ اور بزرگ کی مانند ہیں اور سعید بن اسلم کلابی کے بعد یہاں کے گورنر ہیں اور مجھے اجازت دیجئے کہ میں حارث علافی اور اس کے بیٹوں پر عقاب بن کر جھپٹوں اور ان سے نہ صرف سعید بن اسلم کلابی کے قتل کا بدلہ لوں بلکہ ان کی اس جسارت کا وہ مزہ ان کو چکھاؤں کہ وہ اور ان کی آئندہ نسلیں بھی ایسا کرنے کی جرات نہ کر سکیں۔"

مجاعہ بن سعر نے خریم سے مخاطب ہو کر کہا

"خریم! تم میرے بیٹوں کی مانند ہو اور اس لئے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لاؤ اور اس فتنہ کا سدباب کرو۔"

خریم بن عمر نے ابن حنظلہ سے مخاطب ہو کر کہا

"اے میرے بھائی اور نائب! فوری طور پر لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دو۔تم یہاں

مکران میں کچھ دستوں کے ساتھ رہو اور اگر یہاں کوئی گڑبڑ ہو تو اس سے نبٹ سکو۔ سعید بن اسلم کلابی کے لشکر میں سے جو لوگ بھاگ کر آئیں ہیں ان کو ہمارا راہنما مقرر کرو تا کہ وہ ہمیں راستوں سے آگاہ کرتے رہیں اور ہم اس وجہ سے تیزی کے ساتھ معاویہ اور محمد کا مقابلہ کر سکیں۔"

معاویہ اور محمد سے مقابلہ

خریم بن عمر نے انتہائی تیزی کے ساتھ اپنی فوجیں لیں اور دریائے دشت کے کنارے پر پہنچ گیا اور ادھر معاویہ اور محمد دونوں کو بھی مسلمانوں کے لشکر کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی اور اس طرح انہوں نے دریائے دشت کے بائیں کنارے پر پراؤ ڈالا۔

خریم بن عمر نے اللہ سے دعا کی کہ۔

"اے میرے اللہ! بے شک میں ایک معمولی سا گڈریا ہوں اور ریوڑ چرانے والا ہوں اور اے میرے اللہ تو نے اپنے پیغمبروں کو گلہ بانی سے جہاں بانی کے مرتبہ پر پہنچایا۔ اے میرے اللہ میں تجھ سے انبیاء و رسول کی تقدیر کے صدقے میں اپنی مدد اور نصرت کی التجا کرتا ہوں۔"

خریم بن عمر نے اپنے لشکر کو دریائے دشت کو ایک خاص ترتیب سے پار کرنے کا حکم دیا اور اس نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں منقسم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ اس کی زیر نگرانی تھا اور دوسرا حصہ حنظلہ کی زیر سرکردگی میں تھا۔ دریائے دہشت عبور کرتے ہوئے اس نے ایک جنگی پلان بنا لیا تھا۔ اس کے مطابق اس کا لشکر آگے بڑھ رہا تھا۔ جیسے ہی اس کی فوج نے دریا عبور کیا معاویہ اور محمد کی فوجوں نے اس پر حملہ کر دیا۔

خریم بن عمر نے بلند آواز سے اپنی فوجوں سے مخاطب ہو کر کہا

"سنو! اسلام کے فرزندو! میرے صاحبو! میرے بہادرو! دشمن ہمارے مقابلے کیلئے سامنے ہے اور اب یہ چند ہی لمحوں کے مہمان ہیں اور کہر کے غلاف میں شورش اور اضطراب کے بدترین غلاموں کی طرح ان پر ٹوٹ پڑو اور فنا کے آنچل اور شکست کے آثار پھیلاتے ہوئے اور انوکھی و پراسرار قوتوں کی طرح ان کی سانسوں کی ڈوریاں کاٹتے ہوئے بڑھتے چلو اور ہر لحہ ان کی تعداد کو کم کرتے جاؤ اور جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان ہو۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی خریم بن عمر نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور اپنی فوجوں کو حملہ کا اشارہ دے دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی فوجیں غیض و غضب کی مانند معاویہ اور محمد اور راجہ

داہر کی مشترکہ فوجوں پر ٹوٹ پڑیں۔ اپنے تند و تیز حملوں سے ان کی نصف سے زیادہ فوج کو گاجر اور مولیوں کی طرح کاٹ دیا اور معاویہ و محمد اپنے بچے کھچے لشکر کو چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ گئے اور انہوں نے **پنجگور** جا کر دم لیا۔

ادھر راجہ داہر اور حارث علافی اپنے لشکروں کی فتح کی خوشخبری سننے کیلئے پنجگور میں بے تاب تھے کہ اچانک خبر ملی کی معاویہ اور محمد اور ان کے لشکر کا صفایا کر دیا گیا ہے اور معاویہ و محمد بچے کچھے لشکر کے ساتھ واپس **پنجگور** آ رہے ہیں۔

اس خبر نے راجہ داہر کے اوسان خطا کر دیئے اور مخبر سے اس قوت کے بارے میں پوچھا جس نے معاویہ اور محمد لے لشکروں کا یہ حال کیا تھا۔

مخبر نے بتایا کہ وہ مکران کے نئے سپہ سالار خریم بن عمر کی فوج ہے۔

تھوڑی دیر تک تو راجہ داہر سوچوں میں گم رہا اور حارث علافی سے یوں مخاطب ہوا کہ۔

''میرے خیال میں تھا کہ سعید بن اسلم کلابی کے بعد مکران میں مسلمانوں کی کوئی مزاحمت باقی نہ رہے گی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان پہلے سے ہی ان تمام حالات پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں۔'' حارث علافی نے کہا کہ۔

''میں جانتا ہوں کہ یہ ساری کاروائی حجاج بن یوسف کی ہے اور وہ بہت چالاک اور مکار شخص ہے اور وہ ہر قدم بہت سوچ سمجھ کر اٹھاتا ہے۔ جب وہ قدم اٹھالیتا ہے تو دشمن کو روندے بغیر نہیں رہتا۔ یقیناً اس نے یہاں کے حالات کے پیش نظر نئے لوگوں کو مکران بھیجا ہے اور اب ہمیں حالات کا از سر نو جائزہ لینا ہوگا۔

میں ایک بات آپ پر واضح کرتا جاؤں کہ حجاج بن یوسف بڑا تیز فہم و فراست کا شخص ہے۔ اس نے ایسے ہی خریم بن عمر کو سالار اعلیٰ نہیں بنایا بلکہ یقیناً اس میں ایسی صلاحیتیں ہوں گی جس کے تحت اسے اس منصب کیلئے چنا گیا ہے اور ہمیں آئندہ ہر کام سوچ سمجھ کر کرنا ہو گا۔'' راجہ داہر نے کہا۔

''اے حارث! تو مت گھبرا۔ میں ایک اور لشکر تمہاری مدد کیلئے بھیجوں گا۔ وہ یہاں تمہارے پاس پنجگور میں مقیم رہے گا اور دوسری طرف میں نکامرہ قبیلے کے سردار موہل کو دعوت بھیجوں گا کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو اور تیسری طرف میں کرمان کے مجوسی سالار اعلیٰ نریش کی طرف بھی پیغام بھیجوں گا کہ وہ بھی مسلمانوں پر حملہ آور ہو اور اس طرح جب

تین اطراف سے مسلمانوں پر حملے ہوں گے تو وہ کسی بھی صورت بچ نہ سکیں گے۔"

حارث علافی نے توصیفی انداز میں راجہ داہر کی طرف دیکھا اور کہا۔

" راجہ! میرے خیال میں یہ ایک بہترین ترکیب ہے اور اس طرح مکران میں مسلمانوں کے پاؤں کہیں بھی نہ جمنے پائیں گے۔"

اتنے میں اس کے دونوں بیٹے معاویہ اور محمد منہ لٹکائے ہوئے حویلی میں داخل ہوئے۔ حارث نے ان سے کہا کہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم دونوں کو شکست ہوئی ہے اور وہ ایک غیر معمولی قوت ہے اور تمہارے لشکر میں اس قوت کا مقابلہ کرنے کی سکت نہ تھی بہر حال اس گفتگو کے بعد ان کے درمیان جو بات طے پائی اس کے مطابق وہ آئندہ لائحہ عمل پر کام کرنے کیلئے مستعد ہو گئے اور راجہ داہر واپس اپنی راجدھانی میں چلا گیا ہے۔

حجاج بن یوسف اور سردار سلیمان علافی

ایک روز حجاج بن یوسف نے سردار سلیمان کو اپنے دارالعدل شہر واسط میں طلب کیا۔ جب سردار سلیمان اس کے سامنے حاضر ہوا اور آگے بڑھ کر اس نے اپنی نشست پر بیٹھنا چاہا تو حجاج بن یوسف نے گرجدار آواز میں اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ

"تم ایک مجرم ہو اور میں نے تمہیں ایک مجرم کی حیثیت سے طلب کیا ہے اور تم مجرم ہونے کے حیثیت سے اپنی نشست پر نہیں بیٹھ سکتے لہٰذا تم میرے سامنے کھڑے رہو اور میں تم پر جو الزام لگا رہا ہوں تمہیں اس کی صفائی پیش کرنے کا پورا پورا موقع دیا جائے گا اور اگر تم اپنی صفائی پیش کرنے میں ناکام رہے تو یاد رکھنا کہ میرا انتقام انتہائی سخت ہوگا۔"

اس کے ساتھ ہی حجاج بن یوسف نے ایک گہری نظر سے سردار سلیمان کی طرف دیکھا جس سے وہ کانپ گیا اور اس کے بعد حجاج بن یوسف نے گرجدار آواز میں کہا

"میں نے تمہیں پہلے ہی متنبہ کیا تھا کہ تم دو جرم کر چکے ہو اور تیسرا جرم اگر تم نے کیا تو میں تمہاری گردن کاٹ دوں گا۔ مجھے تمہارے تیسرے جرم کی اطلاع مل چکی ہے اور تم نے اپنے قبیلے کے ایک شخص حارث اور اس کے بیٹوں کو ترغیب دے کر مکران کے حاکم سعید بن اسلم کلابی کا قتل کروایا ہے اور اس کے ساتھ موجود اس کے تمام لشکریوں کو بھی تہہ تیغ کیا ہے۔ لیکن وہ مکران پر قابض نہ ہو سکے کیونکہ وہاں میرے مقرر کردہ سالار اعلیٰ خریم بن عمر کے سامنے وہ بے بس ہو گئے اور اب مکران کا حاکم جماعہ بن سعر تمیمی ہے اور حارث، محمد اور معاویہ کے ساتھ تم بھی اس قتل کے مجرم ہو اور اس لئے میں تمہیں قاتل کی حیثیت سے تمہارے قتل کا حکم دیتا ہوں۔ لیکن یاد رکھنا کہ اگر تم نے جھوٹ بولا تو میں تمہاری گردن یہاں کھڑے کھڑے کاٹ دوں گا۔"

حجاج بن یوسف کی یہ بات سن کر سلیمان علافی کانپ اٹھا اور اس نے اپنی لغزش کو تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد حجاج بن یوسف کے حکم پر سلیمان علافی کی گردن کاٹ دی گئی۔

............✿............

نئی خبریں

ایک دن خریم بن عمر جماعہ بن سعد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ مخبر ایک نئی خبر لے کر حاضر ہوا کہ ساحل سمندر کے بدھ مذہب کا سردار وانگہ گوتکامرہ قبیلے کے ہندو سردار موہل کا سخت دشمن ہے لیکن وہ اس سے مقابلے کی سکت نہیں رکھتا کیونکہ اسے خطرہ ہے کہ کہیں موہل اس کے سارے قبیلے کو کچل نہ دے۔ وانگہ مسلمانوں کا ساتھ دینے کیلئے تیار ہے لیکن وہ اس کیلئے کچھ تحفظات چاہتا ہے۔

ابن سعد نے اس پوچھا کہ کس قسم کے تحفظات؟

مخبر نے کہا کہ دراصل اس کی خواہش ہے کہ جب وہ موہل سے ٹکر لے تو نہ صرف مسلمان موہل کے مقابلے میں اس کی مدد کریں بلکہ اس کے قبیلے کی عورتوں کی حفاظت کا بھی انتظام کریں۔ کیونکہ موہل سے ٹکراؤ کی صورت میں موہل کے قبیلے کے لوگ وانگہ قبیلے کی عورتوں کو اٹھا کر لے جائیں گے اور ایسے میں ان کو یقین دہانی کروائی جائے کہ مسلمان نہ صرف وانگہ کی مدد کریں گے بلکہ ان کی عورتوں کی حفاظت بھی کریں گے۔

گو میں اپنی طرف سے یقین دہانی کروا چکا ہوں لیکن پھر بھی اس کے اطمینان کیلئے آپ کو اس سے بات کرنی ہوگی۔ ابن سعد نے کہا کہ بہرحال اسے ہر بات کا مکمل یقین دلا دیا جائے گا تم مطمئن رہو۔

کرمان کے مجوسی

کرمان کے تین شہروں مسکی، ہامان اور اتاس میں مجوسیوں کے بہت بڑے گڑھ تھے اور ان کا سربراہ نرمیش بڑا عیار اور دھوکے باز انسان تھا۔ اس نے اپنی تمام تر قوت مسکی شہر کے گرد و نواح میں جمع کر رکھی تھی اور وہ مسلمانوں پر کاری ضرب لگانے کے منصوبے بناتا رہتا تھا۔ اس سلسلہ میں وہ نکامرہ قبیلے کے سردار موہل اور راجہ داہر کے ساتھ ساز باز کر رہا تھا۔ اس بات کا خدشہ تھا کہ یہ تینوں قوتیں باہم مل کر مسلمانوں کے خلاف کوئی بڑا محاذ قائم نہ کر لیں۔

اس معاملہ کو ایک روز مجلس مشاورت میں زیر بحث لایا گیا اور اس وقت خریم بن عمر نے یوں خطاب کیا۔

"میں نے دل ہی دل میں اس بات کی قسم کھائی ہے کہ میں حارث علافی اور اس کے دونوں بیٹوں کو ضرور قتل کروں گا کیونکہ انہوں نے سعید بن اسلم کلابی کو قتل کیا ہے اور ان دونوں کا قتل مجھ پر واجب ہو چکا ہے۔

لیکن اس وقت سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ان سب کو اکٹھا نہ ہونے دیا جائے اور میں نے اپنے نائب نیاز بن حنظلہ سے بات کی ہے اور یہ طے پایا ہے کہ میں چند یوم میں ایک لشکر کے ساتھ کرمان کی طرف کوچ کر جاؤں اور اس سلسلہ میں مخبر رام رتن میری راہنمائی کرے گا اور جبکہ حنظلہ کی زیر نگرانی ایک لشکر یہاں رہے گا تاکہ میری غیر موجودگی میں کران کیلئے کوئی خطرہ نہ ہو۔

بہر حال میں سب سے پہلے رام رتن کے ذریعہ نرمیش کی قوت کا اندازہ لگاؤں گا اور پھر جنگ کا طریقہ کار طے کروں گا۔ ہو سکتا ہے کہ مجھے چھاپہ مار جنگ کرنی پڑے اور بہر حال میں اس کی قوت کا خاتمہ کر کے رہوں گا۔"

مجاعہ بن سعر تمیمی نے کہا

"خریم! مجھے تمہاری تجویز قبول ہے اور اس سلسلے میں تم جلدی کوچ کر جاؤ۔"

خریم بن عمر نے کہا کہ۔

"میں خود بھی وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا اور اس لئے میں کل ہی یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔"

مسکی کی جانب پیش قدمی اور حملہ

خریم بن عمر نے اپنی فوجوں کے ساتھ رام رتن کی راہنمائی میں کرمان کے شہر کی طرف تیز رفتاری سے بڑھنا شروع کیا۔ مسکی کے نزدیک پہنچ کر چند میل کے فاصلے پر اس نے اپنی فوجوں کے ساتھ پڑاؤ ڈالا اور پھر رام رتن کو آگے مسکی کے حالات جانچنے کیلئے روانہ کیا اور خود بے چینی سے اس کا انتظار کرنے لگا۔

رام رتن نے واپس آ کر جو جائزہ لیا تھا وہ خریم بن عمر کے سامنے پیش کیا جو اس کی توقعات سے بہت بڑھ کر تھا۔ رام رتن کی اطلاع کے مطابق زمیش کا لشکر کئی گنا زیادہ تھا اور مسکی شہر سے باہر پڑاؤ ڈالے ہوا تھا۔ جبکہ مسکی شہر کے اندر خود نریش بھی ایک لشکر لئے تیار بیٹھا تھا اور اس کے علاوہ دو اور لشکر بھی اس کے دوسرے شہروں ہامان اور ناس میں موجود تھے۔

بعد از غروب آفتاب خریم بن عمر نے رام رتن کو ساتھ لے کر مسکی شہر کا رخ کیا اور بڑی گہری نظروں سے جائزہ لیا اور پھر ایک مناسب لائحہ عمل طے کر کے وہ اپنی فوج میں واپس آیا اور آ کر اپنی فوجوں کی ترتیب و نظم و نسق کو اپنے پلان کے مطابق درست کیا اور نصف رات کو عقاب کی مانند اپنے پڑاؤ سے فوج لے کر نکلا اور زمیش کے لشکر پر دھاوا بول دیا۔

چونکہ نصف رات کے بعد کا وقت تھا اس لئے زمیش کا لشکر خواب کے سہانے منظروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ جب تک اس کا لشکر ہوشیار ہوتا اس وقت تک خریم بن عمر کا لشکر ان پر کڑکتی ہوئی بجلی کی مانند چھا چکا تھا زمیش نے ہر ممکن کوشش کی کہ کسی طرح اس کے حملے کو روک سکے لیکن وہ اپنی کوششوں میں بالکل ناکام ہوا اور اس کو تو ابھی تک معلوم بھی نہ تھا کہ اس پر حملہ کس نے کیا ہے اور وہ بارہا کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح اپنا دفاع کریں لیکن ہر بار انہیں زیادہ صدمہ اٹھانا پڑتا۔

حتیٰ کہ صبح سحر نمودار ہونے سے پہلے ہی زمیش شکست کھا گیا اور اپنے بچے کچھے لشکر کو لے کر بھاگ گیا اور خریم بن عمر نے اگرچہ پوری طاقت سے اس کا تعاقب کیا لیکن زمیش اپنی فوج کا معتد بہ حصہ گنوانے کے باوجود چند دستوں کے ہمراہ جان بچانے میں

کامیاب ہو گیا۔

آفتاب طلوع ہوتے ہی خریم بن عمرو نے زمیش کی لشکر گاہ کا رخ کیا اور وہاں قبضہ کر لیا۔ اس کے علاوہ ضروریات زندگی کا بہت سا سامان بھی قبضہ میں لیا اور جسے جو کچھ حصہ میں آیا اس نے وہ کچھ سمیٹا اور ان کو لے کر واپس مکران کا رخ کیا۔

خریم بن عمرو جب واپس صدر مقام مکران پر پہنچا تو اس کا بڑی شان و شوکت سے استقبال کیا گیا۔

نیا حادثہ

رات کو جب مجلس جماعہ بن سعر تمیمی کی صدارت میں ہوئی تو اس نے کہا۔

"اے ابن عمر! میرے بیٹے مجھے جہاں تمہاری فتح نے بے حد خوش کیا ہے اور میں مسرت سے دوچار ہوا ہوں وہاں ایک بری خبر بھی ہے جس کے مطابق راجہ داہر نے قندابیل شہر میں ایک بہت بڑا لشکر اکٹھا کر لیا ہے اور مزید فوجیں وہاں آ رہی ہیں۔ حارث اور اس کے دونوں بیٹے معاویہ اور محمد بھی اپنی افواج کے ساتھ وہاں موجود ہیں۔ مخبر کی اطلاع کے مطابق راجہ داہر نے نکامرہ قبیلے کے سردار موبل کے پاس اور مجوسیوں کے سردار زمیش کے پاس قاصد دوڑائے ہیں تاکہ ایک دن مقرر کر کے ہم پر تین اطراف سے حملہ کر دیا جائے۔ ان کے پلان کے مطابق راجہ داہر قندابیل کی جانب سے اور نکامرہ قبیلہ ساحل کی جانب سے اور زمیش اپنے لشکر کے ساتھ اپنی طرف سے حملہ آور ہو گا۔ ایسے میں ہمیں کیا کرنا چاہئے مجھے تمہارے مشورے کی اشد ضرورت ہے۔"

خریم بن عمر نے کہا۔

"میرے محترم! میرے نقطہ نگاہ سے زمیش میں ابھی اتنی سکت نہیں ہے کہ وہ فوری حملہ کر سکے اور اس کو اس تیاری کیلئے چند ماہ درکار ہوں گے کیونکہ میں نے اس کی کمر مکمل طور پر توڑ دی ہے اور مسکی شہر کو بالکل تباہ و برباد کر دیا ہے۔ البتہ اس کے پاس ہامان اور اتاس میں کافی قوت عسکری موجود ہے اور میں اپنے اللہ تعالیٰ سے اس بات کی امید کرتا ہوں کہ جلد ہی ان دونوں قوتوں کو تباہ و برباد کر دوں گا۔

معرکہ قندابیل

راجہ داہر اور حارث کے قندابیل کے جمگھٹے کو بھی میں اللہ کے فضل سے جلد پارہ پارہ

کر دوں گا۔ اب میں مکران میں قطعی آرام نہیں کروں گا اور اپنے اسی لشکر کے ساتھ ابھی روانہ ہو جاؤں گا۔ میں اپنے کام کی ابتداء وہیں سے کروں گا۔"

جماعہ بن سعر تمیمی نے کہا کہ۔

"ابھی تمہارا لشکر تھکا ہوا ہے اور اسے قدرے آرام دو اس کے بعد یہاں سے کوچ کرنا۔"

خریم بن عمر نے کہا

"نہیں میرے محترم! ستانے اور آرام کرنے سے مراد یہ ہے کہ دشمن کو اجازت دی جائے کہ وہ ہمارے اوپر چڑھ دوڑے اور اگر میں چند دن کیلئے بھی یہاں رک گیا تو اطلاع مل جائے گی کہ زمیش کو شکست دے کر میں مکران واپس آ گیا ہوں اور آرام کر رہا ہوں۔ جبکہ میں دشمن کو ایک لمحہ کی بھی مہلت نہیں دینا چاہتا۔ اس لئے آپ مجھے فوری اجازت دیں تا کہ میں قندابیل جا کر ان کے جمگھٹے کو پارہ پارہ کر سکوں اور ان کو منتشر کر دوں۔ چونکہ ان تینوں کو اکٹھا ہونے کیلئے وقت درکار ہے اس لئے آپ اس مہلت سے فائدہ اٹھائیں اور میری غیر موجودگی میں اپنی قوت میں مزید اضافہ کریں۔"

جماعہ بن سعر تمیمی نے کہا۔

"اچھا میرے بیٹے! مجھے تمہارے جذبہ کی قدر ہے گو تمہارا لشکر تھکا ہوا ہے اور پھر بھی میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔"

اجازت ملتے ہی خریم بن عمر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے لشکر میں آیا اور پھر اپنی تلوار فضا میں بلند کر کے ان سے یوں مخاطب ہوا کہ

"اے میرے دوستو! میرے بہادرو! میں تمہارا سالار تم سے مخاطب ہوں اور میری بات غور سے سنو اور فوری کوچ کا فیصلہ کرو۔

قندابیل میں راجہ داہر اور حارث علافی اپنے بیٹوں اور فوج کے لشکر لئے بیٹھے ہیں اور قبل اس کے کہ وہ آندھی اور طوفان کی مانند ہماری طرف بڑھیں ہمیں خود ان کی طرف مانند عقاب قہر بن کر ٹوٹنا ہو گا تا کہ ان کو تہس نہس کر کے آنے والے طوفان کو روک سکیں۔

مجھے معلوم ہے کہ تم تھکے ماندے ہو اور ابھی ہم بڑی مہم سے واپس آئے ہیں لیکن اگر تم میرے ساتھ نہیں جانا چاہتے تو میں تم کو مجبور نہیں کروں گا البتہ میں دوسروں لوگوں کو لے کر ابھی روانہ ہو جاؤں گا۔ میری طرف سے تمہیں پوری آزادی ہے اور سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا

اور مجھے آگاہ کر دینا تا کہ میں یہاں سے فوری طور پر کوچ کر سکوں۔"

خریم بن عمر کی تقریر ابھی جاری تھی کہ اس کی فوج کے گھڑ سواروں میں سے ایک نوجوان تلوار لہراتا ہوا آگے آیا اور پوری قوت و طاقت سے چلایا کہ۔

"اے امیر محترم! آپ اس قسم کی گفتگو کر کے ہماری توہین کر رہے ہیں ہم لوگ ہر طرح کے موسم میں اور ہر قسم کے حالات میں بھی بغیر آرام کئے آپ کا ساتھ دیں گے۔"

ابھی اس کی گونج ختم نہ ہوئی تھی کہ ایک طرف سے ایک اور نوجوان نے اپنی تلوار لہرا کر بلند آواز سے کہا۔

"اے امیر محترم! ہم کسی بھی حال میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ بلکہ دشمن کا مقابلہ اسی کی سرزمین پر ہی کریں گے اور ان کی چڑھتی ہوئی تیوریاں اور ان کی اینٹھی ہوئی گردنیں جھکا کر ہی دم لیں گے۔ ہم آپ کے ساتھ عہد کرتے ہیں کہ آندھی یا بارش ہو طوفان یا قہر ہو ہم ہر حالت میں آپ کا ساتھ دیں گے اور آپ کے ایک ادنیٰ اشارے پر اپنی گردنیں کٹوا دیں گے لیکن آپ کی اتباع نہ چھوڑیں گے۔"

اس کے بعد خریم بن عمرو نے جماعہ بن سعر تمیمی سے اجازت لی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا۔

............✿............

حجاج کی دمشق حاضری اور استعفیٰ

حجاج بن یوسف امیر المومنین عبدالمالک کے فرمان پر چند دن کیلئے دمشق گیا اور وہاں پر اس نے مختلف امور پر خلیفہ عبدالمالک سے صلاح ومشورہ کیا اور واپس اپنے شہر واسط چلا آیا۔ واسط واپس پہنچ کر اس نے بعض وجوہات کی بناء پر خلیفہ عبدالمالک کی خدمت میں اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔ جس کو خلیفہ عبدالمالک نے رد کر دیا اور نامنظور کر۔تے ہوئے اسے لکھا کہ

"مجھے تمہارا اصلی منشاء معلوم ہو گیا ہے کہ تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے متعلق اپنی رائے کا اظہار کروں تو سن لو کہ میں تمہیں ایک مفید آدمی سمجھتا ہوں اور تم اپنا استعفیٰ واپس لے لو اور اب کبھی مرتے دم تک استعفیٰ نہ دینا۔"

حجاج کی عبدالمالک سے شکایت

حجاج بن یوسف نے بعض انجانے خدشات کے تحت خلیفہ عبدالمالک کی خدمت میں گورنر خراسان یزید بن مہلب کی شکایت کی تھی کہ اس پر اور اس کے بھائی پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ لوگ زبیری ہیں اور کسی بھی وقت دھوکہ دے سکتے ہیں۔ خلیفہ عبدالمالک نے اس کے جواب میں لکھا کہ: "مجھے مہلب کی اولاد میں اگر وہ خاندان زبیر سے تعلق رکھتے ہیں تو صرف اس بناء پر کوئی برائی نظر نہیں آتی بلکہ یہ تو ان کا ا سے لیک ایسا جوہر ہے جس کے باعث انہیں ہم سے عقیدت ہے۔"

حجاج بن یوسف کو اس جواب سے تسلی نہ ہوئی کیونکہ وہ یزید بن مہلب کو اپنے لئے خطرہ سمجھتا تھا۔ اس پر اس نے اپنے خدشات کا مکمل کر اظہار خلیفہ عبدالمالک کو لکھ بھیجا جس پر خلیفہ عبدالمالک نے اس سے کہا کہ وہ خراسان کیلئے کسی نئے شخص کا نام انتخاب کرے تاکہ یزید بن مہلب کو اس کے عہدے سے ہٹا کر اس شخص کو مقرر کیا جا سکے۔ اس بناء پر حجاج بن یوسف نے قتیبہ بن مسلم کا نام پیش کیا جس بناء اسے خراسان کا گورنر بنا دیا گیا اور یزید بن مہلب کو ہٹا کر اسے فضل اور مہلب کے ساتھ حجاج۔ کے پاس پہنچنے کی ہدایت کی گئی جہاں حجاج نے انہیں قید میں ڈال دیا۔

خریم بن عمر کی نئی حکمت عملی

خریم بن عمر اپنے لشکر کے ساتھ تیزی سے سفر کرتا ہوا جب غروب آفتاب کے وقت قندابیل سے دس میل دور پہنچ گیا تو اس نے اپنے مخبر رام رتن کو آگے روانہ کیا تا کہ وہ دشمنوں کی قوت اور طاقت کا اندازہ لگایا جا سکے۔

رام رتن نے واپس آ کر اطلاع بہم پہنچائی کی قندابیل شہر کی فصیلوں کے اندر بے شمار لشکر موجود ہیں اور ہر لحاظ سے محفوظ ہیں اور اس لئے شہر پر حملہ کیا گیا تو کامیابی کے بعد شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس پر خریم بن عمر نے اپنے تمام سالاروں کو بلایا اور ان سے مشورہ کر کے اپنے لشکر میں سے کچھ دستے الگ کئے اور انہیں اپنے منصوبے سے آگاہ کیا اور کہا۔

"ہم معلومات آمدہ کی روشنی میں قندابیل شہر پر براہ راست حملہ آور نہ ہوں گے کیونکہ راجہ داہر کا تمام لشکر اندر محفوظ ہے اور اس سے الجھنے کی قوت ہماری نہیں ہے اور الجھنے کی صورت میں ہماری قوت ختم ہو جائے گی۔ پھر ان کی مدد کیلئے مزید فوجی کمک بھی آسکتی ہے جبکہ ہمارے پاس ان کے مقابلے میں بہت تھوڑی قوت ہے اس لئے دشمن کو بہانے سے ختم کرنا ہوگا۔

میرے منصوبے کے مطابق جو دستے علیحدہ کئے گئے ہیں وہ شہر کے نواح میں واقع بستیوں قصبوں اور آبادیوں کو تاراج کریں گے اور ان پر تباہی لاگو کریں گے اور اس تباہی کی خبر فی الفور قندابیل میں سالار لشکر تک پہنچے گی اور پھر وہ خاموش بیٹھنے کی بجائے شہر سے باہر نکل کر لوٹ مار کرنے والوں کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔

یہ سارا کھیل ہمیں آن ۔ ت ہی کھیلنا ہے اور یہ سب تمہارے ذمہ ہے۔ اپنے چند آدمی شہر سے باہر آنے والے راستوں پر کھڑے کر دو تا کہ فوج کے شہر سے باہر آنے کی اطلاع تمہیں مل سکے۔ اس لئے جیسے ہی لشکر تمہارے نزدیک آئے تم وہاں سے بھاگ نکلنا اور میری

ست مت آنا۔ میں کچھ ست آگے بڑھ کر گھات لگاؤں گا اور جب وہ لوگ میرے نزدیک سے گزر کر آگے بڑھیں گے تو میں نعرہ بلند کر کے ان پر حملہ کر دوں گا اور تم نے بھی پلٹ کر ان پر حملہ کر دینا ہے اور اس طرح ان کے لشکر کا خاتمہ کر دیا جائے گا البتہ چند آدمیوں کا زندہ پکڑنا ہے تاکہ وہ واپس جا کر بتائیں کہ سارا لشکر نیست و نابود ہو گیا ہے۔

اس طرح راجہ داہر مزید فوج لے کر شہر سے باہر آئے گا اور ہم اپنی اپنی جگہیں تبدیل کرتے ہوئے اسی طرح شب خون مارتے رہیں گے جیسا کہ ہم نے مسکی شہر میں کیا تھا۔"

خریم بن عمرو کی اس تجویز پر سب نے بالاتفاق لبیک کہا اور اب اس کے علیحدہ شدہ دستوں نے بستیوں میں لوٹ مار شروع کر دی اور لوٹ مار کرنے کے بعد انہوں نے آگ لگانا شروع کر دی۔ جبکہ خریم بن عمر مناسب جگہ پر گھات لگائے بیٹھا رہا۔ جیسے ہی راجہ داہر کے حکم سے شہر سے فوجیں نکلیں تو منصوبے کے مطابق گھر کو تہس نہس کر دیا گیا اور ان کا پوری طرح خاتمہ کر دیا گیا۔

اس کے بعد حسب منصوبہ خریم بن عمر نے اپنی گھات والی جگہ تبدیل کر کے شہر کے مزید نزدیک ترین اور مناسب جگہ دیکھ کر گھات لگا دی۔

قنداجیل کے راجہ داہر کے سالار لشکر نے رات کی تاریکی میں پوری فوج قوت سے شہر سے باہر نکالی اور حملہ آوروں کی تلاش شروع کر دی اور جیسے ہی اس کا لشکر خریم بن عمر کی گھات سے آگے نکلا تو خریم بن عمر نے فوری طور پر پیچھے سے مانند عقاب حملہ کیا اور آگے کی طرف سے اس کے بقیہ دستے پوری قوت سے اس فوج پر ٹوٹ پڑے اور اس اچانک حملہ سے گھبرا کر دشمن کے حوصلے پست ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک خوفناک لڑائی شروع ہو گئی اور اس طرح دشمن اپنا معتدبہ حصہ گنوا بیٹھا اور جب سالار لشکر کو کوئی اور راہ نظر نہ آئی تو اس نے بچے کچھے دستوں کے ساتھ قنداجیل شہر میں داخل ہو کر شہر بند ہو گیا۔

خریم بن عمر نے اپنی فوجوں کو جمع کیا اور واپس مکران کی راہ لی۔

نئے اسلامی سکے کا اجراء

خلیفہ عبدالمالک کی حکومت جب شام، مصر، عرب، خراسان، کرمان اور ترکستان تک پھیل گئی تو اس زمانے میں حجاج بن یوسف نے خلیفہ عبدالمالک کی توجہ اس بات کی جانب مبذول کروائی کہ مسلمانوں کا ایک علیحدہ سکہ ہونا چاہئے تاکہ اغیار کے اس تسلط سے بھی آزادی حاصل کی جاسکے۔

چونکہ اس وقت تک اموی سلطنت میں رومن سکہ رائج تھا اور عراق میں ایرانی سکے جاری تھے اور ہر علاقہ میں انہی دو سکوں سے کام لیا جاتا تھا۔ ان دنوں اتفاق سے ایسا ہوا کہ خلیفہ عبدالمالک کی جانب سے رومن بادشاہ کو جو خطوط بھیجے گئے ان پر اسلامی دستور کے مطابق خطوط کی پیشانی پر کلمہ توحید اور درود شریف لکھا ہوا تھا۔

رومن بادشاہ نے عبدالمالک کو خط لکھا کہ تم اپنے خطوط کی پیشانی پر توحید باری تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر نہ کیا کرو یہ ہمیں ناگوار گزرتا ہے اور اگر تم اس حرکت سے باز نہ آئے تو ہم اپنی ٹکسال میں ایسے سکے ڈھالیں گے جن میں تمہارے نبی کا نام توہین کے ساتھ لکھا ہوگا اور یہ بات تمہیں ناگوار گزرے گی اور تمہارے لئے ناقابل برداشت ہوگی۔

عبدالمالک کو یہ بات ناگوار گزری اور اس خط نے اسے اذیت میں مبتلا کر دیا تو اس نے اپنے تمام مشیروں سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ جس پر حجاج بن یوسف نے اس کو مشورہ دیا کہ رومن سکوں کا رواج اپنے ملک سے ختم کر دے اور اسلامی سکہ مضروب کرا کے اسے رائج کیا جائے جو کہ پانچ ماشے کے قریب وزنی ہوتے تھے۔ حجاج بن یوسف نے درہم اور دینار پر ایک طرف قل ھو اللہ احد اور دوسری طرف کلمہ طیبہ مضروب کروایا اور اس طرح خلیفہ عبدالمالک کے دور میں عربی سکوں کو رائج کیا گیا جو کہ اسلامی مملکت کیلئے ایک اچھا اور عمدہ کام تھا اور اس کا سہرا حجاج بن یوسف کے سر پر ہے۔

حجاج کے کارنامے

زراعت وتجارت کا فروغ

حجاج بن یوسف نے خلیفہ عبدالمالک کو مشورہ دیا کہ چونکہ جنگوں کی وجہ سے ملک کی خوشحالی متاثر ہوئی ہے اس لئے اس کی حالت بہتر بنانے کے لئے جنگوں سے حاصل کردہ زرعی زمینوں کو ممتاز عربوں میں بطور جاگیر تقسیم کر دیا جائے اور انہیں زراعت کی جانب متوجہ کیا جائے تاکہ اس سے خراج میں خاطر خواہ اضافہ ہو اور اس کے علاوہ دیہاتی آبادی کو شہروں میں منتقل کیا جانے سے روکا جائے تاکہ وہ کھیتوں میں کام کریں اور زیادہ سے زیادہ آمدنی کے ذرائع بڑھیں۔

قرآن کریم کی تلاوت میں یکسانیت

حجاج بن یوسف نے خلیفہ عبدالمالک کے عہد میں اس بات پر زبردست کوشش کی کہ قرآن کریم کی مختلف قرآتوں کے بارے میں متکلمین کے جھگڑوں کو ختم کیا جائے اور ایک ہی متن مقرر کیا جائے۔ چنانچہ قرآن مجید میں علیحدہ علیحدہ اجزاء اور پاروں میں تقسیم کیا گیا اور ان پر اعراب لگوائے گے تاکہ قرآت میں آسانی ہو۔ یہ حجاج بن یوسف کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔

نیا والی مکران

مکران کے سابقہ والی گورنر جماعہ بن سعر تمیمی کچھ عرصہ بیمار رہ کر وفات پا گئے اور جب اس کی اطلاع حجاج بن یوسف کو ملی تو اس نے کافی سوچ بچار کے بعد سردار ہارون نمری کو مکران کا نیا والی مقرر کیا اور اس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہارون! مکران جا کر خریم بن عمر کا خاص خیال رکھنا اور اسکی ہر فوجی خواہش کو پورا کرنا اور یہ بات دھیان میں رہے کہ ایسے نوجوان روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ جب وہ پہلی مرتبہ میرے سامنے آیا تھا تو وہ ملزم تھا اور میں نے اس کی آنکھوں کی مخصوص چمک کو دیکھا تو اس کیلئے خود بخود نیم سی شفقت میرے دل میں پیدا ہو گئی اور اس پہلی ملاقات میں اس کے چہرے پر مجھے جو جذباتی خطوط نظر آئے تھے وہ ان پر پورا اترا ہے اور وہ کشیدہ قامت، خوش اندام، جانثار اور وفادار ہے ایسے نوجوان ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے اور ایک بات یاد رکھنا کہ جب سپاہی زین سے آ کر قالین پر بیٹھنے لگے تو کام کا نہیں رہتا اور میں نے خریم بن عمر پر اعتبار کیا ہے اور وہ اب تک اس پر پورا اترا ہے بلکہ وہ میری خواہشات سے بڑھ کر ہے۔

مکران کے والی کی حیثیت سے میں تمہیں تلقین کرتا ہوں کہ وہاں خریم بن عمر کے ساتھ صاعقہ بردار جذبوں اور اس کی کوندتی تلوار، اس کے آہنی طوفانی جذبوں سے صحیح اور خوب کام لینا۔ خریم بن عمر جیسے جوان اپنی کارکردگی، اپنی جانثاری کی وجہ سے وقت کے عمل میں خوابوں کے سنسار کی طرح حسین اور شرق کے سلسلوں میں مقاصد اور منزل کی گرد کی طرح پر فشاں ہو کر آتے ہیں اور اس لئے اس کا خاص خیال رکھنا کیونکہ وہ مجھے اپنے بیٹے سے بھی زیادہ عزیز ہے۔"

ہارون نمری نے کہا کہ۔

"اے امیر محترم! آپ کسی بھی قسم کے تردد کا شکار نہ ہوں۔ مجھے بھی خریم بن عمر بہت عزیز ہے اور میری ہی بستی کا رہنے والا ہے اور میں بھی اسے اپنے بیٹوں کی طرح

چاہتا ہوں۔"

اس کے بعد ہارون نمری نے حجاج بن یوسف سے اجازت طلب کی اور اجازت ملتے ہی وہ اکیلا چند محافظوں کے ساتھ مکران روانہ ہو گیا۔

وانگہ سے معاہدہ

خریم بن عمر نے خاموشی کے ساتھ جا کر رام رتن کے ساتھ مل کر نکامرہ قبیلے کے بدھ سردار وانگہ سے ملاقات کی اور اس سے سارے معاملات طے کئے اور اس طرح اسے نکامرہ قبیلے کے ہندو سردار موہل کے خلاف اپنا حلیف بنا لیا۔

پھر خریم بن عمر کی درخواست پر وانگہ سردار نے تین ایسے بہترین شخص مہیا کئے جنہوں نے اس کی راہنمائی سردار موہل کی بستیوں تک کی۔

وانگہ کی طرف سے تین راہنما ملتے ہی خریم بن عمر تیزی سے موہل کی بستیوں کی جانب بڑھا اور عین آدھی رات کو ایک دھنسی ہوئی ندی کے کنارے اس نے اپنی فوجوں کی ترتیب درست کی اور وانگہ کے راہنماؤں کو واپس جانے کی اجازت دی۔ اس کے بعد اس نے اپنا جنگی لائحہ عمل تیار کیا اور موہل کی بستیوں پر حملہ کر دیا۔

شب خون

موہل کے لشکریوں نے اس شب خون کا مقابلہ کرنے کیلئے اپنی بکھری ہوئی طاقت کو مجتمع کرنا چاہا لیکن وہ ناکام رہے اور دیکھتے دیکھتے ہی خریم بن عمر طوفان کی طرح چھا گیا۔

موہل کے لشکریوں نے دیکھا کہ وہ شب خون مارنے والوں کا مقابلہ زیادہ دیر تک نہیں کر سکتے تو ساحل پر کھڑی اپنی کشتیوں پر سوار ہوئے اور سمندر کی طرف بھاگ گئے۔

سپیدہ سحر نمودار ہونے سے پہلے ہی خریم بن عمر نے اپنے لشکر کے ساتھ واپسی اختیار کی اور بستی سے ملنے والی ہر شے کو اس نے ڈھیر کیا اور کافی جانور بھی اس کے ہاتھ لگے جن میں اونٹوں کی تعداد زیادہ تھی۔ بستی کے اندر خوراک کے وسیع ذخائر بھی ملے تھے وہاں سے قدرے پیچھے ہٹ کر اس نے پڑاؤ کیا اور دشمن کے ردعمل کا انتظار کرنے لگا۔

زمیش کی یورش

ابھی خریم بن عمر موہل کے ردعمل کا انتظار کر رہا تھا کہ اسے زمیش کے بہت بڑے

لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے علاقوں پر یورش کی اطلاع ملی۔ مخبر کے مطابق حنظلہ بھی مکران سے اس کی سرکوبی کیلئے ایک فوج لے کر روانہ ہو چکا ہے۔

خریم بن عمر نے اسی وقت اپنے لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور مکران کے کھلے اور وسیع ریگستان کی طرف چل دیا۔

ایک وسیع و عریض ریگستان میں بنانہ بن حنظلہ کا سامنا زمیش کے لشکر سے ہوا۔ زمیش کے لشکر سے ایک مجوسی جوان بازان نے آگے بڑھ کر بنانہ بن حنظلہ کے لشکریوں کو للکارا۔ اس کے مقابلے کیلئے ادھر سے بھی ایک مسلمان نکلا اور عین مقابلے کے وقت خریم بن عمر بھی وہاں پہنچ گیا اور اس نے مخصوص جگہوں پر گھات لگالی۔

دوسری طرف بازان جو کہ مکمل لوہے میں غرق تھا اور بہت ہی بہادر شخص تھا کہ اس نے پے در پے وار کر کے بالآخر مسلمان لشکری کی گردن کاٹ دی۔ بازان اس لشکری کر گردن کاٹ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا ہی تھا کہ خریم بن عمر ایک ہی جست میں میدان میں کودے اور بازان دیکھتے ہی دیکھتے جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

بازان کا خاتمہ کرنے کے بعد خریم بن عمر نے اپنے گھوڑے کا منہ دشمن کے لشکر کی طرف کرتے ہوئے ایڑ لگائی اور نعرہ تکبیر بلند کر کے اپنی فتح کا اعلان کیا اور گھوڑے کو موڑ کر اپنے لشکر کی طرف چل پڑا۔

بازان کے مارے جانے پر زمیش غصے کی انتہا پر پہنچ گیا اور اپنے لشکر کو اس نے آگے بڑھا دیا اور بنانہ بن حنظلہ کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ وہ زمیش کے حملوں کا دفاع کرنے لگے اور جب جنگ عروج پر پہنچی تو اچانک خریم بن عمر اپنے لشکر سمیت نمودار ہوا اور ایک بے انتہا طوفان کی مانند زمیش کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ اس سے پیشتر زمیش کا لشکر بنانہ بن حنظلہ کی فوج پر بڑھ چڑھ کر حملے کر رہا تھا لیکن جب خریم بن عمر نے زمیش کے پشتی پہلو سے حملہ کیا تو زمیش کے لشکری ہراساں اور پریشان ہو گئے اور تھوڑی ہی دیر میں زمیش لڑائی میں شکست کھا کر بھاگ گیا۔

تعاقب

اس کے بھاگتے ہی خریم بن عمر نے جلدی سے بنانہ بن حنظلہ کی طرف منہ پھیرا اور اسے حکم دیا کہ۔

”تم اپنے لشکر کو لے کر فوراً مکران کی طرف چلو اور موہل کی بستیوں سے ملنے والا

سامان بھی ہمراہ لے جاؤ اور میں زمیش کا تعاقب کرتا ہوں تا کہ اس کے لشکر کی تعداد جتنی ممکن ہو سکے کم کی جا سکے اور آئندہ کے خطرے کا سدباب کیا جا سکے۔"

اس کے ساتھ ہی خریم بن عمر نے اپنے لشکر کے ساتھ زمیش کا تعاقب کیا اور اس کے علاقوں تک اس کے پیچھے لگے رہے اور وہ اس تعاقب سے تنگ آ کر اپنے بچے کچھے ساتھیوں سمیت ساحل سمندر کی طرف دوڑ گیا جس پر خریم بن عمر نے اس کا تعاقب ترک کر دیا۔

اس کے بعد اس نے زمیش کی بستیوں سے مال غنیمت لوٹا اور اس مال سے ان مسلمان بستیوں کی اعانت کی جو کہ زمیش کے ہاتھوں نقصان اٹھا چکے تھے۔

زمیش وانگہ سردار کی خدمت میں

ایک روز وانگہ سردار کو اطلاع ملی کہ زمیش اپنے چند آدمیوں کے ساتھ اس سے ملنے کو آیا ہے۔ اس نے اس کا استقبال کیا اور پھر کافی دیر تک ان میں گفتگو ہوتی رہی اور اس نے وانگہ سردار کو اپنا ساتھ دینے پر مجبور کیا جس پر وانگہ سردار نے نیم دلی سے رضامندی ظاہر کر دی۔ پھر اس نے وانگہ کو مجبور کیا کہ وہ اس کے ساتھ موہل کی طرف چلے تا کہ اسے بھی اپنے ساتھ ملایا جا سکے۔ موہل کے پاس پہنچ کر وانگہ نے اس سے اس طرح اظہار افسوس کیا کہ۔

"موہل! میرے بھائی مجھے بے حد افسوس ہوا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں تمہیں اور تمہاری بستیوں کو نقصان پہنچا ہے۔ مسلمانوں کے حملہ آور ہونے کی اطلاع مجھے مل گئی تھی لیکن میں نے اندازہ لگایا کہ موہل ان کا مقابلہ نہیں کر سکا تو میں نے پیش بندی کے طور پر اپنے لوگوں کو پہلے ہی کشتیوں پر سوار کرا دیا تھا لیکن بھگوان کی کرپا سے مسلمان واپس لوٹ گئے اور انہوں نے جا کر زمیش پر حملہ کر دیا۔"

اس پر زمیش بولا کہ اس سارے فساد کی جڑ مسلمان سالار خریم بن عمر ہے اور اب اس سے اپنی شکستوں کا بدلہ لینے کا سماں پیدا ہو گیا ہے اس لئے تم اب میرے ساتھ راجہ داہر کے پاس چلو تا کہ کوئی ٹھوس لائحہ عمل تیار کیا جا سکے اور اس کا آئندہ کیلئے سدباب کیا جا سکے۔

بعد از بحث تینوں اس بات پر متفق ہو گئے اور راجہ داہر کی جانب چل پڑے۔

محمد بن قاسم

رے

ایک دن حجاج بن یوسف اپنے محل کے وسط میں بیٹھا ہوا تھا اور کچھ لوگوں کے ساتھ محو گفتگو تھا کہ اس کے بیٹے نے رے سے ایک قاصد کے آنے کی اطلاع دی۔ حجاج نے قاصد کو فی الفور طلب کیا اور اس سے رے کے حالات دریافت کئے۔ قاصد نے کہا

"اے امیر! انتہائی بری خبر ہے کہ رے اور اس کے گرد و نواح کے غیر مسلم کردوں نے بغاوت کر دی ہے اور تباہی و بربادی کا کھیل کھیلا جا رہا ہے اور اگر ان لوگوں کی سرکوبی نہ کی گئی تو وہ ایک ایسا طوفان ثابت ہوں گے جو کہ کسی بھی طرح قابو میں نہ آئے گا۔"

حجاج بن یوسف نے فوری طور پر اپنے بھتیجے محمد بن قاسم اور اس کے دوست جہیم بن زحر کو بلا بھیجا۔

محمد بن قاسم کون؟

محمد بن قاسم ایک خوبصورت نوجوان تھا۔ آنکھیں بڑی بڑی اور پیشانی کشادہ، بازو اور گول، چوڑی کلائیاں، ابھرا ہوا بدن، گلابی رنگ اور بیبت ناک آواز تھی۔ وہ فولادی دل جگرے کا مالک تھا۔ بلند خیالات اور مستحکم ارادے اور بہادروں کے جوہر سے مزین تھا۔ انتہائی رحم دل اور حلیم طبیعت کا مالک، شیریں زبان اور ہنس مکھ چہرے والا اور ہر چھوٹے بڑے سے نہایت شیریں زبان میں محبت بھری باتیں کرنے والا تھا اور ہر چھوٹا بڑا اس کی عزت کرتا تھا۔

بعض روایات کے مطابق وہ حجاج بن یوسف کے چچا کا لڑکا تھا اور اس کا داماد تھا۔

جبکہ بعض روایات کے مطابق وہ حجاج بن یوسف کا بھتیجا تھا۔

محمد بن قاسم بھی طائف میں پیدا ہوا تھا۔ جب حجاج بن یوسف عراق کا گورنر مقرر

ہوا تھا تو اس نے اپنے خاندان کے لوگوں کو عراق بلا کر مختلف عہدوں پر نامزد کر دیا تھا۔ اس نے محمد بن قاسم کے والد کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا تھا جو کہ محمد بن قاسم کے بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ پانچ سال کی عمر میں اس کے اندر ذہانت کے جوہر دیکھ کر حجاج بن یوسف نے اسے بصرہ کے حربی سکول میں داخل کروا دیا تھا اور وہاں سے اس نے عسکری تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ بہت ہی غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا۔

جب محمد بن قاسم اور اس کا دوست جہیم بن زحر حجاج بن یوسف کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بیٹے ایک مہم آن پڑی ہے اور اس مہم کیلئے میری نظر انتخاب تم پر پڑی ہے۔ رے میں کردوں نے بغاوت کر دی ہے اور اس بغاوت کو ختم کرنے کیلئے یہ ذمہ داری میں تم پر ڈالتا ہوں کیا تمہیں منظور ہے۔"

محمد بن قاسم نے کہا۔

اے امیر! آپ حکم دے کر دیکھیں کہ میں اس کام کیلئے کس برق رفتاری سے اٹھتا ہوں۔"

حجاج بن یوسف اس کے جواب سے مطمئن ہو گیا اور پھر محمد بن قاسم اپنے دوست جہیم بن زحر کے ساتھ رے کی جانب کوچ کر گیا۔

محمد بن قاسم کی کاروائیاں

رے کے غیر مسلم کردوں کو اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ حجاج بن یوسف نے اپنے نوعمر اور نابالغ بھتیجے محمد بن قاسم کو فوج دے کر ان کی سرکوبی کیلئے بھیجا ہے۔ اس پر انہوں نے اس کی پیش قدمی روکنے کیلئے راستہ میں ہی اسے روکنے کا فیصلہ کیا تا کہ رے محفوظ رہے اس طرح انہوں نے اصطخر شہر کے باہر ریتلے میدانوں میں محمد بن قاسم کا راستہ روک لیا۔

دونوں طرف سے جنگ کی تیاریاں کی گئیں۔ محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور ایک حصہ کو اپنے پاس رکھا اور دوسرا حصہ جہیم بن زحر کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے اپنا چہرہ قبلہ کی طرف کر لیا اور سجدہ کی حالت میں یہ دعا مانگی

"اے رب کریم! اصطخر کے اس ریگستان کے میدانوں میں تیرے سوا کوئی میری

اور میری فوجوں کا نگہبان نہیں ہے۔ ہم تیری رضا حاصل کرنے کیلئے نکلے ہیں اور اگر تو چاہے تو ان غیر مسلم کردوں کے سامنے میں تیری نصرت کے سہارے فتح حاصل کر سکوں گا۔"

دعا مانگنے کے بعد اس نے اپنا سر اونچا اٹھایا اور اپنے عمامہ کے پلو سے آنکھوں کو صاف کیا اور اپنا رخ دشمنوں کی جانب موڑ لیا۔

کردوں نے آگے بڑھ کر حملہ کیا اور جب وہ مخصوص مقام پر پہنچ گئے تو محمد بن قاسم نے اپنی تلوار فضاء میں بلند کی اور نعرہ تکبیر بلند کیا۔ جواب میں اس کے لشکریوں نے بھی نعرہ بلند کیا اور پھر فضا روم کے جنگی نعروں سے گونجنے لگی اور تلواریں ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہوتی چلی گئیں۔

شام سے پہلے پہلے محمد بن قاسم کے لشکر نے کردوں کا تقریباً صفایا کر دیا اور بہت تھوڑے کرد جان بچا کر بھاگ جانے میں کامیاب ہوئے۔ پھر محمد بن قاسم کے لشکر نے مال غنیمت سمیٹنا شروع کر دیا۔ اتنے میں ایک مخبر نے آ کر اطلاع دی کہ کردوں کا ایک عظیم الشان لشکر جرجان میں اکٹھا ہو رہا ہے۔ محمد بن قاسم نے وقت ضائع کیے بغیر جرجان کا رخ کیا اور جرجان کے باہر کردوں کو بدترین شکست سے دوچار کیا اور جرجان کو اپنا مستقر بنا لیا۔

حجاج بن یوسف کو اس فتح کی خبر ملی تو اس نے محمد بن قاسم کو جرجان اور اس کے گردونواح کا گورنر مقرر کر دیا۔

محمد بن قاسم نے اپنے زمانہ گورنری میں شیراز شہر کی بنیاد رکھی اور یہاں اس قدر انصاف سے کام لیا جاتا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کی تعداد میں بے حد اضافہ ہو گیا اور جب شیراز شہر مکمل ہو گیا تو محمد بن قاسم نے اسکو اپنا مرکز بنا لیا۔

یزید بن مہلب کا زنداں سے فرار

حجاج بن یوسف نے یزید بن مہلب اور اس کے دو بھائیوں مفضل اور عبدالمالک کو زنداں میں ڈلوا دیا تھا۔ کیونکہ ان پر الزام تھا کہ وہ بغاوت کے جرم میں ملوث ہیں اور انہوں نے ساٹھ لاکھ درہم بھی خورد برد کئے ہیں۔ انہوں نے خورد برد کی رقم قسط وار ادائیگی کرنے کی حامی بھری تھی اور اس کے دو بھائی مروان بن مہلب اور حبیب بن مہلب زنداں سے باہر بصرہ میں مقیم تھے۔

زنداں میں رہتے ہوئے وہ ہر وقت بھاگنے کے منصوبے بناتے رہتے تھے اور اسی سلسلہ میں انہوں نے ایک مرتبہ زنداں کے محافظوں کی شاندار دعوت کی اور یزید اور اس کے بھائیوں نے محافظوں کو خوب شراب پلا دی جس سے وہ نشہ میں دھت ہو گئے تو یزید نے باورچی کے کپڑے پہنے اور کالی داڑھی پر سفید رنگ کی داڑھی لگائی۔ مفضل اور عبدالمالک نے بھی یہی کام کیا اور قید خانہ سے بھاگ نکلے۔

لیکن زندان کے باہر محافظ جو کہ چوکس کھڑے تھے میں سے ایک محافظ نے یزید بن مہلب کو قید خانہ سے باہر نکلتے ہوئے دیکھ لیا اور اس نے یزید بن مہلب اور اس کے بھائیوں کا گھیراؤ کر لیا۔ لیکن ان کے حلیوں کی وجہ سے دھوکا کھا گیا اور ان کو چھوڑ دیا۔ اس دوران عبدالمالک کو دیر ہو گئی اور مفضل اور یزید بھاگ کر ان کشتیوں کے پاس پہنچ گئے جو ان کے فرار کیلئے پہلے سے تیار تھیں اور عبدالمالک کی دیر ان کو پریشان کر رہی تھی۔ بالآخر اس کے کشتیوں تک پہنچتے ہی وہ کشتیوں میں سوار ہو کر بھاگ نکلے۔

اگلے روز جب حجاج کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ بہت برہم اور پریشان ہوا اور اس نے سوچا کہ یزید اور اس کے بھائی ضرور جان بچا کر خراسان کی طرف بھاگ گئے ہونگے اور خراسان کی ولایت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے اس نے ہر طرف ہرکارے دوڑائے کہ وہ جہاں کہیں بھی نظر آئیں تو انہیں گرفتار کر لیا جائے۔

دوسری طرف زندان سے بھاگنے کے بعد یزید اور اس کے بھائی کچھ دور تک کشتیوں میں گئے اور پھر خچر وگھوڑوں پر سوار ہو کر شام کی جانب دوڑ گئے۔

ایک شخص نے انہیں فلسطین کی طرف بھاگتے ہوئے دیکھ کر حجاج کو اطلاع کر دی۔ حجاج نے ان کے پیچھے دستے روانہ کر دیئے تاہم وہ فسلطین پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور سلیمان بن عبدالمالک کے پاس پہنچ کر اس سے پناہ حاصل کر لی۔ جس پر حجاج بن یوسف نے ولید بن عبدالمالک سے شکایت کی کہ

"مہلب کے بیٹوں نے اللہ کے مال میں خیانت کی ہے اور مجھ سے بھاگ کر سلیمان کے پاس پناہ لی ہے اور اس لئے ان کے خلاف کاروائی ہونی چاہیے۔"

سلیمان کے نام ولید کا خط

جب ولید کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے اپنے بھائی سلیمان کو لکھا

"یزید نے تیرے پاس آ کر پناہ لی ہے اور ان پر تیس لاکھ درہم واجب الادا ہیں۔ جبکہ حجاج نے ان سے ساٹھ لاکھ درہم کا مطالبہ کیا ہے اور یہ تیس لاکھ درہم ادا کر چکے ہیں مگر ابھی تیس لاکھ درہم ان کے ذمے بقایا ہیں اس لئے انہیں فوراً حکومت کے حوالے کر دو۔"

جواب خط

سلیمان بن عبدالمالک نے جواباً لکھا کہ

"اے امیرالمومنین! میں نے انہیں پناہ دی ہے ان کے ذمہ جو رقم ہے میں وہ ادا کرنے کیلئے تیار ہوں۔ اگر میں یزید کو آپ کی خدمت میں بھیجوں گا تو خود بھی اس کے ساتھ حاضر ہوں گا۔ آپ سے اللہ کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھے رسوا نہ کریں اور جو وعدہ میں نے یزید اور اس کے بھائیوں سے کیا ہے آپ اس میں دست اندازی نہ کریں۔"

خلیفہ عبدالمالک نے غصے میں آ کر لکھا کہ۔

"سلیمان! اگر تم ان کے ساتھ بھی آؤ گے تو میں پھر بھی ہرگز ان کو امان نہ دوں گا۔"

بالآخر سلیمان بن عبدالمالک نے مجبوراً یزید اور اس کے بھائیوں کے گلے میں طوق ڈال کر اپنے صاحبزادے ایوب کے ہمراہ بھیج دیا اور اس نے اپنے صاحبزادے کے گلے میں بھی طوق ڈال دیا تھا تاکہ ولید اپنے بھتیجے کو بھی طوق میں دیکھ کر پگھل جائے اور یزید بن مہلب کو معاف کر دے۔ جب ولید بن عبدالمالک کے دربار دمشق میں یہ پہنچے تو ولید نے بھتیجے کی

حالت دیکھتے ہوئے کہا کہ میرے بھائی سلیمان نے انتہا کر دی ہے۔

ایوب نے سلیمان کی طرف سے معافی کا خط پیش کیا جس میں لکھا ہوا تھا۔

"اے امیر المومنین! میں آپ پر قربان ہو جاؤں کہ آپ اس عہد کی حفاظت کریں گے جو میرے باپ نے یزید بن مہلب سے کیا تھا اور آپ اس شخص کی امیدوں کو خاک میں نہ ملائیں۔ جس نے صرف ہمارے اور آپ کے تعلقات ہی کی وجہ سے ہماری پناہ لی ہے اور نہ آپ اس شخص کو ذلیل و رسوا کریں جو محض اس وجہ سے کہ آپ ہماری عزت کرتے رہیں ہیں اور باقی سب دنیا کو چھوڑ کر ہمارے پاس اپنی عزت اور آبرو بچانے کی امید لے کر آیا ہے۔

اس نے اور اس کے باپ نے اور اس کے تمام خاندان نے اسلام کی خدمت میں وہ کارہائے انجام دیئے ہیں جنہیں سب جانتے ہیں اور میں نے اسے آپ کی خدمت میں بھیج دیا ہے کہ جو کچھ وعدہ امان اور ذمہ حفاظت میں نے اپنے سر لیا ہے اسے توڑ ڈالیں اور مجھے اس طرح سخت رنج پہنچائیں اور تعلقات کو منقطع کر دیں۔ مگر آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ ہرگز تعلقات منقطع نہ کریں۔

اے امیر المومنین! آپ کو علم ہونا چاہئے کہ اللہ کی خوشنودی کے بعد اگر کوئی شے باعث تقویت اور عزیز ہے تو وہ آپ کی خوشنودی ہے۔ کیونکہ آپ کی خوشنودی کیلئے میں اللہ کی خوشنودی کا خواستگار ہوں اس لئے عاجزی اور ادب کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ آپ تمام زمانہ میں صرف ایک دن اپنی انتہائی عنایت اور کرم سے کام لے کر مجھے خوشی پہنچانا چاہتے ہیں اور میرے حقوق کی عزت کرنا چاہتے ہیں تو میری طرف سے یزید کو معاف کر دیجئے اور جو کچھ اس پر مطالبہ ہے میں ادا کرنے کو تیار ہوں۔"

ولید بن عبدالمالک نے یزید اور اپنے بھتیجے ایوب کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

معافی یزید

"میں نے یزید کو معاف کیا اور اس کی بیڑیاں کھولنے کا حکم دیتا ہوں۔"

بعد ازاں سلیمان کے پاس واپس بھجوا دیا اور اس پر جو ہرجانہ تھا وہ بھی اسے معاف کر دیا۔

اس کے بعد اس نے حجاج کو لکھا کہ۔

"چونکہ یزید اور اس کے خاندان والے سلیمان بن عبدالمالک کے پاس ہیں اس لئے میں ان کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کرنا چاہتا اور تم بھی ان کو چھوڑ دو اور آئندہ ان کے بارے میں مجھے کوئی خط وغیرہ نہ لکھنا۔" اس بات پر حجاج بن یوسف نے اس واقعہ کو فراموش کر دیا۔

راجہ داہر کا گٹھ جوڑ اور منصوبہ

زمیش، موبل اور وانگہ جب راجہ داہر کے پاس اس کی راجدھانی میں پہنچے تو اس نے ان کا پرتپاک استقبال کیا اور پھر کافی دیر تک ان کے درمیان مختلف امور پر بات چیت ہوتی رہی اور ایک فیصلہ کن تجویز پر اتفاق ہو گیا۔

راجہ داہر نے اپنا منصوبہ ان کے سامنے منظوری کیلئے اس طرح پیش کیا۔

" میں اپنا قاصد سندرداس اور دیبل کے گورنر کی طرف بھجواتا ہوں تاکہ وہ اپنے حصے کے لشکر پنجگور روانہ کر سکیں۔ موبل تم بھی اپنا لشکر لے کر پنجگور پہنچ جاؤ۔ حارث علافی اور اس کے دونوں بیٹے بھی پہلے سے ہی وہاں موجود ہیں اور اس طرح تین قوتوں پر مشتمل یہ لشکر پنجگور سے نکل کر مکران کا رخ کرے گا۔

زمیش تم سیدھے اپنے علاقوں میں جا کر تیاری کرو اور اپنا لشکر لے کر مشرق کی جانب سے مکران کی طرف بڑھنا اور جس وقت مسلمانوں کا سپہ سالار ان سے جنگ شروع کرے تو تم پشت کی طرف سے حملہ کر دینا۔ اگر تم ایسا کر گزرے تو میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور آخری لائحہ عمل یہ ہے کہ اس پر فوری عمل کی ضرورت ہے تاکہ مسلمانوں کے سالار کو مزید پھیلنے کا موقع نہ ملے۔ اس لائحہ عمل کیلئے تاریخ اور وقت کا تعین کرنا تمہارا کام ہے۔"

راجہ داہر کے جواب میں سب نے اثبات میں گردن ہلا کر منظوری دی۔ راجہ داہر نے کہا کہ ایک اور اچھی خبر سن لو

" سراندیپ کا فرمانروا اور راجہ مسلمانوں سے اچھے تعلقات رکھنے کیلئے کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کے خلیفہ ولید بن عبدالمالک کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے کوشاں ہے۔ اب حج کا زمانہ ہے اور اس کے ہاں آباد مسلمان حج اور مقدس مقامات کی زیارت کیلئے جانا چاہتے ہیں۔ انہیں کے ہاتھ سراندیپ کا راجہ تحائف اور ہدیہ جات ولید بن عبدالمالک کی خدمت

میں بھیج رہا ہے اور تفصیل کے مطابق آٹھ جہازوں پر سامان لادا ہوا ہے جن میں انواع واقسام کے موتی، جواہر، حبشی غلام اور کنیزیں اور دوسرے نادر تحائف شامل ہیں تاکہ مسلمان ان تحائف کو حجاج بن یوسف کے ذریعے خلیفہ عبدالمالک کی خدمت میں پیش کر کے ان سے دوستی کر سکے۔

موئل تمہارے لئے یہ ایک سنہری موقع ہے اگر تم کوشش کرو تو تم اس سامان پر قبضہ کر سکتے ہو تمہارا اس معاملے میں کیا خیال ہے۔"

موئل نے راجہ داہر سے کہا

آپ بے فکر رہیں یہ میرے لئے ایک بہت بڑی خوشخبری ہے۔ ہم پیشہ ور بحری قزاق ہیں اور ہم ان کے راستے کو بخوبی سمجھتے ہیں اور ہم انہیں راستے میں ہی قابو کر لیں گے۔ اس طریقے سے لوٹ مار کریں گے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی کہ جہاز کدھر گئے۔ ان کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ اب میں اپنے علاقوں کی جانب چلتا ہوں اور جہاز کو لوٹنے کی تیاری کرتا ہوں۔ زمیش اس دوران پنجگورہ حارث اور اس کو بیٹوں کو لے کر میرے پاس آئے تاکہ حملہ کیلئے وقت اور تاریخ کا تعین کیا جا سکے۔

اس کے بعد اجلاس ختم ہوا اور وہ سب اپنی اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئے۔

وانگہ کی جانب سے مسلمانوں کو اطلاع

ایک روز خریم بن عمر والی مکران کے ساتھ محو گفتگو تھا کہ انہیں وانگہ کی طرف سے قاصد کے آنے کی اطلاع ملی۔ جس نے آن کر راجہ داہر کی زمیش اور موئل کے ساتھ سازش سے آگاہ کیا نیز یہ بھی بتایا کہ زمیش اور سردار موئل راجہ داہر سے مل کر واپس آرہے ہیں اور وانگہ کے پاس سے ہو کر اپنے ٹھکانوں پر واپس پہنچیں گے۔ وانگہ نے پیغام بھیجا ہے کہ زمیش کو کسی بھی طرح مسکی تک نہ پہنچنے دیا جائے اور راستے میں ہی اس کا کام تمام کر دیا جائے تاکہ کرمان کی طرف سے مسلمانوں کیلئے خطرہ ختم ہو جائے۔

قدرے صلاح و مشورے کے بعد خریم بن عمر قاصد کے ہمراہ وانگہ کی طرف روانہ ہو گیا اور اس کے ہمراہ آٹھ سے دس مسلح افراد تھے۔

رات ڈھلتے ہی خریم بن عمر وانگہ کے سردار کی حویلی میں پہنچا۔ وہ خاموشی سے اسے اندر لے گیا اور پھر وانگہ سردار نے جو تفصیل بیان کی اس کے مطابق۔

"راجہ داہر سے ملنے کے بعد دونوں نے میرے پاس آنا تھا لیکن تازہ

اطلاع کے مطابق موبل تو اپنے قبیلے کی جانب چلا گیا ہے تا کہ سراندیپ سے آنے والے جہازوں کو لوٹ سکے جن کی ترغیب راجہ داہر نے اسے دی ہے۔ جبکہ مشترکہ منصوبہ پر زمیش کام کرے گا۔ زمیش دیبل سے نکل کر پنجگور پہنچے گا تا کہ وہاں حارث علافی اور اسکے دونوں بیٹوں معاویہ اور محمد سے مل کر اس منصوبے کو آخری شکل دے اور اس کے بعد وہ ان کو لے کر موبل کی طرف جائے گا تا کہ معاملات کو حتمی اور آخری شکل دی جا سکے۔"

وانگہ سے تفصیل سن کر خریم بن عمر نے کہا کہ وانگہ تم نے میرا کام آسان کر دیا ہے۔ اب میں زمیش کا خاتمہ کر کے ہی مکران واپس جاؤں گا۔ جب وانگہ کو پتا چلا کہ خریم بن عمر کے ساتھ دس مسلح افراد موجود ہیں تو اس نے اس کی منت وسماجت کر کے اپنے دس مسلح آدمی بھی اس کے ہمراہ کر دیئے اور ساتھ ہی راستوں کی نشاندہی کیلئے اپنے قاصد کو بھی بھیج دیا۔

بروقت کاروائی

خریم بن عمر نے ریت کے ٹیلوں میں اپنا گھات لگایا اور جوانوں کو اکٹھا کیا اور ساحل سمندر کی طرف کوچ کر گیا اور پنجگور سے موبل کے قبیلے کی طرف آنے والے راستے پر گھات لگائی اور دوسری طرف وانگہ کی طرف سے مہیا کردہ جوانوں کو آگے بھیجا تا کہ وہ ان کے آنے کی اطلاع بروقت مہیا کر سکیں۔

تین یا چار دن کے انتظار کے بعد زمیش، معاویہ اور محمد کے ساتھ ادھر سے گزرا۔ اس وقت خریم بن عمر نے اپنے لائحہ عمل کے مطابق ان کی راہ روکی اور ان کے ساتھ پینتیس جوان تھے۔ خریم بن عمر نے اس قدر تیزی سے حملہ کیا کہ ان کو سنبھلنے کا موقع نہ ملا اور دوسری طرف سے وانگہ کے مہیا کردہ ساتھیوں نے پشت کی جانب سے حملہ کر دیا اور اس طرح زمیش، معاویہ اور محمد سمیت سب کا صفایا ہو گیا صرف تین لشکریوں کو زندہ پکڑا گیا۔ خریم بن عمر نے ان تینوں کے سر کاٹ کر ان کے حوالے کیے اور انہیں حکم دیا کہ ان کو موبل کے پاس لے جاؤ اور میرا پیغام اسے دے دو۔

"تم نے اور زمیش نے راجہ داہر کے ساتھ مل کر جو سازش تیار کی تھی وہ ناکام ہو گئی ہے اور تمہیں تحفے کے طور پر تینوں کے سر بھجوائے جا رہا ہوں۔ اگر تم اب بھی اپنی سازشوں سے باز نہ آئے تو چوتھا کٹنے والا سر تمہارا ہو گا۔"

اس کے بعد اس نے ان تینوں کو موبل کی بستیوں کی طرف روانہ کر دیا اور خود مکران واپس آ گیا۔

دیبل

دیبل ایک قدیم بندرگاہ تھی اور چھ سو برس سے سندھ کی سب سے اہم بندرگاہ تھی۔
ان دنوں دیبل بحری قزاق سردار موہل کا مرکز تھی اور پھر موہل اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ سراندیپ سے آنے والے بحری جہازوں پر حملہ آور ہوا اور ان پر قبضہ کر لیا۔ تمام مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر لیا گیا اور قیدی بنا کر انہیں راجہ داہر کے دارالخلافہ اروڑ بھجوا دیا گیا اور سب سامان موتی جواہرات وغیرہ بھی انہوں نے لوٹ لئے۔

عورت کی فریاد

قیدی عورتوں میں سے ایک کا تعلق قبیلہ بنی عزیز سے تھا۔ اس نے جہاز کے عرشے پر کھڑے ہو کر آسمان کی جانب دیکھا اور پھر اللہ عزوجل کو اپنی مدد اور حمایت کیلئے پکارا اور اس کے بعد عراق کی جانب منہ کر کے زور زور سے چلانے لگی۔

"یاحجاج المدد! یاحجاج المدد!"

لیکن اس وقت اس کی صدا سننے والا کوئی نہ تھا اور نکامرہ قبیلے کے وحشی لوگ زور زور سے قہقہے لگا رہے تھے۔

کچھ مسافر کسی نہ کسی طرح اپنی جان بچا کر جھاڑیوں میں چھپ گئے اور بعد میں ایک چھوٹی سی کشتی میں سوار ہو کر کسی نہ کسی طرح بچتے ہوئے مکران کے ساحل پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر وہاں سے خشکی کے راستے، جنگلات، میدانوں اور عریض و عمیق دریاؤں اور دشوار گزار پہاڑی سلسلوں کو عبور کرتے ہوئے شیراز پہنچ گئے۔

شیراز وہ شہر ہے جو کہ محمد بن قاسم نے آباد کیا تھا اور ملک ایران میں خلیج فارس کے قریب واقع ہے۔ یہاں چند روز آرام کرنے کے بعد وہ بصرہ روانہ ہوئے اور ان دنوں حجاج بن یوسف بصرہ میں قیام پذیر تھا۔ انہوں نے بصرہ پہنچ کر کسی نہ کسی طرح حجاج بن یوسف تک رسائی حاصل کی اور باریابی کی اجازت چاہی۔ حجاج بن یوسف نے ان کو اپنے پاس بلا بھیجا اور ان سے استفسار کیا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔

حجاج کے دربار میں فریاد

ان میں ایک زیاد نامی شخص تھا نے جواب دیا کہ ہم سراندیپ سے آئے ہیں۔
حجاج بن یوسف نے انتہائی تعجب کے ساتھ کہا کہ سراندیپ سے۔

زیاد نے جواب دیا کہ جی ہاں! سراندیپ سے۔
حجاج بن یوسف نے اس سے کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ سراندیپ کے راجہ نے امیرالمومنین ولید بن عبدالمالک کے نام کوئی پیام دوستی بھیجا ہے۔
زیاد نے جواب دیا کہ جی یہ بالکل درست ہے۔
حجاج بن یوسف نے کہا کہ میرے علم میں ہے کہ سراندیپ کا راجہ انتہائی نیک اور انصاف پسند ہے۔
زیاد نے کہا کہ وہ بہت نیک اور مسلمانوں کا بہی خواہ ہے۔
حجاج نے پھر اس سے پوچھا کہ اس کا مسلمانوں کے ساتھ رویہ کیسا ہے۔
زیاد نے جواب دیا کہ بہت اچھا۔
حجاج نے پھر پوچھا کہ وہاں مسلمانوں کی کس قدر آبادی ہے۔
زیاد نے کہا کہ اطمینان۔
حجاج نے پوچھا کہ کیا وہاں مسلمان خوش وخرم ہیں اور انہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔
زیاد نے جواب دیا کہ جب تک سراندیپ میں تھے خوش وخرم تھے۔
حجاج نے پوچھا کہ اب کیا بات ہے؟
زیاد کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور اس نے ساری داستان حجاج بن یوسف کے گوش گزار کر دی اور پھر اس عورت کی فریاد اور حجاج کو پکارنے کا بھی ذکر کیا۔

لبیک حجاج

اس کی بات کو سن کر حجاج بن یوسف نے بے ساختہ کہا کہ۔
لبیک یا بنت قوم لبیک! اس فقرے کو اس نے تین مرتبہ دہرایا۔
اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی اور جب زیاد نے اسے ساری داستان سنائی تو اس کا چہرہ غیظ وغضب سے دمک اٹھا اور وہ جوش سے یکدم کھڑا ہو گیا اور کچھ دیر بڑے عجب سے جذبے کے ساتھ کھڑا رہنے کے بعد غضبناک ہو کر بیٹھ گیا اور کہا
"اللہ کی قسم! میں شر کے خلاف خاموشی اختیار نہ کروں گا اور میں ایسا شخص نہیں ہوں میں آج سے عہد کرتا ہوں کہ ان کے جسموں سے خون کا ایک ایک قطرہ نکال دوں گا اور جب تک قیدیوں کو رہا نہ کروا لوں گا پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاؤں گا اور میں حملہ آوروں پر کاری ضرب

لگاؤں گا کہ ان کے پیچھے رونے والا کوئی نہ بچے گا۔

دشمن کو یہ علم نہیں ہے کہ اس نے کس قوم کو للکارا ہے۔ وہ نفرتوں کی آگ کو ہوا دے رہے ہیں اور وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ لٹنے والوں کا اس کائنات میں شاید کوئی ہمدرد اور مددگار نہیں ہے تو انہیں جان لینا چاہئے کہ یہ محض ان کا فریب نفس ہے اور ہم ان کے نیتوں کے اس فریب کو ان کے چہروں پر کالک بنا کر مل دیں گے اور ان کی کرچیاں کرچیاں کر دیں گے۔"

کچھ دیر تک تو حجاج بن یوسف کی وہی کیفیت رہی پھر اس کے بعد اس نے ایک خط راجہ داہر کے نام مکران کے والی ہارون نمیری کے پاس قاصد کے ہاتھ بھیجا اور ساتھ ہی ہدایت کی کہ اس خط کو تیز رفتار قاصد اور سالار کے ہاتھ راجہ داہر کے پاس بھیجو جو کہ اس کیلئے ہے اور جو خط حجاج نے مکران کے والی ہارون نمیری کو لکھا تھا اس خط کا متن یہ تھا

" جو تحائف سراندیپ کے راجہ نے امیرالمومنین کیلئے بھیجے ہیں انہیں واپس لوٹا دے اور ان بیواؤں ویتیموں اور عورتوں کو جو کہ حج کی نیت سے نکلی ہیں آزاد اور رہا کر دو جن کو دیبل کے قریب تمہاری فوجوں نے یرغمال بنایا ہے۔"

راجہ داہر کے نام خط

حجاج بن یوسف نے جو خط راجہ داہر کے نام لکھا تھا اس کا متن یہ تھا

" سندھ کے راجہ داہر کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہماری رعایا کے لوگ تمہارے علاقے میں قید کر لئے گئے ہیں انہیں باعزت طریقے سے رہا کر دو اور مال و اسباب جو کہ تم نے لوٹا ہے اسے بھی واپس کر دو ورنہ نقصان کا تاوان ادا کرو۔"

خط پر حجاج بن یوسف کے دستخط اور مہر ثبت تھی۔

راجہ داہر کا جواب

راجہ داہر کے پاس جب خط پہنچا تو اس نے بجائے معقول جواب دینے کے بھونڈے انداز میں کہا کہ

" یہ کام بحری قزاقوں کا ہے اور میرا ان پر کوئی بس نہیں چلتا اور نہ میرا ان سے کوئی تعلق ہے۔"

راجہ داہر کون؟

راجہ داہر راجپوت اور برہمن زادہ تھا اور تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سندھ کا اصل راجہ ساہسی تھا جس کا دارالسلطنت الور تھا اور اس کے زیر نگرانی سندھ، ملتان اور اٹک تک کا علاقہ تھا اور وہ نہایت نیک، رعایا کا خیر خواہ تھا اس کا ایک وزیر بدھی من تھا۔

ایک روز دیوان میں راجہ ساہسی بدھی من سے کسی مسئلہ پر گفتگو کر رہا تھا کہ ایک برہمن آیا جس کا نام چچ تھا جو کہ نہایت چالاک، ہوشیار، تعلیم یافتہ شخص تھا۔ اس نے راجہ ساہسی سے کچھ ایسی گفتگو کی کہ راجہ ساہسی اس سے بے حد خوش ہوا اور اسے بدھی من کا نائب بنا دیا۔

چچ نے دربار میں ایسا طریقہ اختیار کیا کہ سب درباری اور رعایا اس سے خوش رہنے لگے۔ ساہسی کی بیوی سوبھی دیوی تھی۔ ایک روز اس نے چچ کو دیکھ لیا اور اس کی ایک نظر پڑی مرمٹی اور ادھر چچ بھی اس کا گرویدہ ہو گیا۔ سوبھی دیوی خاموشی سے چچ کو اپنے محل میں بہانوں سے بلانے لگی اور کئی کئی گھنٹے خلوے میں گزرنے لگے جس کی وجہ سے ان کے تعلقات میں گہرائی پیدا ہو گئی۔ ان کی محبت میں دن بدن گہرائی پیدا ہونے لگی اور محبت کا دریا ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ جبکہ دوسری طرف لوگوں میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں جس پر ارا کین سلطنت نے اس کے خلاف راجہ ساہسی کے آگے شکایت لگا دی جس سے ان دونوں کے معاملات میں خلل پیدا ہونے لگا۔

چچ نے لوگوں کی اس بدگمانی کا ذکر رانی سے کیا اور پھر انہوں نے ایک خوفناک منصوبہ بنایا کہ کسی نہ کسی طرح ساہسی کو قتل کروا دیا جائے اور اس کے علاوہ سلطنت کے تمام دعوے داروں کو بھی قتل کروا دیا جائے۔ جب سلطنت کا کوئی دعوی دار نہ بچے گا تو رانی چچ سے شادی کر کے اس کو راجہ ساہسی کی جگہ راجہ بنوا دے گی اور اس طرح ایک برہمن زادہ راجہ بنا۔

رانی کے بطن سے اس کے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ بڑے لڑکے کا نام

دہرسید تھا اور چھوٹے لڑکے کا نام داہر تھا جبکہ لڑکی کا نام مائی تھا جو کہ خوبصورتی کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ بڑے ہونے پر دہرسید کو جو علاقہ حکومت کیلئے تفویض ہوا اس کا پایہ تخت برہمن آباد تھا جبکہ راجہ داہر کو جو سلطنت کا حصہ ملا اس کے مطابق اس کا پایہ تخت بدستور الور ہی تھا۔

راجہ داہر بے حد عیاش طبع تھا اور اس کے حرم میں دو رانیاں اما دیوی اور رانی لادی تھی۔ رانی لادی بے انتہا خوبصورت اور کم سن لڑکی تھی جبکہ اما دیوی ایک بھرپور درمیانی عمر کی عورت تھی۔ اس کے علاوہ محل میں اس نے اپنی عیاشی کیلئے بے شمار حسین کنیزیں رکھی ہوئی تھیں۔

دوسری طرف اس کا بھائی دہرسید نہایت نیک اور خوش دل انسان تھا اور رعایا کا چہیتا تھا اس نے اپنی بہن مائی کی شادی بھاٹیہ کے راجہ سوہن سے طے کی اور اسے داہر کے پاس بھیجا اور ساتھ ہی جہیز کیلئے شاہانہ سامان اور سات سو گھوڑے اور پانچ سو پیادے بھیجے اور نالائق و عیاش بھائی کو لکھا کہ اس کی شادی بھاٹیہ کے راجہ سوہن سے طے کر دی ہے اس لئے اس کو دھوم دھام سے اس کے پاس بھیج دیا جائے۔

جب مائی داہر کے پاس پہنچی تو وہ اپنی حقیقی بہن کی خوبصورتی دیکھ کر دنگ رہ گیا اور ہندوانہ رسم و رواج کے برخلاف اس نے مائی سے شادی رچالی۔

راجہ داہر ہندوانہ رسوم و رواج کے مطابق صرف دھوتی پہنتا تھا اور اس کا اوپری بدن ننگا رہتا تھا۔ جس میں برہموں کی رسم کے مطابق بے شمار مالے اور ہار پڑے ہوئے تھے اور وہ انتہائی غرور و تکبر کے ساتھ اپنی گردن ہر وقت تانے رکھتا تھا۔

حجاج کی یادداشت ولید کی خدمت میں

راجہ داہر کا جواب جب حجاج بن یوسف کو ملا تو وہ غضب سے جوش میں آ گیا اور اس کی غضب کے مارے بری حالت تھی مگر پھر بھی اس نے صبر و تحمل سے کام لیا اور امیر المومنین کی خدمت میں ایک یادداشت بھیجی تاکہ اس کو راجہ داہر پر حملہ کرنے کی اجازت مل جائے۔ لیکن بعض مصلحتوں کے تحت ولید بن عبدالمالک نے اسے اس بات کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔

بالآخر حجاج نے ایک یادداشت امیر المومنین ولید کے پاس بھیجی جس میں ان قیدیوں کی حالت زار کا کچھ اس انداز میں ذکر کیا گیا تھا کہ امیر المومنین کا دل پگھل گیا اور ساتھ ہی اس نے امیر المومنین کو لکھا کہ شاید امیر المومنین اس مہم میں کثیر اخراجات کے پیش نظر اجازت دینے میں پس و پیش سے کام لے رہے ہیں میں بہرحال اس بات کی یقین دہانی کرواتا ہوں کہ اس مہم میں خرچ ہونے والی رقم سے دوگنی رقم شاہی خزانے میں جمع کروا دی جائے گی۔

ولید بن عبدالمالک اس خط سے بے حد متاثر ہوا اور اس نے سندھ پر حملہ کا شاہی فرمان لکھ کر اور اس پر اپنی مہر ثبت کر کے حجاج بن یوسف کی خدمت میں بھیج دیا۔

شاہی فرمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ از جانب بندہ خدا ولید بن عبدالمالک خلیفۃ المسلمین۔

بجانب حجاج بن یوسف ثقفی والی بلاد مشرق

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ تمہارا عریضہ پہنچا۔ سراندیپ کے قید ہو جانے والے مسلمانوں کی خبر سن کر اس قدر اضطراب پیدا ہوا کہ بھوک اور نیند اڑ گئی۔ ایک مسلمان کا بیکا ہونے سے اچھا ہے کہ میں مر جاؤں۔ مسلمان اور تو سب کچھ برداشت کر سکتا ہے مگر یہ

برداشت نہیں کر سکتا کہ کسی مسلمان کو مصیبت میں دیکھے۔

اللہ اور اللہ کے رسول کا فرمان ہے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور پھر ایک بھائی دوسرے بھائی کو تکلیف میں کیوں کر دیکھ سکتا ہے اور اگر کوئی دیکھ سکتا ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔

تم کو اجازت دی جاتی ہے کہ تم فوراً سندھ پر لشکر کشی کر دو۔ لیکن سندھ بہت دور دراز فاصلہ پر ہے لہٰذا معمولی مہم نہ بھیجی جائے اور نہ ہی معمولی لوگوں کو بھرتی کیا جائے بلکہ تجربہ کار اور پر جوش مجاہدین کو بھیجا جائے اور ان کو ہدایت کی جائے کہ اول وہ صلح و آشتی سے کام لیں گے اور اگر مغرور و متکبر راجہ داہر نہ مانے تو جنگ کریں اور اس وقت تک لڑیں جب تک کہ تمام مجاہدین شہید نہ ہو جائیں یا اس راجہ کو نہ مار لیں۔

اس بات کا خصوصی خیال رکھا جائے کہ کسی مندر یا معبد کو نہ گرایا جائے اور نہ ہی کسی عورت اور بچے یا بوڑھے یا بیمار کو ستایا جائے۔ نہ کوئی کھیتی پامال کی جائے اور نہ ہی کسی آبادی کو جلایا جائے اور غنیم کے فریب میں نہ آئیں۔

نماز اور روزے کی پابندی کریں اور مسلمان جس قدر اللہ تعالیٰ کو یاد کریں گے اللہ تعالیٰ ان پر اس قدر لطف و کرم کرے گا۔

اگرچہ میں اور دمشق کے لوگ مجاہدین سے دور ہوں گے مگر ہماری دعائیں ان کے ساتھ ہوں گی۔ آج سے یہ حکم دے دیا گیا ہے کہ ہر مسجد میں مسلمانوں کی عافیت اور فتح یابی کی دعا کی جائے اور تمام مسلمانوں کو السلام وعلیکم!

فقط

ولید بن عبدالمالک

اس شاہی فرمان کے ملتے ہی حجاج بن یوسف بے حد خوش ہوا اور اس نے سندھ پر حملہ کرنے کی فوری تیاریاں شروع کر دیں۔

سندھ کی فتح

سندھ پر پہلی مہم

حجاج بن یوسف نے فوری طور پر اپنے ایک سپہ سالار اور عبداللہ اسلمی کی ہمراہی میں چھ ہزار سپاہ کے ساتھ دیبل روانہ کی۔ راجہ داہر اور عبداللہ اسلمی کے درمیان دیبل کے باہر شدید لڑائی ہوئی اور عبداللہ اسلمیٰ کے شہید ہونے پر مسلمان اپنا مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہے۔

سندھ کی دوسری مہم

اس مہم کی ناکامی کے بعد حجاج بن یوسف نے بدیل بن طہفہ کی سرکردگی میں فوج کو دیبل پہنچنے کا حکم دیا جو اس وقت عمان میں تھا اور دوسری طرف اس نے مکران کے حکمران ہارون نمری کو بھی تین ہزار سپاہ اس کی مدد کیلئے دیبل بھیجنے کا حکم دیا۔

بدیل اپنی سپاہ کے ساتھ مکران پہنچا۔ وہاں سے سپاہ حاصل کرنے کے بعد دیبل کی جانب روانہ ہوا اور ادھر مخبروں نے راجہ داہر کو اس کی خبر دے دی۔ اس نے اپنے لڑکے جے سینہ کے ہاتھ چار ہزار سواروں کو جو کہ اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار تھے کو دیبل روانہ کر دیا۔ لیکن اس کے لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی بدیل دیبل پہنچ چکا تھا اور کافی شدید لڑائی کے بعد وہ دیبل کے سالار کو شکست دینے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

ادھر راجہ کا لشکر جے سینہ کی قیادت میں دیبل پہنچا تو بدیل سے ان کا سخت مقابلہ شروع ہو گیا۔ بدیل کا گھوڑا ایک ہاتھی کو دیکھ کر بھڑکا اور جس سے بدیل گھوڑے سے نیچے گر گیا اور راجہ داہر کے لشکریوں نے اسے شہید کر دیا۔

حجاج بن یوسف کو جب بدیل کی شہادت کی خبر ملی تو اس کو بے حد صدمہ ہوا اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ سندھ پر معمولی حملوں سے کام نہیں چلے گا اور وہ سوچ بچار میں ڈوب گیا۔

محمد بن قاسم نیا سپہ سالار افواج سندھ

کافی دیر کی سوچ بچار کے بعد حجاج نے محمد بن قاسم کو سندھ کی لشکر کشی کی مہم کا نیا سپہ سالار بنانے کا فیصلہ کیا۔ محمد بن قاسم ان دونوں رے پر بھرپور حملہ کی تیاریوں میں تھا کہ اسے حجاج بن یوسف کا حکم ملا کہ وہ رے کو چھوڑ کر فوراً سندھ پہنچے اور اس بات کا انتظار کرے جو کہ میں اس کیلئے خشکی کے راستے بھیج رہا ہوں اس لئے تم شیراز پہنچ کر اس کا انتظار کرو اور وہاں دو روز قیام کرنے کے بعد مکران میں داخل ہونا اور مکران کو عبور کر کے دیبل کے سامنے پہنچ جانا اور وہاں اس وقت تک ٹھہرنا جب تک میں جہازوں کو نہ بھیجوں اور وہ جہاز جب تک وہاں نہ پہنچ جائیں تم وہیں رہنا۔

میں نے اس بات کا انتظام کر دیا ہے کہ جہاں تک تمہارا لشکر جائے دو دو سوار ہر پانچ میل کے فاصلے پر ٹھہریں رہیں اور جب تم خط بھیجو تو ان میں سے ایک سوار وہیں رہے اور ایک سوار دوڑ کر دوسری چوکی تک اس خط کو پہنچائے اور دوسرا تیسری چوکی پر اور اس طرح تمام خط و کتابت دست بدست ہوتی رہے گی اور مجھ تک اور تم تک دست بدست پہنچ سکے گی اور تم روزانہ مجھے وہاں کے حالات سے آگاہ کرتے رہنا۔

محمد بن قاسم نے فوراً شیراز کا رخ کیا اور وہاں جا کر حجاج بن یوسف کے اگلے قدم کا انتظار کرنے لگا۔ حجاج بن یوسف نے سندھ پر حملہ کیلئے پوری تیاری کی تھی اور اس نے سندھ پر حملہ کیلئے ایک مضبوط لشکر تیار کر لیا تھا۔

پھر جمعہ کے روز اس نے عوام کے سامنے ایک خطبہ دیا جس میں اس نے اپنے احساسات اور جذبات کا اظہار کیا۔ اس نے اپنے خطبہ میں عوام سے براہ راست جو اپیل کی اس کے مطابق۔

"میں تم لوگوں کو واضح طور پر بتا دیتا ہوں کہ وقت تیزی سے گزر رہا ہے اور حالات بدل رہے ہیں۔ وقت کبھی ہمارے موافق اور کبھی دوسرے کے موافق ہو جاتا ہے۔ جب وقت ہمارے موافق ہو تو ایسے میں بھی اپنی پوری تیاری رکھنی چاہئے اور جب غیر موافق ہو تو پھر بھی مصائب کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہم پر اور زیادہ ہو۔

مجھے بدیل جیسے سالار کی موت کا شدید صدمہ ہے اور ہر لحہ انتقام کی صدائیں میرے کانوں میں گونجتی ہیں اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اس مہم پر عراق کی تمام دولت خرچ

کر دوں گا اور راجہ داہر کو سبق سکھلا کر رہوں گا۔"

اس کے بعد حجاج بن یوسف نے چھ ہزار تربیت یافتہ سپاہ کا انتخاب کیا اور اس کو محمد بن قاسم کی سرکردگی میں دے دیا جسے لے کر وہ مکران کے راستے سے روانہ ہو گیا۔ یہ فوج سب کی سب تیز رفتار گھوڑوں پر سوار تھی۔ مکران کے ساحل سے وہ پنجگور پہنچا اور اسے فتح کر لیا اور اس طرح خشکی کے راستے سے وہ ارمن بیلہ پہنچ گیا اور ارمن بیلا کو فتح کرتا ہوا دیبل کی جانب بڑھا۔

دیبل پہنچنے کے بعد بحری جہازوں میں کئی منجنیقیں اور دوسرا ساز وسامان اور رسد مل گئی اور ان منجنیقوں میں سے ایک کا نام عروس تھا۔ یہ بہت بڑی منجنیق تھی جس کو پانچ سو آدمی مل کر حرکت میں لاتے تھے۔

مجوسیوں کا خاتمہ

دوسری طرف خریم بن عمر نے مجوسیوں کے خلاف زبردست چھاپہ مار جنگ شروع کر رکھی تھی اور پے در پے شبخون مار کر مجوسیوں کی تمام قوت کا اس نے خاتمہ کر دیا تھا اور پھر اس اطلاع پر کہ موبل نے سراندیپ سے آنے والے جہازوں کو لوٹ لیا ہے اس نے سردار وانگہ سے مل کر کافی تلاش وبسیار ان قیدیوں کے بارے میں کی مگر اسے کوئی سراغ نہ مل سکا اور پھر محمد بن قاسم کے مکران آنے کی خبر سن کر وہ سیدھا مکران واپس پہنچا۔

دیبل کا محاصرہ

ارمن بیلہ میں محمد بن قاسم نے اپنے تمام لشکری سالاروں کو بلا کر مجلس مشاورت قائم کی اور اس میں آئندہ کا لائحہ عمل تیار کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اپنی فوج کے تین حصے کیے۔

ان میں قلب کا کمانڈر اور سالار وہ خود تھا۔ اس کے دوست اور نائب جہم بن زحر اور حسان بن صام کو میمنہ کا سالار رہوں گے۔ میمنہ کا سالار اس نے خریم بن عمر کو مقرر کیا اور اس کا نائب بنانہ بن حنظلہ کو بنایا۔ جبکہ میسرہ کا سالار ذکوان بن علوان اور اس کے نائب عطاء بن مالک کو مقرر کیا۔ پھر لشکر کی تقسیم اس طرح کی کہ خریم بن عمر اور بنانہ بن حنظلہ کی زیر سرکردگی میں پہلے سے کام کرنے والا لشکر انہیں کے پاس رکھا اور بقیہ اپنے لشکر کو اس نے دو حصوں میں برابر تقسیم کر دیا۔

لشکر کی تقسیم کے بعد محمد بن قاسم نے کچھ دن ارمن بیلہ میں گزارے اور یہیں سے حجاج بن یوسف کی طرف سے ہدایت نامہ جنگ ملا۔ جس سے اس پر واضح کر دیا گیا کہ وہ اپنی حفاظت کیلئے اردگرد خندق کھودے اور پھر حملہ کرے اور اس کے علاوہ جو لوگ حافظ یا قاری ہوں وہ بدستور قرآن پاک کی تلاوت جاری رکھیں اور اللہ عزوجل سے دعا مانگتے رہیں۔

دیبل کے گرد و نواح میں پہنچ کر ایک خندق بارہ گز لمبی اور چھ گز گہری کھودو اور جنگ شروع کرنے سے پہلے میری اگلی ہدایات کا انتظار کرو اور جو ہدایات تمہیں پہنچیں ان پر حرف بہ حرف عمل کرنا تاکہ تمہاری فتح باآسانی ہو۔

اس ہدایت نامہ کے بعد لشکری ترتیب کے ساتھ محمد بن قاسم نے دیبل کی جانب کوچ کیا اور بروز جمعہ کو دیبل کے نواح میں پہنچ کر جمعہ کی نماز خود پڑھائی۔

دیبل پہنچ کر محمد بن قاسم نے خریم بن عمر کے ہمراہ شہر کا مکمل جائزہ لیا۔ دیبل ایک بہت بڑا شہر تھا۔ اس کی آبادی بھی بہت زیادہ تھی اور شہر کے وسط میں ایک بہت ہی عالیشان

مندر تھا۔ مندر کا گنبد بہت بڑا اور بلند تھا جو کہ بہت دور سے ہی نظر آتا تھا۔ اس گنبد کی چوٹی پر ریشمی رنگ کا ایک سبز پرچم لہرا رہا تھا اور جس کی اونچائی اس گنبد کی اونچائی سے بھی چالیس گز اونچی تھی۔

یہاں کے باشندوں کا عقیدہ تھا کہ جب تک یہ پرچم لہراتا رہے گا اس شہر پر کوئی قبضہ نہیں کر سکتا اور اس مندر میں سات سو پجاری تھے اور شہر کے اردگرد فصیل بنی ہوئی تھی۔

دیبل پہنچنے پر دیبل والے قلعہ بند ہو گئے اور محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کو مورچہ بند ہونے کا حکم دیا۔ حجاج بن یوسف کی ہدایات کے مطابق خندق کھود کر اپنے لشکر کو محفوظ کیا اور پھر شہر کے اردگرد خندقیں کھودنے کے بعد شہر کا محاصرہ کر لیا۔

دیبل کے لشکری وقتاً فوقتاً شہر سے باہر نکلتے اور حملہ کر کے واپس شہر میں جا کر شہر پناہ کے دروازے بند کر لیتے تھے۔

محمد بن قاسم کو حجاج بن یوسف کی ہدایات کا انتظار تھا اور خاموشی سے ان کو حملوں کو پسپا کر رہا تھا۔ جیسے ہی حجاج بن یوسف کا حکم نامہ ابتدائے جنگ ملا تو اس نے اپنی فوج کے سالاروں کو ہدایات دینی شروع کر دیں اور خود کو درمیان سے خریم بن عمر کو دائیں جانب سے اور زکوان بن علوان کو بائیں جانب سے حملہ کا حکم دیا۔

محمد بن قاسم شہر کے صدر دروازے کے سامنے رہا تا کہ جیسے ہی دشمن ادھر سے حملہ آور ہو تو محمد بن قاسم کے لشکر سے اس کا مقابلہ ہو اور دوسری طرف کے سالار ہر طرف نگاہ رکھے رہیں اور موقع ملتے ہی دشمن کی پشت سے حملہ کر کے اسے پسپا کریں۔ اس ترتیب سے دوسرے دو دروازوں سے نکلنے والے دشمنوں سے نپٹا جا سکے۔

ابھی یہ معاملہ ہو ہی رہا تھا کہ قلعہ سے ایک برہمن باہر نکلا اور محمد بن قاسم کے پاس حاضر ہوا اور اس نے محمد بن قاسم کو قلعہ فتح کرنے کا اصل راز بتا دیا اور خود محمد بن قاسم کے پاس پناہ حاصل کر لی۔

اس کے راز کے مطابق یہ کہ جب تک مندر کا گنبد اور پرچم قائم رہے گا اس شہر کو فتح کرنا مشکل ہو گا اور اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس طرف توجہ مرکوز کی جائے۔

مندر پر سنگ باری

برہمن سے راز معلوم ہونے پر محمد بن قاسم نے عروس منجنیق کے انچارج جعونہ کو بلایا اور اسے ہدایات دیں کہ

"اگر تم اس جھنڈے کو گرا دو اور مندر کے گنبد کو اپنی منجنیق کی سنگ باری سے گرا دو تو میں تمہیں انعام کے طور پر دس ہزار درہم دوں گا۔"

محمد بن قاسم نے فوری طور پر تمام حالات سے حجاج بن یوسف کو آگاہ کیا اور حجاج بن یوسف کے ڈاک کے عمدہ انتظام کی بدولت ایک ہفتے میں ہی اس کا جواب آ گیا اور حجاج بن یوسف نے اس کے اس منصوبے کی منظوری دے دی تھی اور مزید ہدایات یہ دیں تھیں کہ اپنے لشکر کی ترتیب اس طرح کرو کہ سورج نکلتے وقت وہ تمہارے لشکر کی پشت پر ہو تا کہ تم دشمن کی نقل و حرکت پوری طرح دیکھ سکو۔

دن کے ابتدائی حصہ میں جنگ شروع کرو اور سب سے پہلے اللہ عزوجل سے فتح و نصرت کی دعا مانگو۔ سندھ میں کوئی بھی عام شخص تم سے رحم اور پناہ کی درخواست کرے تو اسے پناہ دے دو لیکن دیبل والوں کے ساتھ کسی بھی قسم کی رعایت سے کام نہ لینا اور نہ ہی انہیں پناہ دینا کیونکہ انہوں نے سراندیپ سے آنے والے ہمارے جہازوں کو لوٹا ہے اور اس کے علاوہ عروس نامی منجنیق کو مشرق کی سمت گاڑ دو اور ایک پایہ کم کر کے مندر کے گنبد کو نشانہ بنا کر اس سے سنگ باری کرو۔ انشاء اللہ! فتح تمہاری ہی ہو گی

دیبل پر زوردار حملہ

دیبل کے محاصرے کے نویں روز محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف کی ہدایات کے مطابق بوقت طلوع آفتاب دیبل پر حملہ کر دیا اور جیسے ہی عروس سے پہلا پتھر نکلا اور دوسری منجنیقوں نے بھی پتھر اگلنے شروع کر دیئے۔ عروس کے پہلے ہی پتھر سے گنبد ٹوٹ گیا اور پرچم زمین پر جا گرا۔ پرچم اور گنبد کے گرتے ہی پورے شہر میں ہلچل مچ گئی اور دیبل کے تمام دروازوں سے فوج تیزی سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئی۔

حملے کا جواب دینے کیلئے سب سے پہلے محمد بن قاسم نے پہل کی اور اپنی تلوار کو عجیب مستانہ وار طریقے سے نعرہ تکبیر بلند کر کے اپنی فوجوں کو جواب دینے کا اشارہ کیا اور اس طرح محمد بن قاسم کی فوج آندھی و طوفان کی طرح دیبل پر ٹوٹ پڑی۔ ایک پہر تک شدید لڑائی ہوئی اور پھر دیبل کے لشکریوں نے شہر میں داخل ہو کر دروازے بند کر لئے۔ تین روز کی شدید لڑائی کے بعد اہل دیبل نے ہتھیار ڈال دیئے اور دیبل کا گورنر وہاں سے بھاگ گیا۔ شہر میں امن قائم کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے پیمائش کے بعد شہر کو سات برابر حصوں میں تقسیم کر دیا

اور مسلمانوں کے سپرد کر دیا۔

دیبل کی فتح کے بعد سراندیپ کے صرف دو قیدی وہاں سے ملے اور بقیہ کے متعلق علم ہوا کہ اور اروڑ میں راجہ داہر کے زیر تسلط ظلم وستم سہہ رہے ہیں۔

بہر حال یہاں کے مسلمان قیدیوں کے اس بیان پر کہ اس قید خانہ کے منتظم کا ان سے سلوک اچھا رہا ہے محمد بن قاسم نے اسے معاف کر دیا اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جو کہ اس نے قبول کر لی۔

محمد بن قاسم نے دیبل میں اپنے ایک نمائندہ حمید کو بطور گورنر مقرر کیا اور سارا شہر کا نظم ونسق درست کروایا اور شہر کے اندر ایک مسجد بھی تعمیر کروائی جو کہ پورے سندھ میں اسلام کی پہلی مسجد تھی۔ وہاں سے سارا مال وغنیمت اکٹھا کیا اور پنجگورہ، ارمن بیلہ اور دیبل کے تمام مال میں سے پانچواں حصہ الگ کر کے فوری طور پر حجاج کی خدمت میں بھیج دیا اور بقیہ اپنے لشکریوں میں عہدے اور قابلیت کے حساب سے تقسیم کر دیا۔ گھوڑ سواروں کو شتر سواروں اور پیادے سے دوگنا حصہ دیا گیا۔

راجہ داہر کا طیش سے بھرا خط

ابھی محمد بن قاسم دیبل کے انتظامات میں مصروف تھا کہ اسے راجہ داہر کی طرف سے ایک خط ملا جس سے اس کے غم وغصہ کا اظہار ہوتا تھا اس کے خط کا متن کچھ اس طرح تھا۔

"چچ کے بیٹے داہر کی طرف سے جو کہ سندھ کا بادشاہ اور ہند کا راجہ ہے اور جس کے حکم کے بغیر اس علاقے میں کوئی بھی کام نہیں کر سکتا اور تمہارا نام شاید محمد بن قاسم ہے جو کہ انسانوں کے قتل میں اول رہتا ہے اور اس کام میں اسکا چسکا اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی اور جس نے اپنی بے وقوفی کی سزا اپنے لشکر کو دینے کیلئے اسے ہلاکت اور تباہی کی راہ پر لگا دیا ہے۔

تم سے پہلے بھی کچھ لوگوں کے دماغ خراب ہوئے تھے کہ وہ سندھ اور ہند کو فتح کرنے کیلئے آئے لیکن اس شہر دیبل میں ہم نے ان کو بہت برے طریقے سے ہرایا تھا اور اب بھی سودا دماغ میں بٹھا کر تم ایسی چھچھوری حرکت کرتے ہو جس کی مثال نہیں ملتی۔ اب دیبل کی فتح پر تم پھولے نہیں سماتے حالانکہ یہ کوئی قابل فخر کارنامہ نہیں ہے کیونکہ دیبل ہماری نظر میں بہت چھوٹا سا قصبہ ہے اور یہاں کے لوگ کاروباری ہیں اور ان کو جنگ کا کچھ پتا نہیں ہے۔ نہ

ہی دیبل کوئی مضبوط قلعہ ہے اور نہ ہی ہماری فوجوں کا مرکز۔

ایسے میں اگر تم نے دیبل کو فتح کر لیا ہے تو یہ کوئی بہادری والا کام نہیں ہے اور اگر ہمارا ایک بھی سپہ سالار دیبل میں ہوتا تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ جنگ کیا شے ہے اور شائد تمہارے لشکر کا ایک بھی آدمی زندہ نہ رہتا۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ یہیں سے واپس چلے جاؤ ورنہ یاد رکھو کہ بعد میں تم کو صرف پچھتاوے کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

تمہیں میرے لڑکے جے سینہ سے بھی واسطہ نہیں پڑا جس کی بہادری اور خوف سے بڑے بڑے مہاراجے گھبراتے ہیں اور اس کے پاس سو سے زیادہ بدمست ہاتھی ہیں اور وہ خود ایک سفید ہاتھی پر سواری کرتا ہے جس کا مقابلہ نہ تو کوئی گھڑ سوار کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی بڑے سے بڑا سورما۔ یاد رکھو کہ وہ تمہارا بھی وہی حال کرے گا جو اس نے تمہارے سابقہ جرنیل بدیل کا کیا تھا۔"

اس تحقیر آمیز اور پر تکبر خط نے محمد بن قاسم کی پیشانی پر بے شمار شکنیں پیدا کر دیں۔

محمد بن قاسم کا جواب

محمد بن قاسم نے قدرے غور و فکر کے بعد اس خط کا جواب لکھا جس میں لکھا تھا کہ۔

"از طرف محمد بن قاسم سالار لشکر اسلام! جو قہاروں اور سرکشوں سے نپٹنا بخوبی جانتا ہے۔

منجانب! کافر، جاہل، متکبر، مغرور اور منکر خدا داہر بن چچ برہمن کے نام جس کو اپنی آنکھوں پر بندھی ہوئی جہالت کی پٹی اتار کر حقیقت کو دیکھنے اور سمجھنے سے اللہ تعالیٰ نے محروم رکھا ہوا ہے۔

تم نے جس طرح طاقت کے اندھیارے جالوں کو اپنے اوپر تان رکھا ہے اور اس پر مجھے تحقیر آمیز اور ذلیل خط لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں طاقت، حشمت، اختیار اور ساز و سامان جنگ، ہاتھیوں اور لشکر کے ساتھ ساتھ اپنے بیٹے جے سینہ کی اندھی قوت پر بڑا فخر ہے۔ جبکہ میرا ایمان جو کہ صرف اور صرف ذات واحدہ لاشریک اللہ عزوجل پر ہے ہر قسم کی قوت و طاقت اسی کی ہے اور میرا دارومدار اسی کی کارسازی اور مدد پر ہے۔

او بدبخت! مغرور انسان! تو نے ہاتھی کو نہ جانے کیا سمجھ رکھا ہے جس کو صرف ایک معمولی سی چیونٹی با آسانی مسل سکتی ہے اور تم شاید گھڑ سواروں اور پیدل جوانوں کی قوت دیکھ کر

پاگل ہو گئے ہو جو کہ بہادری میں بے مثل اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے اور صرف اللہ کے سپاہی ہیں اور جس کا مطمع نظر اللہ تعالیٰ کی ذات اور اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنا اور مظلوموں کی مدد کرنا ہے۔

او ظالم راجہ! مسلمانوں کو سندھ پر حملہ آور ہونے کی دعوت کس نے دی ہے کبھی غور کیا ہے یہ صرف اور صرف تمہاری کم عقلی، بے وقوفی اور اپنی بے پناہ وحشی قوت اور طاقت پر گھمنڈ کی وجہ سے ہے اور اس گھمنڈ کے تحت تو نے سراندیپ کے جہازوں کو زبردستی لوٹا اور مسلمانوں کو قید کر لیا اور نہ صرف انہیں قید کیا بلکہ ان پر ظلم و ستم بھی ڈھائے۔ اس کے ساتھ تو نے بڑی ڈھٹائی سے بحری قزاقوں کا بہانہ بنا کر ان کی موجودگی سے منکر ہوا ہے۔ تو نے مسلمانوں کے خلیفہ ولید بن عبدالمالک کی طرف سے پیغام اُن کو اپنی حماقت اور خباثت کے باعث رد کر دیا اور تمام باتوں سے منکر ہو گیا۔

اگر تم سندھ کے بادشاہ اور ہند کے صحیح معنوں میں راجہ ہوتے تو ایسا ظلم و ستم نہ کرتے اور بحری قزاق جو کہ تمہاری خباثت کے کارندے ہیں تیرے ایماء پر ایسی حرکت کے مرتکب نہ ہوتے۔

اب بھی تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ ان مسلمان قیدیوں کو با عزت رہا کر دو اور سراندیپ کے جہازوں سے جو سامان لوٹا ہے وہ بھی بمعہ تاوان کے واپس لوٹا دو۔ اس کے ساتھ تم آئندہ کیلئے ایسی حرکتوں سے باز رہنے کی یاددہانی کے ساتھ اطاعت امیرالمومنین کا اقرار کرو تو تمہاری سلطنت کا شیرازہ بکھرنے سے محفوظ رہے گا اور اسی میں تمہاری بھلائی اور رعایا کی فلاح و بہبود مضمر ہے۔

باوصف اس کے اگر تم نے اپنے فخر و تکبر، گھمنڈ اور طاقت کے نشے والی عادت کو نہ چھوڑا اور بدستور اس میں ہی مگن رہے اور ہماری طرف ٹیڑھی آنکھ کئے رکھی تو یاد رکھو کہ تیری یہ آنکھ ہمیشہ کیلئے نکال دی جائے گی۔ تیرے غرور اور تکبر و گھمنڈ و طاقت کے نشے کو خاک میں ملا دیا جائے گا۔

مجھے اپنی ذات پر یقین واثق ہے کہ میرا اور تیرا کہیں بھی مقابلہ ہو گا میں اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی اعانت سے تم جیسے سرکشوں کو مغلوب اور ذلیل کرتا رہوں گا اور تمہارا سر کاٹ کر خلیفۃ المسلمین کے پاس دمشق بھیج دوں گا یا پھر اسی سعی میں اپنی جان قربان کر دوں گا۔

مجھے میرے اللہ نے کفار کے خلاف جہاد کا حکم دیا ہے اور میں نے اس کو اپنا فرض جان

کر اس کو دل اور ایمان کی گہرائیوں سے قبول کیا ہے اور میرا حق یقین ہے کہ مالک کل کائنات اللہ عزوجل ہمیں فتح اور کامیابی سے ہمکنار فرمائے گا۔"

راجہ داہر کے پاس جب یہ خط پہنچا تو وہ اس کو سن کر غصے میں پاگل ہو گیا اور زور زور سے چلانے لگا کہ یہ چھوکرا اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے اسے میری طاقت سے بالکل واقفیت نہیں ہے اور میں اس کو مچھر کی مانند مسل دوں گا۔ اسے شاید معلوم نہیں تھا کہ دیبل میں بزدل لوگ رہتے ہیں اور اب اس کا مقابلہ بہادروں سے ہوگا اور اسے پتہ چل جائے گا کہ سندھ کا بادشاہ اور ہند کا راجہ داہر کیا چیز ہے۔

اس کے بعد اس نے اپنے وزیر بدھی من کو حکم دیا کہ وہ نیرون کے راجہ سامسی، سوستان کے راجہ بجرا، بدیہہ کے راجہ کاکا اور بیت کے راجہ موکا کو ہماری طرف سے فرمان لکھو کہ وہ محمد بن قاسم کو اپنی اپنی سرحدوں پر روکیں اور اس سے لڑ کر اس کو شکست دیں اور اس کا سر کاٹ کر ہمارے حضور پیش کریں اور اس کے لشکر کو بالکل بھی آگے نہ بڑھنے دیں اور اس کے ایک ایک لشکری کا مکمل صفایا کر دیں اور جس کی تعمیل اسی وقت اس کے وزیر بدھی من نے کی۔

حجاج بن یوسف کی طرف سے تہدید نامہ

حجاج کو جب دیبل کی فتح کے بعد راجہ داہر کے خط اور اسکا جواب محمد بن قاسم کی طرف سے بھیجے گئے جواب سے آگاہی ہوئی تو اس نے فی الفور ایک تہدید نامہ محمد بن قاسم کی جانب بھیجا۔ جس کے ساتھ ہی نئی ہدایات بھی ارسال کیں اور اس میں لکھا کہ۔

"اے میرے بیٹے! میں اس بات کو سن کر خوش نہیں ہوا کہ تم نے راجہ داہر کو مصالحت کا خط لکھا ہے اور اگرچہ تم نے اپنی طرف سے نیک دلی سے یہ قدم اٹھایا ہے لیکن داہر اس کو تمہاری کمزوری گردانے گا اور صلح پر ہرگز آمادہ نہ ہوگا۔ تم ہندوستان کے راجاؤں سے واقف نہیں ہو یہ بے انتہا خودسر، مغرور، پر گھمنڈ اور نیم وحشی نہایت سنگدل ہونے کے ساتھ ساتھ عقل سے نابلد اور طاقت کے نشہ میں مست رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک اخلاق نام کی کوئی چیز وقعت نہیں رکھتی اور اگر کوئی شے ان کے آگے وقعت رکھتی ہے تو وہ صرف طاقت کا نشہ ہے اور اس کے اظہار کیلئے یہ کھلم کھلا ظلم و ستم کرتے ہیں اور نہایت سنگ دل لوگ ہیں۔ یہ ہر حال میں اپنے مفاد پر دوسروں کو قربان کرنے کے درپے رہتے ہیں تاکہ ان کا خوف و دبدبہ دوسروں کو ہراساں رکھے اور ان کے مقابل آنے کی کوئی جرأت نہ کرے۔

میں تم کو ہدایت کرتا ہوں کہ جو تم کو خود مصالحت کی درخواست کرے اس سے فوراً صلح کر لو اور جن شرائط پر صلح کرو اس کی پوری پوری پابندی کرو۔ اپنی طرف سے کوئی بھی قدم صلح کیلئے نہ اٹھاؤ اور مجھے معلوم ہے کہ تمہارے پاس لشکر کم ہے اور دشمن کے پاس بے شمار مگر مسلمان دشمنوں کی کثرت سے کبھی بھی خائف نہیں ہوتا اور اس کا بھروسہ اللہ عزوجل پر ہوتا ہے اور وہ اس سے ہی اعانت کی امید رکھتا ہے۔

ہندو نہ تو اللہ کو مانتے ہیں اور نہ ہی اس سے امید رکھتے ہیں اور اس لئے تم بالکل اندیشہ نہ کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ تم کو اللہ عزوجل سے فتح ہی ملے گی۔ آج ساری سلطنت اسلامیہ کی نظریں تم پر ہی مرکوز ہیں اور ہر مسلمان مرد، عورت تمہاری فتح کیلئے دعا کر رہا ہے۔

جب دشمن ہاتھیوں کا لشکر لے کر تم پر حملہ کرے تو تم اپنے گھوڑوں کی مہمیزیں لگا دو یا پیدل ہو کر نیزوں سے حملہ کر دو۔ جب دریائے سندھ پر پہنچو تو اس کا ایک نقشہ میرے پاس بھیج دینا اور میری طرف سے سب مسلمانوں کو سلام کہہ دو۔"

نیرون کی جانب پیش قدمی

اب محمد بن قاسم نے حسب ہدایت نامہ نیرون کی طرف پیش قدمی کی اور منجنیقوں اور دیگر عسکری ساز و سامان کو کشتیوں میں لاد کر اپنے ایک سالار کرنالہ ساکرہ کے ذریعے آگے روانہ کر دیں اور خود ٹھٹھہ میں آ کر قیام کیا۔

راجہ نیرون سندر داس راجہ داہر کے دربار میں

راجہ نیرون جو کہ باطن مسلمانوں کے ساتھ تھا اور بظاہر راجہ داہر کے خوف سے اس کا ساتھی بنا ہوا تھا کو راجہ داہر نے اپنے دربار میں طلب کیا اور جس پر نیرون اروڑھ چلا گیا اور پھر وہاں سے نئی ہدایات لے کر نیرون واپس آ گیا۔

نئی فتوحات

ٹھٹھہ شہر

ٹھٹھ اور دیبل شہر کے حالات پر دبیز پردہ پڑا ہوا ہے اور تاریخ اس کے مفصل حالات بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اسی لئے نہ تو دیبل کے اصل مقام وقوع کا تاریخ سے پتا چلتا ہے اور نہ ہی ٹھٹھ شہر کے بارے میں کوئی بات معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے یہ بھی نہیں پتا چلتا کہ یہ شہر کب آباد ہوئے اور کس نے کئے۔ چونکہ دیبل ایک کاروباری مرکز تھا اس لئے اس کے مقابلے میں ٹھٹھ کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی۔ بہرحال ۶۵۸ھ میں دیبل شہر کے نام ونشان کے مٹ جانے کے بعد ٹھٹھ شہر کو صحیح معنوں میں اہمیت حاصل ہوئی اور ۶۷۱ھ میں اس شہر نے ترقی کا زینہ طے کرنا شروع کیا۔

سیسم کی فتح

ٹھٹھ میں قدرے آرام کے بعد محمد بن قاسم نے سیسم کی جانب پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کرلیا۔ وہیں پر اسے حجاج بن یوسف کا نیا ہدایت نامہ ملا جس میں لکھا ہوا تھا کہ۔

"تم کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے دلی ارادوں اور ہمت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ہر حال میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے کوشاں رہیں اور کامیابی تو اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے اور وہ ضرور تمہیں کامیابی سے اور فتح سے ہمکنار کرے گا۔ وہ دشمن کو ذلیل وخوار کرے گا اور انہیں دنیا کی سزا اور آخرت کے عذاب میں مبتلا کرے گا۔

اس بات کو دل سے قطعی نکال دو کہ تمہارا مقصد صرف اور صرف ہاتھی، گھوڑے، دولت اور دشمن کا تمام مال واسباب ہے کہ وہ تمہاری ملکیت ہو جائے بلکہ تم اپنے رفیقوں کے ساتھ ایک پرمسرت زندگی گزارنے کی سعی کرو اور ہر ایک کے ساتھ احترام اور حسن سلوک پیش آؤ اور انہیں ہر طرح سے یہ یقین دلاؤ کہ یہ ملک تمہارا ہے۔

تم جب کوئی قلعہ فتح کرو تو لشکر کی ضرورت کی ہر شے کو لشکر کی تیاری پر خرچ کرو اور اشیائے صرف کی مناسب قیمتیں مقرر کرو اور سستا غلہ خرید کر لشکر کی ضرورت کے مطابق ذخیرہ کرو۔ فتح شدہ علاقوں کے لوگوں کو اس طرح مطمئن کرو کہ وہ تمہارے ساتھ امن وسکون کے ساتھ رہ سکیں اور مفتوحہ علاقوں کے لوگوں کی دلجوئی کریں۔ کسان پیشہ، تاجر پیشہ ہوں گے اور آسودہ زندگی بسر کریں گے تو ملک سرسبز وشاداب ہوگا۔"

سیسم کی اطاعت کے بعد محمد بن قاسم نے آگے کی جانب پیش قدمی شروع کی اور نیرون کا جا کر محاصرہ کر لیا۔

اطاعت راجہ سندرداس

جب محمد بن قاسم نیرون پہنچا تو اس نے نیرون کا محاصرہ کر لیا اور شہر سے باہر پڑاؤ ڈال دیا۔ کیونکہ شہر میں راجہ سندرداس موجود نہ تھا اور وہ راجہ داہر کے طلب کرنے پر اس کے پاس گیا ہوا تھا۔ سندرداس نے ایک خفیہ سفارت کار کو حجاج بن یوسف کے پاس بھیج کر اس سے امان طلب کر لی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی اس میں سکت نہیں ہے اور حجاج بن یوسف نے بھی اس کو امان دے دی تھی۔ لیکن راجہ سندرداس نے اس بات کو اپنے مشیروں سے بھی خفیہ رکھا ہوا تھا کیونکہ اس طرح اس بات کا راجہ داہر کو پتہ چل جاتا تو وہ ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اسے قتل کروا دیتا۔ اس کی غیر موجودگی میں اہل شہر نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور شہر کے اندر محصور ہو گئے تھے تو محمد بن قاسم نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہ کیا اور سندرداس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

پھر ایک روز بعد از نماز فجر راجہ سندرداس راجہ داہر سے ملاقات کے بعد سیدھا محمد بن قاسم کے لشکر میں پہنچا اور اپنے آپ کو محمد بن قاسم کے حوالے کر دیا اور کہا کہ۔

"میں آپ لوگوں کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے میری غیر موجودگی میں شہر پر حملہ نہیں کیا اور اگرچہ شہر کے محافظوں نے تمام دروازے بند کر دیئے تھے لیکن یہ سب کچھ میری غیر موجودگی میں ہوا ہے اور میں اس پر معذرت خواہ ہوں۔"

محمد بن قاسم نے کہا

"اے راجہ! تو نے جو سفارت حجاج بن یوسف کے پاس بھیجی تھی اس کی وجہ سے تمہیں اور تمہارے شہر کو امان دی جا چکی ہے اور امان دینے والوں سے ہم باز پرس نہیں کرتے

اور نہ ہی انہیں کوئی تکلیف پہنچاتے ہیں۔ جاؤ اپنے شہر والوں کو بتادو کہ انہیں امان دی جا چکی ہے اور اب ان سے کسی قسم کا کوئی تعرض نہ ہو گا۔"

راجہ سندرداس نے کہا کہ۔

"آپ اس بارے میں بے فکر رہیں کیونکہ میں نے شہر والوں پر حقیقت احوال واضح کر دی ہے اور وہ بھی اس بات پر تیار ہیں۔ اس سے قبل یہ بات ان سے خفیہ رکھی گئی تھی کیونکہ اگر راجہ داہر کو اس کی تھوڑی سی بھنک پڑ جاتی تو پھر وہ اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتا۔"

پھر راجہ سندرداس کے حکم سے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اس کے بعد اس نے محمد بن قاسم کو شہر میں داخل ہونے کی دعوت دی جس کو محمد بن قاسم نے رد کر دیا۔

راجہ سندرداس نے پھر محمد بن قاسم سے پوچھا کہ۔

"اب آپ کا ارادہ کس طرف جانے کا ہے کیونکہ راجہ داہر نے جنگ کی تیاری پورے زور و شور سے کر رکھی ہے۔ اس نے اپنے بیٹے کی مدد سے جنگی تیاریوں کو عروج پر پہنچا دیا ہے۔ چونکہ یہ سب کچھ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں اس لئے آپ کو مطلع کر رہا ہوں تا کہ اس کے مقابلے کیلئے آپ خود کو تیار کر لیں۔"

محمد بن قاسم نے سندرداس سے کہا۔

"سندرداس تمہیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جب ہمارا اور اس کا مقابلہ ہو گا تو تب پتا چلے گا کہ کون کتنے پانی میں ہے اور اس کی تیاریاں کتنی اسے بچاتی ہیں یا ڈبوتی ہیں۔ اب میں سیون کی جانب رخ کروں گا اور سیون کی فتح کے بعد مجھے امید ہے کہ راجہ داہر اپنے شہر اروڑھ سے باہر نکل کر ہمارے مقابلے پر آئے گا اور اس طرح اس پر قابو پانا آسان ہو جائے گا۔"

سندرداس نے اس بات پر اتفاق کیا اور محمد بن قاسم سے التجا کی کہ وہ نیرون میں اپنا کوئی والی مقرر کریں اور میں آپ کے ساتھ جاؤں گا کیونکہ اس علاقے میں بدھ لوگ آباد ہیں اور بدھ ہونے کے ناطے وہ میرا بھی اور آپ کا بھی احترام کریں گے اور راجہ داہر کے بھتیجے بجر کو بھی زیر کرنے میں آسانی رہے گی اور دوسرے میں آپ کیلئے رسد کا بھی بندوبست کروں گا۔

موج کی فتح

محمد بن قاسم نے نیرون میں بھی ایک مسجد تعمیر کروائی اور وہاں اپنا ایک کارندہ مقرر کیا اور خود آگے کی جانب کوچ کر گیا۔ سیون کی راہ میں موج کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ موج کے حاکم

نے شہر والوں کے ساتھ صلاح و مشورہ کیا اور بالآخر یہ طے پایا کہ سیون کے راجہ کی خدمت میں ایک قاصد بھیجا جائے جو کہ پیغام لے کر جائے۔ اس پیغام میں لکھا ہوا تھا کہ۔

''چونکہ آپ ایک محفوظ مقام پر ہیں جبکہ ہم غیر محفوظ ہیں اور ان حالات میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے اگر اجازت ہو تو ہم آپ کیلئے اور ان لوگوں کیلئے امان حاصل کر لیں۔''

ابھی وہ اس کام سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ راجہ نیرون ان کے پاس پہنچا اور انہیں مسلمانوں کی امان میں آنے پر راضی کیا اور انہوں نے اس مسئلے کو اپنے قاصد کی واپسی سے مشروط کیا۔ جبکہ سندرداس نے انہیں اس وقت تک مسلمانوں کے حملے سے بچاؤ کی ضمانت دی۔

چند دن کے بعد موج کا قاصد رائے کی طرف سے بجائے جواب پانے کے ناکام لوٹ آیا اور دوسری طرف رائے نے اپنی جنگی تیاریاں زور و شور سے شروع کر دیں۔ اس کے بعد موج کے حاکم نے محمد بن قاسم سے ملاقات کی اور اس سے امان طلب کی اور اس طرح بغیر لڑائی کے موج پر بھی قبضہ ہو گیا۔

سیون یا سیوستان کی طرف پیش قدمی

محمد بن قاسم موج سے نکلا اور منازل طے کرتا ہوا سیوستان کے سامنے جا پہنچا اور وہاں کا راجہ بجے رائے ان کے پہنچتے ہی قلعہ بند ہو گیا۔ راجہ بجے جو رائے راجہ داہر کا بھتیجا تھا نے اپنی تمام فوج کو فصیل کے سامنے لا کھڑا کیا۔

دوسری طرف سیوستان کے باشندوں نے اس پر بہت زور دیا کہ وہ مسلمانوں سے صلح کر لے اور سیوستان کو نقصان سے بچا لے لیکن بجے رائے نہ مانا کیونکہ وہ ایک ضدی انسان تھا۔ محمد بن قاسم نے پورے سیوستان کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ ادھر شہریوں کے ایک وفد نے راجہ سے مایوس ہو کر ایک قاصد کو چوری چھپے محمد بن قاسم کے پاس بھیجا جس نے محمد بن قاسم کے پاس آ کر یوں عرض کیا

''اے مسلمانوں کے سپہ سالار! مجھے سیون شہر کے سرکردہ لوگوں نے بھیجا ہے اور آپ کے پاس بھیجنے سے پہلے انہوں نے راجہ بجے رائے سے التماس کیا تھا کہ وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کی بجائے صلح کر لے اور ان کی اطاعت قبول کر لے لیکن وہ نہیں مانا اور لڑنے مرنے پر تلا ہوا ہے۔

شہریوں کی چونکہ اکثریت کسان پیشہ، کاریگر اور کاروباری ہے اور جن کا لڑائی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی وہ لڑائی چاہتے ہیں لیکن وہ راجہ کے آگے بے بس ہیں اور اس کے ظلم وستم سے تنگ آ گئے ہیں اور اس سے نفرت کرتے ہیں اس کے پاس اتنا بڑا لشکر نہیں ہے کہ وہ کھل کر مقابلہ کر سکے اس لئے وہ قلعہ بند ہو گیا ہے تا کہ جنگ کو طول دے سکے اور راجہ داہر اس کی مدد کیلئے اپنا لشکر بھیجے وہ صرف مہلت چاہتا ہے تا کہ راجہ داہر کی طرف سے لشکر آتے ہی آپ کا مقابلہ کر سکے۔"

محمد بن قاسم نے اس سے جواب میں کہا کہ۔

"ہماری طرف سے شہریوں کو بتا دو کہ ان سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا البتہ راجہ کو سخت ترین سبق سکھایا جائے گا۔"

اس پر قاصد واپس چلا گیا اور دوسری طرف شہری محمد بن قاسم کے پیغام سے مطمئن ہو گئے اور محمد بن قاسم نے اپنے سالاروں کو ساتھ لیا اور فصیل کا گھوم پھر کر ہر طرف سے جائزہ لیا۔ انہیں جائزہ لینے کے بعد بھی کہیں سے حملہ کرنے کی کوئی راہ نظر نہ آئی اور بالآخر اس نے ایک فیصلہ کیا اور اس کیلئے رات کا پچھلا پہر مقرر کیا گیا۔

قلعہ پر حملہ

اس مقصد کیلئے قلعہ کی طرف رات کو خاموشی سے فوجیں روانہ ہوئیں۔ چند فوجی بنانہ بن حنظلہ کی سرکردگی میں کسی نہ کسی طرح سیڑھیاں لگا کر فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئیں اور نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے ہندوؤں پر حملہ کر دیا اور اس طرح مزید فوجوں کو اوپر چڑھنے میں آسانی ہو گئی اور انہوں نے اس کے بعد ایک بھرپور حملہ ہندوؤں پر کر دیا۔

جب جنگ نے زور پکڑا اور فصیل پر چیخ و پکار کا ایک شور اٹھا تو راجہ بجے رائے خود بھی فصیل پر آ گیا۔ کیونکہ اس کا محل قدرے فاصلے پر تھا اس لئے اسے دوڑ کر فصیل پر آنا پڑا اور اس نے وہاں چمکتی ہوئی تلواریں دیکھیں اور چونکہ ابھی رات باقی تھی اور اندھیرا پھیلا ہوا تھا اس لئے اسے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کتنے مسلمان فصیل پر آئے ہیں اور کہاں کہاں جنگ ہو رہی ہے اس پر اسے آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ زینہ کے دروازے کے پاس تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا۔

ادھر فصیل پر اب تک پچاس کے قریب مسلمان پہنچ چکے تھے انہوں نے نعرہ تکبیر کے پرزور نعروں کے ساتھ ہندوؤں پر ایک بھرپور اور زوردار حملہ کیا اور انہیں گاجر مولیوں کی

طرح کاٹنا شروع کر دیا۔ اس وقت تمام مسلمان کافی جوش وخروش سے لڑ رہے تھے۔ اتنے میں مزید مسلمان فصیل پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور نعرہ تکبیر کے پرزور آواز سے وہ سماں بندھا کہ فصیل کے اوپر جو ہندو لڑ رہے تھے کہ دل دہشت سے کانپ اٹھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد اوپر پہنچنے میں کامیاب ہو گئی اور پرزور نعروں کے ساتھ انہوں نے ہندوؤں کو کاٹنا شروع کر دیا۔

اتنے میں ہندوؤں کا سپہ سالار فصیل پر چڑھ آیا اور اس نے آتے ہی للکار کر ہندوؤں کو ترغیب دی اور انہوں نے جوش میں آ کر بڑا سخت حملہ کیا لیکن مسلمان اپنی جگہوں پر ڈٹے رہے اور نہایت تندہی و جانفشانی سے لڑتے رہے۔ گو کہ اس دوران کافی مسلمان شہید ہو گئے لیکن ان کے جوش شہادت میں کوئی کمی نہ آئی۔ اس دوران فصیل پر مسلمانوں کی تعداد تین سو کے قریب ہو چکی تھی جس سے لڑائی کا زور بڑھ گیا تھا اور بالآخر ہندوؤں کی ہمت جواب دے گئی۔

ادھر مسلمانوں کے حملہ میں شدت پیدا ہوئی اور انہوں نے بڑھ چڑھ کر ہندوؤں پر حملے کرنا شروع کر دیے جس سے ان میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ ہندو فصیل چھوڑ کر بھاگنے لگے جبکہ مسلمانوں نے اس دوران کئی ہندوؤں کو اس حالت میں بھی کیفر کردار تک پہنچا دیا اور وہ اس قدر بدحواسی کے ساتھ بھاگے کہ زینوں کے اندر کئی ہندو خود اپنے پاؤں تلے روندے گئے اور ان میں اس قدر بدنظمی پھیل گئی تھی کہ اس پر قابو پانا محال ہو گیا تھا۔

اتنے میں محمد بن قاسم کی تمام تر فوج فصیل کے نیچے پہنچ گئی اور بے شمار سیڑھیاں فصیل کے ساتھ لگا دی گئیں اور پھر مسلمانوں کی فوج تیزی سے فصیل پر چڑھنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے سینکڑوں مسلمان فصیل پر اکٹھے ہو گئے اور اس کے بعد مسلمان گروہ در گروہ فصیل کے زینوں کی طرف بھاگنے لگے اور ہندوؤں کی بدحواسی کی وجہ سے کھلے زینوں کے ذریعے نیچے اترنے لگے۔

فصیل سے نیچے اتر کر مسلمانوں نے ہندوؤں کا تعاقب کرنا شروع کر دیا اور انہیں قتل کرنا شروع کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے لاتعداد ہندوؤں کو موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا اور صبح کے اجالے تک ہندو سپاہ میدان جنگ سے بھاگ چکی تھی۔

دوسری طرف شہری ہراساں سہمے ہوئے کھڑے تھے مگر مسلمانوں نے محمد بن قاسم کے فرمان کے مطابق کسی بھی شہری کو کچھ نہ کہا تھا اور پھر طلوع آفتاب کے بعد بچے کچھے ہندو

سپاہیوں نے بھی اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور گرفتاری دے دی۔

بجے رائے کی تلاش

جب مسلمانوں کا سیون پر قبضہ مکمل ہو گیا تو اب انہوں نے بجے رائے کی تلاش شروع کر دی۔ ہر چند اسے تلاش کیا گیا مگر وہ نہ ملا۔ پھر اسے ہندوؤں کی لاشوں میں بھی تلاش کیا گیا لیکن وہ وہاں بھی نظر نہ آیا۔ بہر حال محمد بن قاسم نے حسب وعدہ شہر والوں اور قلعہ والوں کو امان دے دی۔ بعد میں پتا چلا کہ بجے رائے بدیسہ کی جانب بھاگ گیا ہے جو کہ ندی کے کنارے واقع تھا اور اس کا دارالخلافہ سیسم تھا اور جس کا راجہ کاکا تھا۔

راجہ کے محل کی تلاشی لینے پر جب ساز وسامان برآمد ہوا تو مسلمانوں کی آنکھیں سامان کی کثرت دیکھ کر خیرہ ہو گئیں۔ یہ نہایت ہی قیمتی سامان تھا اور اس میں سونا، چاندی اور ہیرے جواہرات وانگشت تھے۔ اس جنگ میں کل چورانوے مسلمان شہید ہوئے جن کی نماز جنازہ ادا کر کے انہیں دفنا دیا گیا۔

ادھر حنظلہ پچاس مسلمان لے کر بھاگنے والے ہندوؤں کے تعاقب میں گیا ہوا تھا لیکن وہ جان بچا کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور وہ ناکام واپس لوٹ آئے۔ البتہ کچھ قیدی اپنے ہمراہ گرفتار کر کے لے آئے جن میں ہندوؤں کا سپہ سالار بھی تھا۔

محمد بن قاسم نے مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکلوا کر اسے حجاج بن یوسف کی خدمت میں روانہ کر دیا اور باقی کا تمام سامان سواروں اور پیدل سواروں میں برابر مراتب کے حساب سے تقسیم کر دیا۔

یہاں محمد بن قاسم نے کچھ دن آرام کیا اور تیسرے دن یہاں سے کوچ کر گیا اور سیسم کی راہ لی۔

محمد بن قاسم نے سیون میں ایک مسجد بھی تعمیر کروائی اور مسجد کیلئے ایک امام اور موذن مقرر کیا اور اس کے علاوہ یہاں پر اپنا ایک نمائندہ مقرر کیا۔

ادھر سیون کے نواح میں آباد چنا قوم نے بھی آ کر محمد بن قاسم کی اطاعت قبول کر لی اور پھر اسلام قبول کر لیا جس پر محمد بن قاسم نے اس قوم کو مرزوق کا خطاب دیا اور مرزوق سے مراد اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں اضافہ اور برکت عطا فرمائے۔

بری خبر

ابھی محمد بن قاسم سیون سے روانہ ہوا ہی تھا کہ اسے سردار وانگہ کے قاصدوں نے آن کر دو بری خبریں سنائیں جن میں سے ایک خبر یہ تھی کہ خریم بن عمر کے ہاتھوں حارث علافی کے دونوں بیٹے معاویہ اور محمد ہلاک نہیں ہوئے تھے بلکہ ان کی جگہ ریمش کے ساتھ دو دوسرے جوان تھے جن کے نام بھی تھے کیونکہ حارث علافی ایک عیار و چالاک شخص تھا اور حالات کو جلد پہچان لینے کی صلاحیت رکھتا تھا اس لئے اس کی چھٹی حس نے اس خبردار کر دیا تھا جس سے اس نے اپنے بیٹوں کی جگہ ریمش کے ساتھ دو دوسرے جوان روانہ کر دیئے تھے جو خصلت و عادات کے لحاظ سے اس کے بیٹوں کی طرح تھے۔ اب حارث علافی اور اس کے دونوں بیٹوں اروڑھ پہنچ چکے تھے۔ حارث علافی راجہ داہر کا مشیر اور اس کے دونوں بیٹے راجہ داہر کے بیٹے جے سینہ کے مشیر بن چکے تھے۔

دوسری خبر یہ تھی کہ بحری قزاق اور وانگا قبیلہ کا ہندو سردار موہل اپنی تمام تر قوت مجتمع کر کے سردار وانگہ کے قبیلے پر حملہ کرنے کو تیار تھا اور وانگہ سردار نے مسلمانوں سے مدد مانگی تھی۔ محمد بن قاسم نے وانگہ سردار کی التجا قبول کرتے ہوئے خریم بن عمر اور ذکوان کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے لشکریوں کے ساتھ وانگہ سے جا کر مل جائیں اور صورتحال کے مطابق موہل کا مقابلہ کریں۔

سیسم کی جانب پیش قدمی

اس کے بعد محمد بن قاسم اپنے لشکر کے ساتھ سیون سے سیسم کی جانب روانہ ہوا اور اپنی راہ میں پڑنے والے دو چھوٹے شہروں کو فتح کرتے ہوئے سیسم کی طرف پیش قدمی کی۔ راستہ میں اسے حجاج بن یوسف کا یہ خط ملا۔

"میرے پیارے فرزند محمد بن قاسم! مجھے تعجب ہے کہ تم نیرون سے اروڑھ کی طرف بڑھنے کی بجائے بدیہ اور قندابیل کی جانب چلے گئے اور ان کے اطراف میں تمام چھوٹے راجہ ہیں اور ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں ان پر بلاوجہ کی لشکر کشی کرنا غیر مناسب سمجھتا ہوں اور تمہارا کام تو راجہ داہر کو سزا دینا ہے۔ اس کا غرور توڑنا ہے لہذا تم فوراً واپس لوٹ آؤ اور دریائے مہران (سندھ) کو عبور کر کے اروڑھ پر حملہ کر دو۔ داہر فتنہ جو اور دغاباز ہے۔ اس کی بات کا اعتماد نہ کرنا البتہ جو شخص تم سے امان مانگے اسے امان دے دو اور جو مسلمان ہو جائے اس سے

نیک سلوک کرو اور مال غنیمت میں سے اسے بھی حصہ دے دو۔ لڑنے والوں سے لڑو اور انہیں قتل کر دو۔ مگر جو امن پسند شہری ہیں انہیں قتل نہ کرو اور نماز پڑھتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ہر وقت اس سے ہی مدد طلب کرو کیونکہ وہی تمہاری مدد کرے گا کیونکہ تم حق پر ہو۔ انشاء اللہ فتح تمہاری ہی ہو گی اور تمام مسلمانوں کو میرا اسلام کہہ دو۔"

بجے رائے سیسم میں

بجے رائے تیز رفتاری سے سفر کرتے ہوئے اور رات دن بغیر آرام کئے سیسم کے راجہ کا کا کے پاس پناہ لینے کیلئے پہنچ گیا۔ کا کا ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ وہ بہت ہی با حوصلہ اور اقبال مند تھا اس نے نہایت شان کے ساتھ بجے رائے کا استقبال کیا جس کی بجے رائے کو توقع نہ تھی کہ کا کا اس کی اس قدر عزت کرے گا جس قدر کا کا نے کی تھی اس پر وہ کا کا بے حد مشکور ہوا اور اس کا شکریہ ادا کیا جس پر کا کا نے کہا۔

" جب آپ پر مصیبت آن پڑی تو میرا فرض بنتا ہے کہ میں آپ کی ہر ممکن مدد کروں۔"

بجے رائے نے کہا۔

" دراصل ہم ہندوؤں میں یہی بات تو موجود نہیں ہے کہ بوقت ضرورت ایک دوسرے کی مدد کریں۔"

کا کا نے کہا۔

" یہی ہماری خود غرضی ہے جو ہمیں نقصان پہنچاتی ہے۔"

اس کے بعد بجے رائے کی شکست پر اس نے اس سے اظہار افسوس کیا۔

بجے رائے نے شیخی بگھارتے ہوئے کہا کہ۔

" آپ جانتے ہیں کہ میں میدان جنگ سے ہٹنا نہ چاہتا تھا یا کسی وجہ سے ڈرنا نہ چاہتا تھا اس لئے مسلمانوں سے بھی نہ ڈرا اور ان سے لڑا۔ جب تک کہ ایک سپاہی بھی زندہ رہا ۔(حالانکہ بات اس کے بالکل برعکس تھی)۔"

کا کا نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کا سارا لشکر کام آ گیا۔

بجے رائے نے کہا کہ تقریباً سارا ہی کیونکہ یہی لشکر باقی بچا ہے جو میرے ساتھ آیا ہے۔

کاکا نے کہا کہ آپ کے پاس کس قدر لشکر موجود تھا۔

بجے رائے نے کہا کہ بیس ہزار کے قریب۔

کاکا نے کہا کہ مسلمان آپ کے اندازے سے کتنے تھے۔

بجے رائے نے کہا کہ سنا تو یہی ہے کہ چھ ہزار کے قریب۔

کاکا اور بجے رائے دربار میں بیٹھے ہوئے ابھی باتیں کرنے میں مصروف تھے کہ چند جاٹ بری حالت میں دربار میں ان کے پاس پہنچے۔

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ محمد بن قاسم نے نیلیاں کو فتح کر لیا ہے جو کہ سیسم سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔کاکا اس خبر کو سن کر بڑا پریشان ہوا اور ان سے تفصیلات پوچھنے لگا اور پھر ان سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ وہ کس لئے آئے ہیں۔

جاٹ کہنے لگے کہ آپ سے مدد مانگنے آئے ہیں۔

کاکا نے پوچھا کہ کس قسم کی مدد۔

جاٹ بولے کہ ہمیں ڈر ہے کہ مسلمان کہیں کسی بات سے ناراض ہو کر شہر کو لوٹ نہ لیں۔

کاکا نے کہا کہ تم ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو وہ تمہیں کبھی بھی نہیں لوٹیں گے۔

اس کے بعد کاکا نے اپنے وزراء اور بجے رائے کے ساتھ صلح و مشورہ کیا کہ سیسم پر حملہ کی صورت میں اسے کیا کرنا چاہئے۔کیا جنگ کرنی چاہئے کہ صلح کر لینی چاہئے۔

اس کے وزراء نے مشورہ دیا کہ مسلمانوں سے ان حالات میں لڑنا اچھا نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ صلح کر لینی چاہیے تاکہ ہمارا شہر تباہ و برباد ہونے سے بچ جائے۔

عجب واقعہ

بجے رائے اور اس کے ساتھیوں اور مضافات سے آنے والے بعض لوگوں کے پرزور اصرار پر یہ بات طے پائی کہ کاکا کا وزیر بھن ایک ہزار سپاہ کا لشکر لے کر آدھی رات کو مسلمانوں پر شب خون مارے گا اور اس کیلئے اس نے اپنی فوج کے بہترین جنگجوؤں کا انتخاب کیا اور ایک سالار لکھیہ کی نگرانی میں یہ جوان آدھی رات کو قلعہ سے نکلے۔چونکہ رات اندھیری تھی اور اوپر سے آندھی کا طوفان اٹھا جس سے یہ لشکر اپنی راہ بھول گیا اور ساری رات قلعہ کے گرد و نواح میں چکر لگاتا رہا اور مسلمانوں تک نہ پہنچ سکا۔

جب صبح ہوئی تو انہوں نے اپنے آپ کو سیسم کے قلعہ کے سامنے پایا اور اس طرح ان کی شب خون مارنے کی تدبیر ناکام ہو گئی۔ کاکا کو اس بات سے اندازہ ہو گیا کہ تقدیر ان کی مخالف ہے اور ایسے میں مسلمانوں سے لڑنا اپنی جان کو گنوانا ہے۔ اس لئے اس نے مزید شب خون مارنے کا ارادہ ترک کیا اور یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنے عمائدین کے ساتھ محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوگا اور اپنی فرمانبرداری اور تابعداری کا اظہار کرے گا۔

جب محمد بن قاسم کو یہ حالات معلوم ہوئے کہ کاکا نے مسلمانوں پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا تھا جو کہ تقدیر الٰہی کی وجہ سے ناکام ہو گیا تو اس نے صبح کو بنانہ بن حنظلہ کی سرکردگی میں لشکر کا ایک حصہ دے کر حالات معلوم کرنے کیلئے بھیجا۔

دوسری طرف کاکا اپنے وزیر بعض عمائدین شہر کے ساتھ جن کی تعداد لگ بھگ تین سو کے قریب تھی لے کر محمد بن قاسم کی جانب روانہ ہوا اور سیسم سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر ان دونوں کا آمنا سامنا ہوا اور کاکا نے خود آگے بڑھ کر بنانہ بن حنظلہ کو تمام واقعات سنائے اور کہا کہ چونکہ تقدیر الٰہی سے یہی ہے کہ مسلمان اس ملک پر قابض ہو جائیں اس لئے وہ اطاعت قبول کرنے کو تیار ہے اس لئے خود محمد بن قاسم کی جانب جا رہا ہے۔

اس پر بنانہ بن حنظلہ اسے لے کر خود محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ان کے درمیان ذیل کی گفتگو ہوئی۔

محمد بن قاسم نے کہا کہ۔

"آپ نے بجے رائے کو پناہ دی ہے لیکن وہ میرا مجرم ہے اور اسی کی خاطر میں سیسم پر حملہ کرنے کیلئے آیا ہوں۔"

کاکا نے کہا کہ۔

"میں مجبور ہوں کہ میں نے ایک دشمن کو پناہ دی ہے لیکن جب کوئی شخص میرے پاس آئے اور پناہ مانگے تو آپ بتائیے کہ میرا کیا فرض بنتا ہے۔"

محمد بن قاسم نے کہا کہ یہی کہ آپ اسے پناہ دے دیں۔

بجے رائے نے کہا اسی لئے مجھے پناہ دینی پڑی۔

محمد بن قاسم نے کہا کہ آپ اب کس نیت سے آئے ہیں۔

کاکا نے کہا کہ صلح کرنے کیلئے۔

محمد بن قاسم نے اس کا جواب سن کر کہا کہ۔

"آپ بہت ہی نیک ارادے سے آئے ہیں اور میں خود بھی خون ریزی کو پسند نہیں کرتا اور اس لئے میں نے راجہ داہر کو سمجھانے کیلئے سفیر بھیجے مگر وہ صلح پر آمادہ نہ ہوا اور نہ ہی اس نے تمام مسلمانوں کو رہا کیا جو کہ اس نے قیدی بنا رکھے ہیں۔"

کاکا نے یہ سن کر کہا۔

"میرے نزدیک یہ اس کی سنگین غلطی ہے جب کسی قوم یا ملک کے برے دن قریب آتے ہیں تو ان کی عقل ماری جاتی ہے اور اب اس بارے میں آپ کو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

پھر دونوں کے درمیان صلح کی بات چیت ہوئی اور بلا کسی شرط کے محمد بن قاسم کی جانب سے ان کی اطاعت قبول کر لی گئی اور ان کے رسم و رواج کے مطابق کاکا کو امتیازی نشان کرسی اور ریشمی کپڑا سر پر باندھنے کیلئے دیا گیا۔

روانگی بجانب قلعہ سیسم

عین دوپہر کو محمد بن قاسم اور اس کی افواج کاکا کی ہمراہی میں قلعہ سیسم کے سامنے پہنچے لیکن وہاں جا کر معلوم ہوا کہ قلعہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور سپاہی فصیل پر تیر کمان لئے تیروں کی بارش کرنے پر آمادہ ہیں۔

کاکا یہ کیفیت دیکھ کر سخت بدحواس ہوا اور خیال کیا کہ لوگوں نے سوچا ہے کہ شاید مسلمانوں نے صلح کرنے سے انکار کر دیا ہے اس لئے ایسی کاروائی کی ہے۔

اس پر اس نے اپنے وزیر بھن کو قلعہ والوں کو با آواز بلند حکم دینے کو کہا کہ مسلمانوں سے ہماری صلح ہو گئی ہے اور اس لئے وہ قلعہ کا دروازہ کھول دیں جس پر بھن نے اونچی آواز میں اس کا اعلان کرنا شروع کر دیا۔

اس کی آواز کے جواب میں قلعہ کی فصیل سے ایک سپاہی نے بھی بلند آواز میں جواب دیا کہ۔

"اگر کاکا نے مسلمانوں سے صلح کی ہے تو اس نے اپنے واسطے کی ہوگی اب ہمارا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ہم قلعہ کا دروازہ نہیں کھولیں گے اور اس وقت تک ان سے لڑیں گے جب تک کہ ان کو یہاں سے شکست دے کر بھگا نہ دیں۔"

کاکا یہ سن کر بے حد حیران و پریشان ہوا۔ قلعہ والوں سے اس کی وجہ دریافت کی تو

انہوں نے جواب میں کہا کہ اب تو ہمارا راجہ بجے رائے ہے اور اس کے زیر کمان ہم لڑنے مرنے کو تیار ہیں۔

اس خبر نے کاکا پر بہت برا اثر کیا اور اس نے محمد بن قاسم کے سامنے جا کر اپنے سر سے پگڑی اتاری اور گلے میں ڈالتے ہوئے اپنی ناکامی کا اعلان کیا اور شرمندگی کے ساتھ معافی چاہی۔

محمد بن قاسم نے کہا کہ کاکا کوئی بات نہیں تم بدستور ہمارے لئے معزز راجہ ہو اس لئے اس بات سے مت گھبراؤ۔ مجھے پہلے سے ہی علم تھا کہ بجے رائے بہت ہی زیادہ بدنیت انسان ہے اور اس نے تمہاری غیر موجودگی میں اپنا رنگ دکھا دیا ہے اور دھوکہ سے تمہارے تخت پر قبضہ کر لیا ہے۔ بہر حال میں اب اس سے ایسا انتقام لوں گا کہ اس کی سات نسلیں بھی اس بات کو یاد رکھیں گی اور آئندہ کسی کے ساتھ احسان فراموشی نہیں کریں گی اور نہ ہی اپنے محسنوں کو دھوکہ دیں گی۔

بجے رائے کی چالاکی اور ناکامی

اس دن محمد بن قاسم نے آرام کیا اور فیصلہ کیا کہ اگلی صبح قلعہ پر حملہ کیا جائے گا۔ ابھی نصف رات بھی نہ گزری تھی کہ اسلم نے اسے آن کر جگایا اور بتلایا کہ بجے رائے اپنی تمام سپاہ کو لے کر شب خون مارنے آرہا ہے۔ اس وقت بجے رائے کے پاس کل ساڑھے تیرہ ہزار فوج ہے جس میں بارہ ہزار کاکا کے سپاہی ہیں اور باقی ڈیڑھ ہزار سپاہی اس کے بھگوڑے ہیں۔

محمد بن قاسم نے فوری طور پر اپنی ساری فوج کو ہوشیار کیا اور جوابی حملے کیلئے تیار ہو گیا۔

دوسری طرف بجے رائے اپنی نگرانی میں اپنے سپاہیوں کو دبے قدموں لئے چلا آرہا تھا اور جب وہ مسلمانوں کے حفاظتی دستے کے پاس سے گزرا تو اچانک دونوں اطراف سے اور پشت کی جانب سے مسلمانوں نے نعرہ تکبیر لگایا جس سے ساری فضا گونج اٹھی اور زمین لرزنے لگی۔ اپنی طرف سے بجے رائے مسلمانوں کو خواب غفلت میں سمجھ کر شب خون مارنے آیا تھا لیکن یہاں تو صورتحال مختلف تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے دونوں فوجوں میں گھمسان کا رن پڑ گیا۔

بجے رائے اور اس کے ساتھیوں نے واپس بھاگ کر قلعہ میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن اس خوفناک رن میں کوئی میں بھی موقع نہ مل سکا اور وہ اپنے بڑے بڑے سرداروں کے ساتھ قتل ہو گیا اور صبح ہوتے ہی میدان محمد بن قاسم کے ہاتھ رہا اور مسلمان افواج قلعہ میں داخل ہو گئیں۔

سیسم کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے یہاں اپنا ایک والی مقرر کیا اور کاکا سے خراج طے کیا اور وہاں کے سب لوگوں کو امن وحفاظت میں لینے کا حکم دیا۔ چند روز تک وہ اس شہر میں مقیم رہا اور پھر اس نے بہ ہدایت حجاج بن یوسف یہاں سے نیرون واپس جانے کا قصد کیا اور نیرون میں جا کر کچھ عرصہ قیام کیا اور اپنی فوجوں کو بھی درست کیا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے خریم بن عمر کی طرف بھی پیغام بھیجا کہ وہ موبل سے نبٹنے کے بعد نیرون پہنچ جائے۔

خریم بن عمر سردار وانگہ کے پاس

ایک رات پچھلے پہر خریم بن عمر اپنے لشکر کے ساتھ سفر کرتا ہوا وانگہ قبیلے کی بستی میں پہنچ گیا اور باہر صحرا میں اپنی فوج کو ذکوان بن حلوان کی سرکردگی میں ہدایات کے ساتھ چھوڑ کر علی الصبح وانگہ سردار کی حویلی میں جا پہنچا اور اس وقت اس کے ساتھ راجہ سندرداس بھی تھا۔

وانگہ نے ان کا پرجوش استقبال کیا اور پھر ان کے درمیان ذیل کی گفتگو ہوئی۔

وانگہ نے کہا کہ۔

"مجھے موبل کی جانب سے بار بار دھمکیاں مل رہی ہیں اور وہ میری طرف سے مکمل طور پر مشکوک ہو چکا ہے اور اسے یقین ہو گیا ہے کہ میرے مسلمانوں کے ساتھ مراسم ہیں اور میں اندر ہی اندر ان کے ساتھ خفیہ معاملات طے کر رہا ہوں اب جبکہ آپ لوگ آ گئے ہیں تو میرے نزدیک موبل کا خطرہ زیادہ سنگین نہیں رہا۔ اب اگر وہ حملہ کرتے ہیں تو اس سے نپٹا جا سکتا ہے۔ اب اگر آپ کے پاس اس بارے میں کوئی لائحہ عمل ہو تو مجھے بتا دیں۔"

خریم بن عمر نے کہا کہ۔

"وانگہ! قبل ازیں حملہ میں موبل اس لئے بچ گیا تھا کہ وہ اور اس کے قبیلے کے کچھ لوگ بھاگ کر کشتیوں میں سوار ہو گئے تھے اور ساحل سمندر سے دور چلے گئے تھے اور میرے پاس چونکہ کشتیاں نہ تھیں اس لئے میں کھلے سمندر میں ان کا تعاقب نہ کر سکا تھا اور وہ اس طرح محفوظ ہو گیا تھا۔ لیکن اس دفعہ میں ایسا نہیں چاہتا کہ پہلے والے واقعات دوبارہ دہرائے

جائیں اوراب اس پر حملہ سے پہلے میں تمہیں اپنے ساتھ ملانا چاہتا ہوں۔

میں اپنے لشکر کی تھکاوٹ دور کرنے کیلئے دو دن انہیں آرام دوں گا اور اس کے بعد میں موہل کے خلاف حرکت میں آجاؤں گا اور میرا منصوبہ یہ ہے کہ جس قدر تمہارے پاس مسلح جوان ہیں ان کے ساتھ تم کشتیوں میں سوار ہو کر کھلے سمندر کی جانب جانا اور موہل کی بستیوں کے عین سامنے رات کی تاریکی میں اپنی کشتیاں کھڑی کر دینا۔ میں سورج طلوع ہوتے ہی ان کی بستیوں پر حملہ کر دوں گا اور اس دفعہ شب خون نہیں مارا جائے گا تا کہ وہ رات کی تاریکی میں کشتی میں سوار ہو کر بھاگ نہ سکیں اور اس دفعہ حملہ کرنے کا طریقہ کار پہلے سے مختلف رہے گا اور ایک حصہ میرے پاس ہوگا اور دوسرا حصہ ذکوان بن حلوان کے پاس۔

میں موہل پر حملہ کروں گا اور اس کے بعد جو جوان بھاگ کر ساحل کی جانب بڑھیں گے وہاں ذکوان بن حلوان ان کا سواگت کرے گا اور انہیں کشتیوں پر سوار نہیں ہونے دے گا۔ اگر کوئی کشتیوں پر سوار ہو بھی جائیں گے تو تم اپنی تیر اندازی سے ان کو ہلاک کر دو گے۔

تمہیں ہر حال میں یہ کوشش کرنا ہوگی کہ موہل کشتی میں سوار نہ ہونے پائے تا کہ اس کا مکمل طور پر خاتمہ کیا جا سکے۔ جب موہل بری طرح ہمارے شکنجے میں پھنس جائے تو تم موہل کے خلاف جنگ میں شریک ہو جانا تا کہ اس کے مسلح جوانوں کا خاتمہ کیا جا سکے۔"

وانگہ سردار نے خریم بن عمر کی بات سن کر کہا کہ۔

" میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں اور اس کا خیر مقدم کرتا ہوں تم ایک لاجواب سپہ سالار ہو اور موہل سے نپٹنے کا جو طریقہ تم نے بتایا ہے وہ لاجواب ہے۔"

اس کے بعد یہ مجلس برخاست ہوئی اور خریم بن عمر اپنی جانب اور سردار وانگہ دوسری جانب زور وشور سے حملہ کی تیاریاں کرنے لگا۔

موہل پر حملہ

طے شدہ منصوبے کے مطابق خریم بن عمر اپنی فوج کو لے کر رات کے پچھلے پہر موہل کی بستیوں کی جانب پہنچ گیا اور منصوبہ کے مطابق ذکوان بن حلوان کو ساحل کی جانب بھجوا دیا اور خود ان بستیوں کے سامنے مورچہ بندی کر لی اور صبح نمودار ہوتے ہی ان بستیوں پر اچانک طوفانی انداز میں حملہ کر دیا۔ اس حملہ سے موہل کی بستیوں میں افراتفری پڑ گئی اور وہ اس اچانک حملہ سے بوکھلا گئے اور جب صورتحال کو مکمل طور پر انہوں نے اپنے مخالف پایا تو وہ اپنی جانیں

بچانے کیلئے ساحل سمندر کی جانب بھاگے۔

موہل بلند آواز میں ان کی راہنمائی کر رہا تھا۔ جب اس کے مسلح جوان کشتیوں میں سوار ہونے کیلئے ساحل سمندر پر پہنچے تو اس طرف سے ذکوان بن حلوان نے ان پر حملہ کر دیا اور اب موہل اور اس کا لشکر مسلمانوں کے گھیرے میں پھنس چکا تھا۔ موہل کے جوان گاجر مولیوں کی طرح ڈھیر ہوتے چلے گئے اور انہیں اپنی تباہی و بربادی واضح انداز میں نظر آنے لگی۔

دوسری طرف وانگہ بھی اپنے مسلح لشکریوں کو کشتیوں سمیت لے کر ساحل پر آ گیا لیکن اسے جنگ میں حصہ لینے کا موقع نہ مل سکا اور موہل کو زندہ گرفتار کر لیا گیا اور اس طرح اس جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ وانگہ بھی اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ ساحل پر آن اترا اور خریم بن عمر کے پاس چلا آیا۔

موہل نے جب سردار وانگہ کو دیکھا تو زمین پر تھوک نگلتے ہوئے بولا

''اگر مجھے پیشگی خبر ہو جاتی کہ تم میرے ساتھ غداری کرو گے تو میں سب سے پہلی تمہاری گردن کاٹتا اور پھر کوئی دوسرا کام کرتا۔''

سردار وانگہ نے کہا۔

''موہل! قدرت کا فیصلہ یہی تھا جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا اور تم میری گردن کیسے کاٹ سکتے تھے تم نے مسلمانوں کے ساتھ جو بدتمیزیاں کی ہیں ان کی سزا تو تجھے بھگتنا ہوگی۔ میں نے تجھے بہت سمجھایا لیکن تو نے شاید اپنی سماعت کو اور ذہن کو قفل لگا رکھا تھا جس کا نتیجہ اب تمہارے سامنے ہے اور جہاں تک راجہ داہر تمہارے سرپرست کا تعلق ہے اس کا انجام تم سے بھی بہت برا ہوگا۔''

اس کے بعد خریم بن عمر نے موہل سے مخاطب ہو کر کہا۔

''موہل! تم مجھے جانتے ہو لیکن تمہارا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ تم نے راجہ داہر کے اکسانے پر سراندیپ سے آنے والے جہازوں کو لوٹا ہے اور مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر راجہ داہر کے حوالے کیا ہے۔ اس کے علاوہ تم نے مسلمانوں کے خلاف ان گنت سازشیں کی ہیں اور تمہارا جرم ناقابل معافی ہے اس لئے میں تمہارے قتل کا حکم صادر کرتا ہوں۔''

پھر ذکوان بن حلوان نے خریم بن عمر کا اشارہ پاتے ہی موہل کی گردن اڑا دی۔ دو دن آرام کرنے کے بعد خریم بن عمر اپنے لشکریوں کے ساتھ نیرون اور وانگہ سردار اپنی کشتیوں

میں سوار ہو کر اپنے قبیلے کی جانب روانہ ہو گیا۔

حجاج کے نام خط

نیرون سے محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف کو ذیل کا خط بھیجا۔

''اے امیر! میں آپ کے حکم پر نیرون آ گیا ہوں اور ایک قلعہ کے قریب ڈیرے ڈال لئے ہیں۔ یہ قلعہ بہت ہی بلند ہے اور نیرون کا قلعہ اروڑھ کے بالکل قریب ہے اور ہمارے قبضے میں ہے۔ سیسم اور سیہون کے قلعے بھی فتح ہو چکے ہیں اور یہاں پر راجہ داہر کے چچا زاد بجے رائے کا خاتمہ بھی کر دیا گیا ہے اور فتح شدہ علاقوں میں مسجدیں بھی تعمیر کروا دی گئی ہیں تا کہ وہاں اسلام کے دستور کے مطابق اللہ عزوجل کی عبادت ہوتی رہے۔

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ مہران (سندھ) کے مشرق کی جانب کچھ کے سمندر کا جزیرہ ہے جو کہ قلعہ بیٹ کہلاتا ہے اور اس کا والی بہتامی بن راسل عرف دسایو بن سربند ہے جبکہ اس کا بیٹا راجہ داہر کا مقرب خاص ہے۔

دیبل کے لوگ مکمل طور پر ہمارے مطیع ہو چکے ہیں اور ہمارے ساتھ ہیں اور وہ ہمارے ساتھ اپنے عہد کو مزید مستحکم کرنے کے خواہاں ہیں اور اس طرح دریا پار کرنے میں بہت آسانی ہو جائے گی۔ مزید میں آپ کے فرمان کا انتظار ہے کہ آگے کیا کیا جائے۔''

حجاج بن یوسف کا جواب

حجاج بن یوسف نے اس کے جواب میں لکھا۔

''اے فرزند! مجھے معلوم ہے کہ دشمن ہر جانب سے جنگ لڑنا چاہتا ہے۔ بہرحال تم دشمنوں پر اپنے انعامات اور بخششوں کی بوچھاڑ کر دو اور ان کی التجاؤں کو مناسب پذیرائی بخشو اور یاد رکھو کہ سلطنت حاصل کرنے کے چار اصول ہیں۔

۱۔ صلح و ہمدردی، چشم پوشی اور رشتہ داری

۲۔ مال خرچ کرنا اور انعامات و عطیات دینا

۳۔ دشمنوں کی مخالفتوں کے طوفان میں صحیح رائے قائم کرنا اور ان کا خراج معلوم کرنا

۴۔ رعب و دلیری اور قوت و دبدبہ۔

اب ہر قسم کے شر کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرو اور عہد ناموں والوں کو تسلی دو۔ خیر

مقررہ کے علاوہ جو بھی نقد یا سامان خزانے میں پہنچائیں اسے قبول کرو اور ہر ایک کو تسلی دو۔
قاصد جب بھی بھجواسے بھیجو جو کہ عقل مند، دوراندیش، ذہانت اور امانت دار ہو اور اس پر تمہیں بھرپور اعتماد ہو یاد رکھو کہ کسی غلط آدمی کا انتخاب ہمیشہ نقصان پہنچاتا ہے کیونکہ ذرا سی بے احتیاطی اور غلطی انتہائی نقصان پہنچاتی ہے اور متوقع فوائد سے محروم کر دیتی ہے۔

اپنے قاصدوں کی ہمت دل کش وعدوں سے بڑھاؤ اور انہیں سمجھاؤ کہ تم سارے اسلامی لشکر کے پیشوا اور امام ہو اور سب کی آنکھیں تم پر لگی ہوئی ہیں اور اس طرح تمہیں چاہئے کہ پیغام کو پوری طرح پہنچاؤ اور بات کو پرشکوہ اور بغیر کسی کمی وبیشی کے ادا کرو۔

دشمن کو اول دعوت توحید دو اور جو اس دعوت کو قبول کرلے اس کو مال، شہر، زمین اور کھیت عطا کرو اور جو سرکشی کرے اس کی سرکوبی کرو اور داہر اور اسے کے لشکر کو دریائے مہران (سندھ) عبور نہ کرنے دینا بلکہ خود مہران کو پار کرو اور ان پر حملہ کر دو۔

دشمن سے مقابلہ ہمیشہ کھلے میدان میں کرنا تاکہ پیدل سوار اور سوار باآسانی اپنے مدمقابل کو پہچان سکیں۔

جنگ شروع کرنے سے پہلے اللہ عزوجل پر توکل کرو اور اس کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور اس سارا معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو پھر دیکھو کہ وہ پردہ غیب سے کیا ظہور فرماتا ہے۔ دیکھو ایسی جگہ سے دریا پار کرنا جہاں تم مضبوطی سے قدم جما سکو اور سیدھے سادے راستوں سے سمجھ بوجھ کے ساتھ گزرنا اور طریقہ عزم واحتیاط کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور گزرتے وقت کے ساتھ لشکر کو محتاط رکھنا۔ لشکر کا میمنہ، میسرہ، قلب اور ساقہ یکساں اور سیدھا رکھنا اور کسی بھی لشکر کو اکیلا مت چھوڑنا اور جس طرح کہ میں نے کہا ہے کہ اسی طرح دریا کو عبور کرنا اور اس سے دشمن پر تمہارا رعب پڑے گا اور وہ تمہارا آمنا سامنا کرتے ہوئے گھبرائے گا۔"

عزمِ نو

حجاج بن یوسف کا خط ملتے ہی محمد بن قاسم نے عزم نو کیا کہ وہ راجہ داہر سے ہر صورت میں ٹکرائے گا۔

راجہ داہر سے مقابلے کیلئے تین بڑی رکاوٹیں تھیں۔

۱۔ قلعہ اشبہا جہاں داہر کی بہت بڑی لڑاکا فوج تھی اور جولڑنے کیلئے تیار کھڑی تھی۔

۲۔ قلعہ بیٹ کا حاکم جس نے دیبل کے شکست خوردہ حاکم جابین کو اپنے ہاں پناہ دی تھی اور اس حاکم نے جابین کی ہدایت پر یہاں بہت بڑی فوجی قوت جمع کی تھی اور پھر راجہ داہر کی طرف سے بھی اس کے پاس ایک بہت بڑا لشکر بھیجا گیا تھا۔

۳۔ سورتھ کا حاکم موتو جس نے راجہ داہر کی ایماء پر بہت بڑی قوت اکٹھی کر رکھی تھی۔

اب جب تک کہ محمد بن قاسم راہ کی ان رکاوٹوں کو نہ ہٹا پاتا اس وقت تک وہ اروڑھ کی طرف نہ بڑھ سکتا تھا۔

قلعہ اشبہا پر حملہ

قلعہ اشبہا بہت بڑا قلعہ تھا اور اس کے چاروں طرف وہاں کے لوگوں نے خندقیں کھود کر اس پر حملے کے امکانات کو بے حد کم کر دیا تھا۔ قلعے کے گردونواح کو مکینوں سے خالی کروا دیا گیا تھا تا کہ وہاں کا کوئی بھی فرد قلعہ کے بارے میں کوئی بات نہ بتا سکے اور ایسے حالات میں قلعہ کے اندر موجود عسکری قوت کا پتا چلانا محمد بن قاسم کیلئے بے حد دشوار تھا۔

محمد بن قاسم حجاج بن یوسف کے فرمان کے مطابق نیرون سے نکلا اور قلعہ اشبہار کے باہر اپنی فوج کے ساتھ پڑاؤ ڈالا اور پھر وہاں کی صورتحال کے مطابق اپنا جنگی منصوبہ تیار کیا۔

محمد بن قاسم نے اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ

''اس قلعہ کا محاصرہ انتہائی سختی سے کیا جائے اور اس میں اس قدر سختی کی جائے کہ باہر سے کوئی شے بھی قلعہ کے اندر نہ جانے پائے اور اس طرح شہر سے کوئی فرد بھی باہر نہ آ سکے۔ ابھی قلعہ پر منجنیقوں سے سنگ باری بھی نہ کی جائے کیونکہ مجھے امید ہے کہ اس سخت ترین محاصرہ سے تنگ آ کر یہ لوگ اطاعت اور فرمانبرداری قبول کر لیں گے۔

اس بات کا سختی سے خیال رکھا جائے کہ کہیں رات کے وقت قلعہ سے فوج باہر آئے اور ہمارے اوپر شب خون مارے۔ لشکر کے جس حصے پر شبخون مارا جائے دوسری طرف کے لشکر فوراً اس جانب لپکیں اور دشمن کے شب خون کو ناکام بنا دیں۔ تا کہ دشمن ہر طرف سے مایوس ہو کر صلح وفرمانبرداری پر مجبور ہو جائے۔

کچھ دنوں کے محاصرے کے بعد ہندوؤں کا لشکر ایک طوفانی بگولے کی مانند نکلا اور اس نے مسلمانوں کے ایک حصہ پر دھاوا بول دیا اور اس حصے کی سالاری خریم بن عمر کے پاس تھی۔ انہوں نے فوری طور پر اپنے لشکر کو پیچھے ہٹا لیا تا کہ دشمن کی ساری نفری قلعہ سے باہر آ جائے۔ جب قلعہ لشکریوں سے خالی ہو گیا تو انہوں نے پلٹ کر دشمن پر حملہ کر دیا اور دوسری طرف دائیں اور بائیں طرف موجود لشکر بھی خبر ملتے ہی دشمن پر قہر کی بجلی کی مانند کڑکے اور آن دھمکے۔

اس سہ طرفہ حملے نے دشمن کے لشکر کو بوکھلا دیا اور اور وہ دلجمعی کے ساتھ لڑنے کی بجائے اپنی قوت ارادی کھو بیٹھے اور قدرے جنگ کے بعد انہوں نے وہاں سے بھاگ کر واپس قلعہ کی جانب بڑھنا چاہا لیکن محمد بن قاسم نے کچھ اس طرح ان کے گرد حصار باندھا کہ وہ اپنی راہ فرار کو بند پاتے ہی اس طرح بدحواس ہوئے کہ خود بخود ہی قتل ہونا شروع ہو گئے اور ان کا ایک بھی لشکری زندہ نہ بچا اور اس طرح محمد بن قاسم نے قلعہ اشہا بغیر کسی نقصان کے با آسانی فتح کر لیا۔

قلعہ میں داخل ہو کر محمد بن قاسم نے وہاں کے لوگوں کو امان دے دی اور ان سے طے شدہ شرائط پر ان کی اطاعت وفرمانبرداری کو قبول کر لیا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے اپنا ایک شخص وہاں والی مقرر کیا۔

قلعہ بیٹ پر حملہ

کچھ دن وہاں لشکر کو آرام کا موقع دیا گیا اور پھر فوج کیلئے رسد کا انتظام کیا گیا اور پھر اپنے منصوبے کو آگے بڑھانے کیلئے اور فرمان حجاج بن یوسف پر عمل پیرا ہونے کیلئے محمد بن

قاسم نے اروڑھ کی جانب پیش قدمی شروع کی اور کئی روز کی مسافت کے بعد وہ راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ قلعہ بیٹ پہنچ گیا۔ قلعہ بیٹ پہنچ کر اس نے دیکھا کہ راجہ موکہ اور اس کا مشیر سابقہ راجہ دیبل جابین دونوں ہی دریائے سندھ کے کنارے اپنی فوجیں لئے کھڑے ہیں اور ان کا استقبال کرنے کو تیار ہیں۔

راجہ موکہ جو کہ راجہ داہر کا عزیز اور وفادار تھا بے حد دانش مند شخص تھا۔ اس نے جابین سے مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ مسلمانوں کا مقابلہ قلعہ میں بند ہو کر نہیں بلکہ دشمن کی جانب خود پیش قدمی کر کے کیا جائے اس سے فوج میں بددلی کے آثار پیدا نہیں ہوتے بلکہ لڑائی کا جوش و خروش پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی فوجوں کو لئے دریائے سندھ کے اس پار مقابلہ کرنے کیلئے تیار بیٹھا ہوا تھا۔

اس کے پاس بارہ ہزار کے قریب لشکر تھا جبکہ محمد بن قاسم کے لشکر کی تعداد تقریباً چھ ہزار کے قریب تھی اور اس طرح دو ایک کا مقابلہ تھا۔

پہلے روز دونوں لشکر ایک دوسرے کا جائزہ لیتے رہے اور دوسرے دن صبح کو بعد از نماز فجر ابھی محمد بن قاسم حملہ کیلئے تیاریاں کرنے کے بارے میں منصوبہ سوچ رہا تھا کہ ہندوؤں کی جانب سے چند سوار سفید پرچم لہراتے ہوئے آئے اور محمد بن قاسم کے لشکر کے سامنے آ کر ان کے سردار نے اپنا تعارف بطور سفیر کے کروایا اور سفارت کاری کی اجازت طلب کی جس پر انہیں محمد بن قاسم کے سامنے پیش کر دیا گیا۔

محمد بن قاسم نے ان سے آنے کا مقصد دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ راجہ موکہ محمد بن قاسم سے بذات خود ملاقات کرنا چاہتا ہے اور اس کے ادھر آنے کی صورت میں محمد بن قاسم اس کو امان دینے کو تیار ہے۔ تھوڑی سے گفتگو کے بعد محمد بن قاسم نے اسے امان کا وعدہ دے کر آنے اور گفتگو کرنے کی اجازت دے دی اور لڑائی کو گفتگو کے نتیجے پر ملتوی کر دیا۔

سفیر نے واپس آ کر راجہ موکہ کو تمام گفتگو سے آگاہ کیا اور امان کی خوشخبری سنائی جس پر راجہ موکہ سو سواروں کی معیت میں محمد بن قاسم کے پاس پہنچا اور محمد بن قاسم نے اس کا پرتپاک استقبال کیا۔ اسے اپنے برابر میں بٹھایا اور گفتگو شروع ہوئی۔ کچھ دیر بعد ذیل کی شرائط پر صلح نامے پر دستخط ہوئے۔

موکہ اور اس کی نسل ہی قلعہ بیٹ کے حاکم رہیں گے اور خلیفہ کو باقاعدگی سے خراج ادا کرتے رہیں گے اور محمد بن قاسم کو دریائے سندھ عبور کرنے کیلئے کشتیاں مہیا کریں گے۔''

اس طرح قلعہ بیٹ کے حاکم نے بھی اطاعت وفرمانبرداری قبول کر لی۔اس کے بعد محمد بن قاسم نے سورتھ کے حاکم کو پیغام بھیجا کہ ہمارے خلیفہ کی اطاعت قبول کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہو گا اور اس کی حاکمیت کو برقرار رکھا جائے گا بصورت دیگر اس کا حشر بھی دوسرے راجاؤں کی طرح مقابلہ کر کے شکست دے دی جائے گی۔

سورتھ کے راجا نے بعد از غور وغوص خراج دینے اور اپنی اطاعت کا اعلان کر دیا اور اس طرف سے مطمئن ہو کر محمد بن قاسم نے دریائے سندھ کو پار کرنے کا ارادہ کیا اور راجہ موکہ نے اسے کشتیاں فراہم کیں اس کے علاوہ بہت سے نئی کشتیاں مسلمانوں نے درختوں کے ٹہنے جوڑ کر بنائیں۔

راجہ داہر کا نیا اقدام

راجہ داہر کو جب یہ معلوم ہوا کہ اروڑ کی تمام رکاوٹیں محمد بن قاسم نے عبور کر لی ہیں اور وہاں کے راجاؤں نے اطاعت و فرمانبرداری قبول کرنی شروع کر دی ہے تو اس کو اپنے لئے خطرہ محسوس ہوا اور اس نے فوری فیصلہ یہ کیا کہ مسلمانوں کو اروڑ تک نہ پہنچنے دیا جائے اور وہ دریائے سندھ کسی بھی صورت میں بھی عبور نہ کر سکیں اور ان کا راستہ وہیں روک کر ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔

انوکھا پل

راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ ایک لشکر جرار کے ساتھ تیزی سے سفر طے کرتا ہوا دنوں میں دریائے سندھ کے کنارے آ کر خیمہ زن ہوا اور ایسی تدبیر سوچنے لگا جس سے مسلمانوں سے نپٹا جا سکے اور اس مقصد کیلئے اس نے دریائے سندھ کے کنارے پانچ ہزار سپاہیوں کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ جیسے ہی کسی کو دریا پار سے آتے دیکھیں تو فوراً تیروں سے حملہ کر کے اس کا راہ روک لیں اور اسے کسی بھی صورت دریا پار نہ کرنے دیں۔

محمد بن قاسم نے دوسری طرف دو سو کشتیاں تیار ہونے کے بعد دریا سندھ کو عبور کرنے کا عزم کیا اور اپنے سواروں کو کشتیوں میں بٹھا کر دریا کو عبور کرنے کا حکم دیا لیکن جیسے ہی کشتیاں دریا میں پہنچیں تو دوسری طرف سے تیروں کی بارش شروع ہو گئی اور تیروں کی کثرت دیکھ کر مسلمانوں کو مجبوراً واپس آنا پڑا۔ کئی روز کی کوشش جب ناکام گئی تو انہوں نے دوبارہ کوشش کی اور محمد بن قاسم نے کہا کہ مسلمان بھی تیر اندازی کرتے ہوئے آگے بڑھیں اور اس حکم پر مسلمان بھی تیر اندازی کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے اور دریا کے عین درمیان میں پہنچ کر انہوں نے بھی تیر اندازی کرنی شروع کر دی اور دوسری طرف دریا بپھرا ہوا تھا اور مسلمانوں کو اپنی کشتیاں سنبھالنی مشکل ہو رہی تھیں۔

جے سینہ نے اس دن پوری نفری کے ساتھ تیر اندازی کروائی جس کے نتیجے میں کئی مسلمان زخمی ہو گئے اور بجائے حملہ کرنے کے دفاع کرنے پر مجبور ہو گئے۔ کئی مسلمان سواروں نے جوش میں آکر اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے لیکن دریا کی بپھری ہوئی لہروں کی وجہ سے انہیں واپس کنارے پر آنا پڑا۔ جب محمد بن قاسم کو دریا عبور کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس نے کشتیوں کو واپس لے جانے کا حکم دیا اور اس طرح مسلمان اپنے زخمیوں کے ساتھ واپس کنارے پر آ گئے اور بعد از زخمیوں کی مرہم پٹی کی گئی۔ ادھر دوسری طرف جے سینہ کے لشکریوں نے مسلمانوں کی واپسی پر خوشی کے نعرے لگائے۔

محمد بن قاسم بے انتہا تفکر میں غرق ہو گیا اور اپنے سالاروں سے ان سے نپٹنے کیلئے مسلسل صلاح و مشورہ کرتا رہا اور حتیٰ کہ ساری رات اسی سوچنے میں غرق ہو گئی۔

صبح فجر کی نماز کے وقت اس کے ذہن میں ایک تدبیر آئی جس کو بروئے کار لانے کا فیصلہ کیا گیا اور بعد از فراغت نماز محمد بن قاسم نے اپنے تمام سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے پاس اس وقت ایک سو اسی کشتیاں موجود ہیں اور آپ لوگ ایسا کریں کہ کشتیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مضبوطی سے باندھتے جائیں اور ایک پل اس طرح تیار کر لیں کہ دریا کنارے ان کا رخ شمالی جانب ہو اور جب ساری کشتیوں کو جوڑ کر پل تیار ہو جائے تو پھر مجھے بتائیں۔

جب پل تیار ہو گیا تو محمد بن قاسم نے اس پل کا معائنہ کیا اور اس کی مضبوطی کا اندازہ لگایا اور اس کے بعد تمام کشتیوں پر تختے جڑ دیئے تاکہ وہ کسی بھی وقت جنبش نہ کر سکیں اور مکمل تیاری کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اپنی فوج کو پل کے اوپر اور اس کے آس پاس ہی رات بسر کرنے کا حکم دیا۔

دوسری طرف ہندو مسلمانوں کی اس کاروائی سے خوفزدہ ہو چکے تھے اور ان کا خیال تھا کہ مسلمان رات کے وقت کوئی ایسی کاروائی کریں گے جس سے ہندوؤں پر زبردست زد پڑے گا اور اسی وجہ سے انہوں نے بڑے بڑے آلاؤ روشن کر رکھے تھے اور ساری رات مسلمان اور ہندو اپنی اپنی جگہوں پر جاگ کر پہرے دیتے رہے۔ صبح ہوتے ہی مسلمان جب نماز سے فارغ ہوئے تو محمد بن قاسم نے اللہ تعالیٰ کے حضور کامیابی کی دعا مانگی اور اپنے لشکریوں کو مسلح ہو کر قطاروں میں کھڑا ہونے کا حکم دیا اور ہر ایک اپنی جگہ حیران و پریشان تھا کہ پل تو شمالاً جنوباً بنایا گیا ہے جبکہ دریا کو مغرب سے مشرق کی جانب عبور کرنا ہے اور اس طرح یہ کام کیسے ہوگا۔

اب محمد بن قاسم نے اپنے بہادروں کو حکم دیا کہ وہ دریا کے سب سے آخری بہاؤ کی جانب اس طرح قطاروں میں بیٹھ جائیں جیسے نماز میں قعدہ میں بیٹھتے ہیں اور اپنی ڈھالیں سامنے کھڑی کر لیں اور اپنی حفاظت کیلئے ان کا قلعہ بنالیں اور جب اس کے حکم کی تعمیل ہو گئی تو محمد بن قاسم نے بہت سے موٹے موٹے رسے کشتی کے کنڈوؤں میں باندھ باندھ کر ان کی ڈھالوں کو کشتی میں ڈال دیا اور اس میں میخیں باندھ دیں۔

چند کشتیاں جنوب کی طرف لگا کر پل سے باندھ دیں اور ان میں مجاہدین کو بٹھا دیا اور اس کے علاوہ آگے پیچھے تمام کشتیوں پر مسلمانوں کو کھڑا کر دیا گیا اور ان کو بہت زیادہ تعداد میں تیر دیئے گئے۔

اب محمد بن قاسم نے رسوں کو کھلوایا جو کہ کنارے پر میخوں سے بندھے ہوئے تھے اور جن کے سہارے سے یہ پل ٹھہرا ہوا تھا اور ملاحوں کو حکم دیا کہ وہ شمال سے مشرق کی طرف پل کو چلائیں۔

چنانچہ ملاحوں نے شمالی جانب کی آخری کشتی کو مشرق کی جانب پھیلایا اور جوں جوں وہ بڑھتی جاتی تھی پل مشرق کی جانب پھیلتا جاتا تھا اب ہر ایک کی سمجھ میں آیا کہ محمد بن قاسم کیا چاہتا ہے اس طرح شمال کی طرف کشتیاں دھکیل کر مشرق کی طرف بڑھتے چلے گئے اور پل مغرب کی طرف سے مشرق کی طرف پھیلتا چلا گیا۔

چونکہ کشتیاں ایک دوسرے سے بندھی ہوئی تھیں اس لئے سرے والی کشتی کے ساتھ باقی کشتیاں خود بخود مڑتی جاتی تھیں اور ہندو حیرت سے یہ سب کاروائی دیکھ رہے تھے۔ جب پل اپنی جگہ سے کھسکتا ہوا دوسرے کنارے کے قریب پہنچا تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور ان کی حیرت اس وقت ٹوٹی جب وہ بالکل قریب آن پہنچے اور انہوں نے شور مچاتے ہوئے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ چونکہ محمد بن قاسم نے تیروں کی بارش سے بچنے کیلئے پہلے ہی تدبیر کر رکھی تھی اور ڈھالوں کا قلعہ بنا رکھا تھا اس لئے تیر ان ڈھالوں سے لگ کر نیچے گر رہے تھے۔ پل کے ساتھ جو کشتیاں تھیں ان میں گھوڑ سوار موجود تھے وہ بھی ڈھالوں کی مکمل آڑ میں تھے اس طرح مسلمان ہر لحاظ سے تیروں کی زد سے محفوظ تھے۔ مسلمان سواروں نے جوابی کاروائی کی اور آہستہ آہستہ بالکل مغرب تا مشرق سمت میں ایک سیدھ میں آ گئے تھے اور مسلمانوں کی تیر اندازی سے ہندو بری طرح گھائل ہو رہے تھے جیسے ہی پل دوسرے کنارے سے لگا ہندو افواج میں شور بچ گیا اور ان سب کی تیر اندازی بالکل بیکار ہو گئی اور وہ مسلمانوں کو ذرا برابر بھی

نقصان نہ پہنچا سکے۔

اب ہندوؤں نے تلواریں سونت لیں اور مسلمانوں کی طرف بڑھے تاکہ وہ کنارے پر نہ پہنچ سکیں لیکن مسلمانوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر دریا کے کنارے پر چھلانگیں لگا دیں اور مقابلے پر ڈٹ گئے دوسری طرف گھڑ سواروں نے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے اور کنارے پر آنا شروع کر دیا اور اس طرح دوبدو جنگ شروع ہو گئی۔ جیسے جیسے مسلمان کنارے پر پہنچنے لگے اسی شدت سے ہندوؤں کا حملہ ناکام ہوتا چلا گیا اور اس طرح محمد بن قاسم کی یہ تدبیر کامیاب ہو گئی۔

مورخین آج تک اس نرالی تدبیر کو سراہتے ہیں اور اسے محمد بن قاسم کا سنہری جنگی کارنامہ قرار دیتے ہیں۔

ہندوؤں کو شکست فاش

جنگ دم بدم شدت پکڑتی گئی اور محاذ جنگ تھوڑی سی جگہ سے شروع ہو کر بے حد وسیع ہو گئی اور ایک طرف نعرہ تکبیر کا زور تھا اور دوسری طرف جے بھگوان، جے کرشن کے نعرے گونج رہے تھے۔ حق و باطل کے درمیان جنگ کا فیصلہ کن مرحلہ آ گیا تھا اور آفتاب پوری آب و تاب سے اپنی کرنیں بکھیر رہا تھا اور حیران کن نظروں سے اس نظارے کو دیکھنے میں محو تھا اور ادھر ہوا کے جھونکے جنگ کے شعلوں کو مزید بھڑکا رہے تھے اور جب جنگ کی شدت اپنے عروج کو پہنچ گئی تو ہندوؤں کے حوصلے آہستہ آہستہ کمزور پڑنے لگے تو جے سینہ نے اپنے لشکر کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا اور اس حکم نے مسلمانوں کیلئے سہولت پیدا کر دی اور وہ دریائے سندھ کے کنارے پر قابض ہو گئے۔

اب جے سینہ اپنے ہاتھی پر سوار ہوا اور اس نے اپنے تمام ہاتھیوں کو ادھر ادھر پھیلانا شروع کر دیا اور پھر ایک ترتیب کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔ خوش قسمتی سے ان ہاتھیوں کا رخ مسلمانوں کی پیدل فوج کی طرف تھا۔ مسلمان اپنے تن دمن کی پرواکیے بغیر انتہائی جوش و خروش سے لڑ رہے تھے اور یہی جے سینہ کی وہ غلطی تھی کہ اس نے مسلمان گھڑ سواروں کو نظر انداز کر دیا تھا حالانکہ عربی گھوڑے ہاتھیوں سے خوفزدہ ہو جایا کرتے تھے اور ان کے بھڑکنے سے شاید جنگ کا پانسہ پلٹ جاتا لیکن جے سینہ کی ذرا برابر غفلت نے اس کے نتائج اس کے حق میں برے کر دیئے۔

کو مسلمان سمجھ چکے تھے کہ ہندو ہاتھیوں کی مدد سے انہیں محاصرہ میں لیں گے اور اس طرح ان کو کچل دیں گے لیکن انہوں نے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کی اور انتہائی جوش و خروش سے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے لڑتے رہے اور انتہائی جوش وخروش سے اپنی جگہوں پر ڈٹے رہے۔

اب محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ ان ہاتھیوں کی سونڈوں پر حملہ کیا جائے۔ جنگ اس وقت ایسی خوفناک شدت سے جاری تھی کہ ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی خبر تک نہ تھی اور ہر گروہ اپنی جگہ مسلم ثابت ہو رہا تھا اور ثابت قدموں سے ہندوؤں لڑ رہے تھے اور ابھی یہ کھیل جاری تھا کہ ایک مسلمان نے تاک کر ایک تیر ہاتھی کی آنکھ میں مارا اور وہ تیر ٹھیک نشانے پر لگا جس سے ہاتھی نے ایک خوفناک چیخ ماری جس سے باقی تمام ہاتھی رک گئے اور غصے سے اپنی سونڈیں اٹھا اٹھا کر پٹخنے لگے۔ مجروح ہاتھی بری طرح چنگھاڑ رہا تھا اور اگلے پیروں کو زمین پر زور سے مار رہا تھا اور ابھی تک یہ تماشا جاری ہی تھا کہ ایک اور تیر دوسرے ہاتھی کی آنکھ میں لگا اور اب اس کی زوردار چیخ کی باری تھی۔

اس صورتحال کو دیکھ کر مسلمانوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور انہوں نے پرجوش نعروں کے ساتھ ہاتھیوں کی سونڈوں پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ فیل بانوں نے للکار کر ہاتھیوں کو آگے بڑھانا چاہا لیکن مسلمانوں نے کسی بات کی کوئی پرواہ نہیں کی اور ان کی سونڈوں پر برابر حملہ جاری رکھا۔ اب تو مسلمان گھڑ سواروں کو ایک مشغل ہاتھ میں آ گیا اور انہوں نے تاک تاک کر تیر ہاتھیوں کی آنکھوں میں مارنے شروع کر دیئے جس سے ہاتھی بری طرح گھبرا گئے اور انہوں نے آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا اور دوسری جانب مسلمانوں کی پیدل فوج نے ہاتھیوں کے پیروں پر حملے کرنا شروع کر دیئے جس سے ہاتھی بری طرح بدحواس ہو گئے اور پیچھے کی جانب بھاگنا شروع کر دیا اور اپنی ہی فوج کو کچلنا شروع کر دیا جس سے ہزاروں ہندو بری طرح کچلے گئے اور ان کے سارے لشکر میں افراتفری مچ گئی۔

ہاتھیوں کی اندھا دھند بھاگ دوڑ نے ہندو فوج کا اس قدر ستیاناس کیا کہ جنگ میں مصروف مسلمان فوج کو اتنا نقصان نہ پہنچا سکے تھے۔ ایسی صورتحال میں مسلمانوں نے جب بھرپور نعرہ تکبیر لگایا تو ہندوؤں پر اور بھی خوف طاری ہو گیا اور وہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے لگے اس سے بھی مسلمانوں کو فائدہ پہنچا اور انہوں نے ہزاروں ہندوؤں کو تہ تیغ کر دیا اور دوپہر تک میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا اور مسلمانوں کو ایک شاندار فتح نصیب ہوئی۔

راجہ داہر کو شکست کی خبر ملنا

جب راجہ داہر کو جے سینہ کی شکست فاش اور مسلمانوں کی فتح کی خبر ملی تو اس نے اپنا سر پیٹ لیا لیکن وہ انتہائی ضدی تھا اور اس لئے اس خبر کو اس نے حوصلے سے برداشت کیا اور جب لٹا پٹا بیٹا جے سینہ سر جھکائے اس کے دربار میں داخل ہوا تو راجہ داہر نے اس کا شاندار سواگت کیا اور اس سے جنگ کے سارے حالات پوچھے اور پھر اس کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا کہ میں نے اب ان سے جنگ کیلئے بے شمار فوج اکٹھی کر لی ہے اور اب ان کا انتظام تم سنبھالو گے اور اس طرح جے سینہ ایک نئی فوج کا سالار اعلیٰ بن گیا۔

راجہ داہر کے نام خط

اس فتح کے بعد محمد بن قاسم نے اپنا ایک قاصد خط دے کر راجہ داہر کے دربار میں بھیجا تا کہ وہ لڑائی کی بجائے صلح پر آمادہ ہو جائے اور خلیفۃ المسلمین کی اطاعت و فرمانبرداری کا اعلان کر دے اور خراج دینا منظور کر لے۔

لیکن راجہ داہر نے اس پیغام کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔

حجاج بن یوسف کا خط اور مدد

حجاج بن یوسف نے دو ہزار سپاہ کا لشکر بطور کمک محمد بن قاسم کے پاس بھیجا اور اس طرح مسلمانوں کے لشکر کی تعداد آٹھ ہزار ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی حجاج بن یوسف نے ایک خط محمد بن قاسم کو بھیجا جس میں کچھ نئی ہدایات بھی تھیں اور اس خط کے مندرجات حسب ذیل تھے۔

"تم نے دریا سندھ کو عبور کرنے اور راجہ داہر کے ساتھ لڑائی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے مجھے اللہ کے فضل سے پوری پوری امید ہے کہ تم ضرور کامیاب و کامران ہو گئے اور تمہارا دشمن داہر ذلیل وخوار ہو گا۔

بہر حال جو کچھ مقدر میں ازل سے حکم ہو چکا ہے مراد الٰہی سے وہ ظاہر ہو کر رہے گا اور بہر حال ہمہ وقت اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ لشکر اسلام کو اس کی حیثیت سے زیادہ قوت و کامرانی عطا فرمائے گا۔

میں اللہ عزوجل سے امید رکھتا ہوں کہ تم مقصد حاصل کر کے جلد ہم سے آن ملو گے اور یہ بات بہت ضروری ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے دریا کو عبور کرو اور تائید الٰہی کی التجا کرتے رہو اور اس کی رحمت کو اپنے لئے پناہ جانتے رہو تاکہ وہ اپنی عقل پر غرور کرنے والے شروں سے تمہیں محفوظ رکھے۔

جب تم دشمن کے مقابل ہو تو رضا الٰہی پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی پوری شجاعت اور ہمت کا مظاہرہ کرو کیونکہ تائید الٰہی تمہارے ہم رکاب اور قوت تمہارے ساتھ اور مددگار ہے اور خدائے واحد کی امداد اور مسلمانوں کی تلوار تمہاری طرف سے ان مخالفوں پر سے جائے گی اور اللہ عزوجل ان بدذاتوں کو تمہاری اور مسلمانوں کی تلواروں اور تیزوں کی خوراک بنائے گا۔ غضب الٰہی کا دروازہ ان کیلئے کھلا ہوا ہے اور اس کی وجہ سے وہ پورے انتقام اور عبرت ناک انجام کے سزاوار ہوں گے۔

جس وقت دریائے مہران (سندھ) کو عبور کرنا چاہو تو دریا کے کناروں کو اچھی طرح دیکھ بھال لینا اور دریا پار کرنے کا مکمل انتظام کرنا اور پہلے علاقے کے ملاحوں کو جو کشتیوں پر ہوں اپنے پختہ وعدوں سے اپنا مطیع اور مخلص بنا لینا اور انہیں اچھی طرح پہچان لینا اور اس کے بعد دریا کو عبور کرنا۔

چونکہ پانی تمہاری پشت پر ہوگا اس لئے اس طرف سے تمہیں دشمن کا کوئی ڈر نہ ہوگا اور وہاں سے تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی اور جب تم ان کے قصبوں، شہروں، بستیوں اور قلعوں میں داخل ہو گے تو کسی بھی شخص کی کوئی مجال نہ ہوگی کہ تم سے جنگ کر سکے اور وہ ہرگز تمہاری سمیت رخ نہ کریں گے اور اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالیں گے۔

وہ جس قلعہ کو بھی اپنی پناہ گاہ بنائیں گے اس پر جس وقت تمہاری نظر پڑے گی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اس کی نصرت اور مدد سے اس قلعہ کے دروازے تم پر کھل جائیں گے اور ان کے دلوں پر تمہاری تلواروں کی ہیبت اور خوف غالب آ جائے گا اور ان کا کوئی ہتھیار ان کے کام نہ آئے گا۔ یہی رعب تمہیں کامران اور فتح مند کرے گا اور جب وہ بھاگیں تو فوراً ان کے اسباب اور خزانے پر قبضہ کرنا لیکن خود کو فریب اور دھوکے میں نہ رکھنا اور اس کے بعد ہر ایک کو اسلام کی دعوت دینا۔ جو اسلام قبول کر لے اس کی تربیت کرنا اور اس طرح وہاں دین کا کوئی دشمن باقی نہ رہے گا کہ جس کا خون تمہاری تلواروں کیلئے مباح ہو۔"

بعد ازاں اس نے اس کو ایک دعا لکھی کہ ہر موقع پر اس دعا کو کام کی ابتدا کرتے ہوئے ضرور مانگنا۔

خط پڑھ کر محمد بن قاسم کافی دیر تک سوچوں میں گم رہا اور پھر اس نے سندر داس کو طلب کیا اور کہا

"اے سندر داس! تم واپس نیرون چلے جاؤ اور ہو سکتا ہے کہ راجہ داہر کے ساتھ ہماری جنگ طول پکڑ جائے اور جنگ کے دوران ہمیں رسد اور کمک کی ضرورت پیش آئے اور اس لئے تم نیرون واپس جا کر نظم و نسق سنبھالو اور اپنے قاصدوں کے ذریعہ مجھ سے رابطہ رکھنا تاکہ مجھے جس شے کی ضرورت ہو میں تمہیں اطلاع کر سکوں۔"

نیرون نے اس بات کو قبول کیا اور وہاں سے نیرون واپس روانہ ہو گیا۔

راجہ داہر کی چال

راجہ داہر نے جب یہ دیکھا کہ مسلمان دریائے مہران (سندھ) کے دوسرے

کنارے پر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں اور کسی بھی وقت دریا کو عبور کر سکتے ہیں اور مشرقی کنارے کی طرف بڑھ سکتے ہیں تو اس نے ایک چال چلی کہ مسلمانوں کو عقب سے کسی بھی طرح کمک اور رسد نہ ملے اس لئے اس نے سیوِن کے قلعہ کے اندر مسلمانوں کے خلاف بغاوت کھڑی کر دی اور سیوِن کے پرانے راجہ رام چند کے ذریعہ اس پر قبضہ جما لیا اور وہاں موجود مسلمان سپہ کو قلعہ سے باہر نکال دیا۔

جب محمد بن قاسم کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے فوری طور محمد بن مصعب کی سرکردگی میں کچھ لشکر وہاں بھیج دیا جس کا مقابلہ رام چند سے قلعہ کے باہر ہوا اور اس نے اس کو شکست فاش دے کر قلعہ پر دوبارہ قبضہ جما لیا اور وہاں کے قابل اعتماد لوگ مقرر کر کے چار ہزار جنگجو لے کر اپنے ساتھ واپس آ گیا۔

اس کے بعد محمد بن قاسم نے کشتیاں تیار کرنے کا حکم دیا تا کہ دریائے مہران کو عبور کیا جا سکے۔

حجاج بن یوسف کا ہدایت نامہ

ابھی محمد بن قاسم دریا عبور کرنے کے بارے میں غور و فکر ہی کر رہا تھا کہ حجاج کی طرف سے اسے ہدایت نامہ پہنچا جس میں لکھا ہوا تھا کہ

”تم کو جنگ کی اجازت دی جاتی ہے لیکن تم دریا کو ایسی جگہ سے عبور کرو جہاں کیچڑ اور دلدل نہ ہو اور دریا کو عبور کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے اور تم اس سلسلہ میں دریا کے شمال تا جنوب تک بارہ میل کے علاقے کا نقشہ تیار کر کے مجھے بھجواؤ جس میں دریا کی چوڑائی اور گہرائی سب کچھ درج ہو اس میں گھاٹ اور کناروں کی نشاندہی کرو اور اس کے جائزہ کے بعد میں جس مقام کو مناسب سمجھوں گا وہاں سے تمہیں دریا عبور کرنے کی اجازت دوں گا۔“

خط پاتے ہی محمد بن قاسم نے فوری طور پر جواب ارسال کر دیا تا کہ جلد از جلد دریا پار کرنے کی اجازت پا سکے۔

مشکل کا سامنا

ادھر جب راجہ داہر کو سیوِن کے قلعہ میں بغاوت کے خاتمے کی اطلاع ملی تو اس کو اور غصہ آ گیا اور اس نے فوری طور پر اپنے بیٹے جے سینہ کے ہاتھ ایک لشکر جرار دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر بھیجا تا کہ وہ مسلمانوں پر گہری نظر رکھ سکے اور دوسری طرف راجہ داہر کے لشکر

کی نگرانی کرنے کیلئے محمد بن قاسم کو بھی اپنا پڑاؤ وسیع کرنا پڑا۔ دریا کے مغربی کنارے پر پڑاؤ کا عرصہ طویل ہوتے ہوتے پچاس دن پر محیط ہو گیا جس سے لشکر میں رسد اور خوراک کی کمی ہو گئی اور گھوڑوں کیلئے چارے کا بھی بندوبست مشکل ہو گیا جس سے گھوڑوں میں بیماریاں پھیلنے لگیں اور مسلمانوں کیلئے پریشانی اور مشکلات بڑھ گئیں۔

جب راجہ داہر کو اس کی اطلاع ملی تو وہ بے حد خوش ہوا اور اس نے ایک حقارت سے بھرا خط محمد بن قاسم کو لکھا جس کے مطابق اس نے کہا کہ

"مسلمانوں کو ان کا خبط انتہا پسندی پر لے آیا ہے جس سے انہوں نے اپنے لئے تنگی پیدا کر لی ہے اور وہ انتہا پسندی چھوڑ کر صلح کر کے واپسی اختیار کر لیں تو میں ان کیلئے رسد کا سامان بھیج دیتا ہوں تاکہ وہ بھوک اور بے سروسامانی کے عالم میں مبتلا ہو کر تباہ نہ ہو جائیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے پاس کوئی ایک بھی ایسا بہادر نہیں ہے جو کہ ہمارا مقابلہ کر سکے اور اگر تم اس بات کیلئے تیار نہیں ہو تو جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔"

محمد بن قاسم کو جب یہ خط ملا تو اس نے فوراً ہی اس کا جواب راجہ داہر کو اس طرح بھیجا۔

"ہم مسلمان ذرا سی تکلیف سے نہیں گھبراتے اور سرکشی کی ابتدا تم نے کی ہے جس قدر عرصہ تم نے سرکشی میں گزارا ہے اس کا سارا خراج ہمارے حوالے کر دو تاکہ اسے مسلمانوں کے خزانہ میں جمع کروایا جا سکے اور اس بات پر تمہارے اور ہمارے درمیان صلح ہو سکتی ہے ورنہ اللہ عزوجل کی مدد سے میں تمہارا سر کاٹ کر رکھ دوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف کو ایک خط لکھا جس کے ذریعے ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔ اس خط کے جواب میں حجاج بن یوسف نے دو ہزار گھوڑے اور بھجوا دیئے اور ساتھ ہی تاکید بھی کی کہ لشکر کو ہمیشہ منظم اور لیس رکھو تاکہ دشمن کے شر کو دفع کر سکو۔

اس کے ساتھ ہی اس نے تاکید کی کہ تم کو ہر حال میں کشتیاں حاصل کر کے اور ان کا پل بنا کر دریا کو عبور کرنا چاہئے۔ خواہ دشمن کو کتنا ہی برا معلوم ہو میں جانتا ہوں کہ خلاف مزاج غذاؤں اور بے وقت کھانے پینے سے جسم میں رطوبت پیدا ہوئی ہے اس لئے میں دھنکی ہوئی روئی سرکے میں تر کر کے خشک حالت میں تمہارے پاس بھیج رہا ہوں تاکہ اس روئی کو پانی میں تر کر کے تم اس سے سرکہ حاصل کر سکو اور اس تکلیف سے تم اور تمہارا لشکر نجات پا سکے۔

محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف کا خط پاتے ہی جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور ایک مناسب سی جگہ دیکھ کر دریا کو عبور کیا اور اروڑھ کی جانب بڑھنا شروع کر دیا اور اروڑھ کے قریب ایک گاؤں جیور نامی پر پہنچ کر قبضہ کر لیا۔

دوسری طرف راجہ داہر چالیس ہزار کے بڑے لشکر کے ساتھ اروڑھ سے نکلا اور وہ بھی جیور نامی گاؤں میں مقیم مسلمانوں کی فوج کے مقابل آن کھڑا ہوا۔ ان دونوں لشکروں کے درمیان ایک جھیل حائل تھی۔ راجہ داہر نے اپنے لشکر کو جھیل کے کنارے پر مقرر کیا تا کہ مسلمانوں کی نقل وحرکت کو دیکھ سکے اور خود آس پاس کے گاؤں لوٹنے شروع کر دیئے اور وہاں سے تمام غلہ اپنے قبضہ میں لے لیا تا کہ مسلمانوں کو کہیں سے بھی رسد اور کمک نہ مل سکے۔

محمد بن قاسم نے بھی اپنے جانب اپنے دستوں کو اس طرح پھیلا دیا کہ راجہ داہر کی فوج کی طرف سے حملہ کی فوری اطلاع مل سکے اور اس کا صحیح طور پر مقابلہ کیا جا سکے۔

⁂

راجہ داہر سے پہلا مقابلہ

۷ رمضان المبارک کو داہر نے اپنا بیس ہزار لشکر میدان جنگ میں بھیجا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو اور بیس ہزار کے بقیہ لشکر کو پیچھے بطور ریزرو رکھا تاکہ بوقت ضرورت ان سے مدد لے سکے۔

ادھر محمد بن قاسم نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کیں اور اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک لشکر محرز بن ثابت کی زیر نگرانی مقابلے کیلئے بھیجا اور انہیں مکمل ہدایات دیں اور اس طرح دونوں فوجیں آمنے سامنے مقابل کھڑی ہو گئیں۔

محمد بن قاسم نے محرز بن ثابت کی شہادت کے بعد سالاری سعید اور اس کی موت کی صورت میں جحتہ الکبریٰ کے ذمہ سونپی۔

جے سینہ نے حسب روایت اجتماعی مقابلے سے پہلے انفرادی مقابلے کا نقارہ بجایا اور اروڑھ کی جانب سے ایک ایسے سورما کا انتخاب کیا جو کہ جنگی مہارت میں اور حربوں میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ اس سورما کے پس پشت جے سینہ کے پیش نظر دو مقاصد تھے جن میں سے ایک مقصد مسلمانوں کی صحیح طاقت اور قوت کا اندازہ لگانا تھا اور دوسرا مقصد اس سورما کی حیثیت سے مسلمانوں میں بددلی پھیلانا تھا تاکہ راجہ داہر کو ساری اور صحیح صورتحال سے آگاہ کر سکے اور مسلمانوں کو مکمل شکست دینے کا بندوبست کیا جا سکے۔

جے سینہ کی چال

اس کے ساتھ ہی جے سینہ نے یہ چال چلی کہ اپنی فوج کے دو بڑے حصے لے کر ایک کو مسلمانوں کے لشکر کے دائیں جانب اور دوسرے لشکر کو بائیں جانب گھات میں بڑھا دیا۔ تاکہ جیسے ہی انفرادی مقابلہ ختم ہو تو جے سینہ خود سامنے کی طرف سے حملہ آور ہو اور باقی دونوں لشکر موقع کی مناسبت سے دونوں طرف سے حملہ کر کے ہراساں کر سکیں اور ان پر

باآسانی قابو پایا جا سکے۔

اس خبر پر مسلمانوں کے پہلے لشکر کے سالار نے ساری صورتحال سے محمد بن قاسم کو آگاہ کیا جس پر محمد بن قاسم نے بھی اس کا بھرپور انتظام کر لیا تا کہ دشمن کی تمام چالیں ناکام ہو جائیں۔

جنگ کی للکار

اگلے دن صبح کو بعد از نماز فجر کے محمد بن قاسم کے اگلے دستہ میں سے ذکوان بن حلوان گھوڑا دوڑاتا ہوا میدان جنگ میں اترا اور اس نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور بلند آواز میں اس نے مقابلے کیلئے جے سینہ کا نام لیا اور جب اس کی پکار پر جے سینہ خود آگے نہ آیا بلکہ جے سینہ نے اپنے اسی سورما کو جس کو اس نے منتخب کیا تھا میدان میں بھیجا۔ وہ سورما سیاہ رنگ کے گھوڑے پر سوار تھا بلند آواز میں بولا

"میں نے تو اپنے نام کی توقع کر رکھی تھی لیکن تو نے چالاکی سے جے سینہ کو للکارا اور حالانکہ میں نے تو قسم کھا رکھی تھی کہ تمہارے سالار خریم بن عمر کا نام پکاروں گا اور پھر اس کا سر کاٹ کر بڑے فخر سے راجہ داہر کی خدمت میں پیش کروں گا۔"

ابھی اس کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ ذکوان بن حلوان نے اپنی تلوار لہرائی اور ڈھال کو سنبھالا اور گونجدار آواز میں کہا

"سن او بزدل! تمہارے راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ بے غیرت اور بزدل انسان ہے جو اس نے اپنی جان بچانے کیلئے تمہیں قربانی کا بکرا بنا کر بھیجا ہے اور اگر اس میں ذرا بھی غیرت ہوتی تو خود خم ٹھونک کر میرے سامنے آتا اور میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرتا۔"

ذکوان کی بات سن کر اس سورما کا چہرہ انتہائی سرخ ہو گیا اور اس کے بعد اس نے گرجدار آواز میں کہا کہ اب تیار ہو جاؤ میں تجھے بھسم کر دینے والی چتا میں پھینکنے والا ہوں اور پھر اس نے انتہائی بپھرے ہوئے انداز میں ذکوان بن حلوان پر حملہ کیا۔

ذکوان بن حلوان نے اس کے تابڑ توڑ حملے کا بھرپور جواب دیا اور پھر اس کے حملوں کو برابر اپنی ڈھال سے روکتے رہے اور ایک وار انہوں نے اچانک اپنی تلوار پر روکا اور ڈھال اس کے گھوڑے کے منہ پر دے ماری جس سے اس کا گھوڑا بدکا اور انہوں نے اس کے گھوڑے کو زوردار جھٹکا دے کر اس کی باگ پکڑ لی جس سے وہ سورما زمین پر گر گیا اور اس کے ساتھ ہی

ذکوان بن طلوان نے اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگائی اور ایک ہی وار میں اس کی گردن کاٹ دی اور اس کے گھوڑے کو اپنے لشکر کی بھگا کر انہوں نے پھر جے سینہ کا نام لیا۔

جے سینہ نے بجائے خود میدان میں آ کر انفرادی مقابلہ کرنے کے اپنے لشکر کو فوری طور پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ مسلمانوں نے جوابی حملہ کیا اور دونوں لشکروں میں اس قدر گھمسان کا رن پڑا کہ اللہ کی پناہ۔ جے سینہ لشکر کے وسط میں ہاتھی پر بیٹھا ہوا تھا اور اپنے لشکر کو ہدایات دے رہا تھا اور جب اسے اپنی شکست کا سامان نظر آیا تو اس نے ہاتھی کو موڑا اور واپسی کا بگل بجا دیا اور اپنے ہاتھی کو وہاں سے تیزی سے بھگانا شروع کر دیا۔

اس پر مسلمان سپاہ نے زوردار نعرہ تکبیر بلند کیا اور انتہائی سخت حملہ کر کے ایک بار گھوڑے دوڑاتے ہوئے جے سینہ کے ہاتھی تک پہنچ گئے لیکن ہاتھی کو دیکھ کر گھوڑے بدک گئے اور اس طرح جے سینہ ہاتھی کے ذریعے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ جبکہ اس کے لشکر کا تقریباً صفایا ہو چکا تھا۔

جے سینہ اپنے باپ راجہ داہر کے پاس پہنچا اور اس کو اپنی شکست سے آگاہ کیا۔ اب محمد بن قاسم اروڑھ کی جانب بڑھا اور اروڑھ سے قدرے فاصلے پر آ کر اس نے راجہ داہر کے لشکر جرار کو خیمہ زن دیکھا تو اس کے سامنے جا کر پڑاؤ ڈال دیا۔

یہاں پر یکم رمضان سے آٹھ رمضان تک چھوٹی موٹی جھڑپیں ہوتی رہیں تاہم لگاتار آٹھ دن کی جھڑپوں سے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

راجہ داہر جو کہ ایک بہادر سورما تھا اور جس کی کمند انتہائی سخت تھی جس کو بڑے سے بڑے سورما بھی کھینچنے کی طاقت نہ رکھتے تھے اور اس کی کمند میں لوہے کا ایک چکر لگا ہوا تھا جس کی دھار بہت تیز تھی اور جب راجہ داہر اس کمند کو کھینچتا تھا تو دشمن کا سر گردن سے الگ ہو جاتا تھا۔

نو رمضان المبارک کو شام سے پہلے راجہ داہر کے دو حملے پسپا ہوئے اور اسکے لشکر کا کافی نقصان ہوا۔ رات کو محمد بن قاسم نے ایک منصوبہ ترتیب دیا اور اس کے مطابق صبح کو حملے کی تیاری کی اور اس نے سو ایسے تیر اندازوں کا انتخاب کیا جن کا نشانہ بے خطا تھا اور ان کو روغن نفقت میں ڈوبے ہوئے تیر دیئے تاکہ وہ جہاں بھی گریں آگ لگا دیں اور اس طرح دشمن گھبرا جائے گا اور افراتفری کا شکار ہو جائے گا۔

دس رمضان المبارک بروز جمعرات دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور ایک

دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ راجہ داہر خود بھی میدان میں اترا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا جے سینہ بھی تھا اور ان کے آگے تیس ہاتھی کھڑے تھے اس کے علاوہ دس ہزار زرہ پوش سوار تھے اور اس کے پیچھے تیس ہزار پیادے تھے جو کہ بہترین ہتھیاروں سے لیس تھے اور راجہ داہر خود ایک سفید ہاتھی پر سوار تھا اور اس کے ہاتھیوں کو امیروں اور سرداروں نے گھیر رکھا تھا۔

دوسری طرف محمد بن قاسم نے اپنے منصوبے کے مطابق فوج ترتیب دی اور پھر ان سے اس طرح خطاب کیا

''اے مسلمان جیالو! دشمن نے جنگ کرنے میں پہل کی ہے ہمت اور اللہ کی نصرت پر بھروسہ رکھنا اور حتی الوسع کوشش کرنا اور دشمن کے مال وعیال پر قبضہ کرنا اور مال غنیمت حاصل کرنا اور جس ترتیب سے تمہاری صف بندی کی گئی ہے اس کے مطابق حملہ آور ہونا اور اپنی صف بندی کسی بھی صورت میں نہ توڑنا اور ہر ایک اپنی جگہ پر ڈٹا رہے۔''

قدرے دیر کے بعد راجہ داہر نے کچھ ہاتھی آگے بڑھائے تا کہ مسلمانوں کے گھوڑوں کو ہراساں کیا جا سکے اور اس کے جواب میں محمد بن قاسم کے پیادہ جوانوں نے آگے بڑھ کر راجہ داہر کے ان ہاتھیوں پر حملہ کر دیا جس سے وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے اور پھر راجہ داہر نے اپنا ایک دستہ آگے بڑھایا تو وہ بھی مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھا کر واپس پلٹ آیا اور اس طرح اس کے تیسرے دستے کا بھی یہی حشر ہوا۔

جنگ اس وقت عروج پر پہنچ چکی تھی اور راجہ داہر اپنے چار سو سواروں کے درمیان اپنے ہاتھی پر سوار تھا کہ اتنے میں ایک مسلمان اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا راجہ داہر کے ہاتھی کے قریب پہنچ گیا لیکن اس کا گھوڑا ہاتھی کو دیکھ کر بدک گیا اس پر اس شخص نے اپنا عمامہ اتار کر گھوڑے کی آنکھوں پر باندھ دیا تا کہ وہ ہاتھی کو دیکھ کر نہ بھاگے اور پھر تیز رفتاری سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے سفید ہاتھی کے پاس پہنچا اور اس کی سونڈ پر تلوار کا ایک بھرپور وار کیا جس سے ہاتھی زخمی ہو گیا لیکن وہ جوان جواب میں تیر کھا کر شہید ہو گیا۔

اس کے بعد راجہ داہر نے اپنے ہاتھیوں کا لشکر آگے بڑھایا جس سے مسلمانوں کی صف بندی خراب ہو گئی کیونکہ گھوڑے ہاتھیوں کو دیکھ کر بدک گئے تھے اور اس پر محمد بن قاسم کی آواز میدان جنگ میں گونجی

''اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرو اور پوری قوت سے دشمن پر ٹوٹ پڑو اور فتح ونصرت تمہاری منتظر ہے۔''

اس کی آواز سنتے ہی اس کی فوج نے پلٹ کر راجہ داہر کے لشکر پر انتہائی زوردار جوابی حملہ کیا اور اتنے میں راجہ داہر نے خریم بن عمر پر رسی کی مدد سے گھما کر اپنا چکر پھینکا جسے خریم بن عمر نے اپنی ڈھال سے روک لیا اور اسی چکر کی رسی پکڑ کر اس قدر زور سے جھٹکا دیا کہ رسی راجہ داہر کے ہاتھ سے نکل گئی اور اس کا چکر زمین پر آن گرا۔ راجہ داہر نے اپنا پورا زور لگایا کہ کسی طرح مسلمانوں کو شکست دے سکے۔ اسی کوشش میں اس نے اپنی آخری کوشش کی اور ہاتھیوں کو آگے بڑھایا تو محمد بن قاسم کے حکم سے ان سو تیر اندازوں نے تیر چلانا شروع کر دیئے اور ان کے تیر جہاں بھی گرتے تھے وہاں آگ لگا دیتے تھے۔ ایسے میں ایک تیر راجہ داہر کے ہاتھی کی سونڈ میں لگا اور اس کی سونڈ میں آگ لگ گئی جس سے وہ ہاتھی گھبرا کر تیزی سے بھاگا اور ایک جوہڑ میں گھس گیا۔

فیل بان نے ہاتھی کو باہر نکالنے کی بے حد کوشش کی لیکن وہ ناکام رہا اور راجہ داہر کو اس کے حفاظتی دستوں نے گھیر لیا۔ بڑی مشکل سے ہاتھی باہر نکلا اور اس کا رخ قلعہ کی طرف موڑ دیا گیا۔ لیکن آگ والے تیروں نے اس ہاتھی کو ناکارہ بنا دیا جس پر راجہ داہر نے ہاتھی کے اوپر سے چھلانگ لگا دی اور پیدل فوج میں گھس کر لڑنے لگا اور ایک عرب مجاہد کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچ گیا۔ جبکہ اس کی فوج کے حفاظتی دستوں نے اس کی لاش کو فوراً ایک دلدل میں چھپا دیا تا کہ کسی کو بھی اس کے مرنے کی خبر نہ ہو سکے۔

کافی دیر تک لڑائی ہوتی رہی اور بالآخر راجہ داہر کی تمام فوج اپنا بے تحاشا نقصان کروا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ اپنی فوج کو لے کر برہمن آباد کی طرف بھاگ گیا اور بہت تھوڑی فوج قلعہ اروڑ میں واپس پہنچی۔

............✿............

اروڑھ پر قبضہ

اگلے روز اروڑھ کے شہریوں کی طرف سے برہمنوں کا ایک وفد محمد بن قاسم کے پاس حاضر ہوا اور امان مانگی جس پر محمد بن قاسم نے ایک ہی شرط عائد کی۔

''راجہ داہر اس کے رشتہ دار جہاں کہیں بھی ہوں ان کو اس کے سپرد کیا جائے۔''

اس وعدہ معافی پر برہمنوں نے اس کے بچے کھچے رشتے دار محمد بن قاسم کے حوالے کر دیا اور بعد میں ایک برہمن نے مکمل امان کے وعدے پر راجہ داہر کی لاش دبانے والی جگہ کا پتا بتا دیا جہاں سے اس کی لاش برآمد کر لی گئی۔

اروڑھ کی فتح کے بعد محمد بن قاسم شہر میں داخل ہوا اور اس نے تمام باغیوں کو پھانسی پر لٹکا دیا لیکن باقی شہریوں کو اس نے مکمل امان اور آزادی دے دی۔ اس جنگ میں صرف تین سو مسلمان شہید ہوئے تھے۔

اروڑھ کی جنگ میں محمد بن قاسم کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت آیا اور بہت سے قیدی گرفتار بھی ہوئے جن کو اس نے راجہ داہر کے کٹے ہوئے سر کے ساتھ حجاج بن یوسف کی خدمت میں بھیج دیا اور جب یہ قیدی اور ساز و سامان عراق حجاج بن یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے جامع مسجد میں لوگوں میں تقریر کر کے سندھ کی فتح کی خوشخبری سنائی۔

حجاج بن یوسف نے راجہ داہر کا کٹا ہوا سر اور دیگر ساز و سامان دمشق کی جانب خلیفہ ولید بن عبدالمالک کی خدمت میں بھیجا اور ساتھ ہی سندھ کی فتح کی خوشخبری بھی سنائی۔

جے سینہ برہمن آباد میں

راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ جو کہ اروڑھ کے نواح میں شکست فاش ہونے کے بعد برہمن آباد کی جانب بھاگ گیا تھا نے برہمن آباد پہنچ کر گرد و نواح کے تمام قلعہ داروں کو خطوط لکھے اور ان سے مدد مانگی اور خود جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا اور اپنے بھائی گوپی چند راجہ راوڑھ کو لکھا کہ اس کی مدد کی جائے اور دوسرا خط اپنے بھتیجے دھر سینہ راجہ بھاٹیہ کو لکھا اور اس کے علاوہ تیسرا خط اپنے ماموں زاد بھائی ڈھول راجہ کو لکھا اور ان سے مسلمانوں کے خلاف مدد مانگی۔

برہمن آباد

برہمن آباد کو ایران کے بادشاہ بہمن اردشیر کے نام سے آباد کیا گیا تھا اور اس کا اصل نام بہمن آباد تھا۔ اس نام کے دو شہر خراسان میں رے اور نیشا پور اور دوسرا عراق میں تھا۔ چونکہ اسی کے دور میں سندھ ایرانیوں نے فتح کیا تھا تو اس فتح کی خوشی میں یہ شہر آباد کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ قندابیل بھی اسی دور میں آباد ہوا تھا۔ لیکن جب سندھ پر برہموں نے قبضہ کر لیا تو انہوں نے اس کا نام بدل کر برہمن آباد رکھ دیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے ایرانی آتش کدوں کو بت خانوں میں بدل دیا۔ برہمن آباد سب سے پہلے رائے دور حکومت میں پرگنہ لوہانی کا مرکزی شہر تھا اور وہاں کے حاکم اکھم کا دارالخلافہ تھا۔

برہمن آباد کی جانب پیش قدمی

شوال کے مہینہ میں محمد بن قاسم نے برہمن آباد کی جانب پیش قدمی شروع کی اور مخبروں کی اطلاع ملنے پر کہ راستے میں دو قلعے آتے ہیں جن میں سے ایک قلعہ کا نام بہرور اور دوسرے کا نام دہلیلہ ہے اور دونوں قلعوں میں ہزاروں مسلح افراد موجود ہیں۔ ان دونوں قلعوں کے راجہ اپنی اپنی جگہ محمد بن قاسم کو روکنے کیلئے تیار بیٹھے ہیں۔

محمد بن قاسم نے سب سے پہلے قلعہ بہرور کا محاصرہ کیا اور چند دن کے محاصرے سے تنگ آ کر قلعہ کی پوری فوج جو کہ سولہ ہزار افراد پر مشتمل تھی قلعہ سے باہر نکل آئی اور مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

دوسری طرف محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ہمراہ ان کی راہ لی اور انتہائی برق رفتاری سے ان پر ٹوٹ پڑا اور کافی دیر تک انتہائی خوفناک جنگ ہوتی رہی اور بالآخر سولہ ہزار فوج نے اپنا کافی نقصان کروانے کے بعد بھاگنے میں عافیت سمجھی اور قلعہ بہرور میں قلعہ بند ہو گئی۔

جب محمد بن قاسم کو قلعہ فتح کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس نے اپنی منجنیقوں سے قلعہ پر سنگ باری شروع کر دی اور قلعہ کے اندر روغن نفت سے جلتے ہوئے تیر پھینکے جس کی وجہ سے جگہ جگہ پر آگ بھڑک اٹھی اور دوسری طرف قلعہ کی دیواریں کئی جگہوں سے ٹوٹ گئیں اور مسلمان دندناتے ہوئے قلعہ میں داخل ہو گئے اور قلعہ کے اندر بچے کچھے لشکریوں نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن شکست سے دوچار ہوئے اور محمد بن قاسم نے بہت سا مال غنیمت سمیٹا۔

قلعہ بہرور کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے دہلیلہ کا رخ کیا اور اس شہر کی آبادی جنگ کے خوف سے پہلے ہی شہر چھوڑ کر بھاگ چکی تھی اور صرف لشکری ہی شہر میں موجود تھے اور وہ بھی قلعہ بند ہو کر محصور ہو گئے۔

اب قلعہ میں محصور لشکر نے مسلمانوں سے آنکھ مچولی شروع کر دی۔ وہ صبح کے وقت تھوڑی دیر کیلئے شہر سے نکل کر قدرے باہر آتے اور قدرے مقابلہ کرنے کے بعد واپس قلعہ میں بھاگ کر قلعہ بند ہو جاتے۔ لیکن جب کئی دنوں کی آنکھ مچولی کے بعد جب انہوں نے دیکھا کہ وہ بالآخر شکست کھا جائیں گے تو ایک رات وہ قلعہ کی مخالف سمت سے برہمن آباد کی جانب بھاگ گئے اور صبح کو جب محمد بن قاسم کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے آگے بڑھ کر قلعہ پر قبضہ کر لیا اور اس کو اپنا مستقر بنا لیا۔

یہیں اس کے پاس راجہ داہر کا ایک وزیر حاضر ہوا اور اس نے آ کر امان طلب کی اور معافی ملنے پر اس نے محمد بن قاسم کو مسلمان قیدی اور عورتیں لا کر اس کے حوالے کر دیں جنہیں محمد بن قاسم نے فوری طور پر حجاج بن یوسف کے پاس عراق بھجوا دیا۔

یہاں اپنی فوج کو ازسرنو تنظیم کرنے کے بعد محمد بن قاسم برہمن آباد کی جانب بڑھا اور برہمن آباد کے باہر جلوال بند کے کنارے برہمن آباد کے مشرقی سمت قیام کیا اور اس کے بعد ایک خط برہمن آباد میں جے سینہ کو لکھا۔ اس خط کا متن یہ تھا کہ۔

"یا تو ہماری اطاعت قبول کر لو اور جزیہ دو ورنہ جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔"

جے سینہ کی تیاری

جے سینہ نے برہمن آباد میں چالیس ہزار کا لشکر اکٹھا کر لیا تھا جو کہ انتہائی تربیت یافتہ تھا اور نہایت ہی منجھے ہوئے سالاروں کی زیر نگرانی تھا اس کے علاوہ اتنا ہی بڑا لشکر اس

نے چنسیر میں اکٹھا کیا ہوا تھا جو کہ برہمن آباد کے نواح میں ایک کھلا میدان تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ ایک جانب برہمن آباد سے محمد بن قاسم کے لشکر پر حملہ کیا جائے اور دوسرا اس کی پشت کی جانب سے حملہ کیا جائے اور محمد بن قاسم کو شکست فاش دی جائے۔

محمد بن قاسم کا یہ قاصد قلعہ برہمن سے ناکام لوٹا جس پر محمد بن قاسم نے قلعہ کے سامنے خندقیں کھودنے کا حکم دے دیا اور خندقیں تیار ہونے پر اس نے ماہ رجب کی پہلی سوموار کو قلعہ برہمن پر حملہ کرنے کی ابتدا کر دی جبکہ جے سینہ خود برہمن آباد سے باہر چلا گیا۔

محمد بن قاسم نے تین اطراف میں خندقیں کھدوائی تھیں اس نے اس کے اندر اپنے تربیت یافتہ تیر انداز بٹھائے تھے اور صرف قلعہ کی جانب کا حصہ کھلا رکھا اور اس کے علاوہ اس نے چاروں طرف اپنے مخبروں کو پھیلا دیا تا کہ وہ کسی بھی جانب سے جے سینہ کے حملے کی فوری اطلاع دیں تا کہ اس کا مقابلہ کیا جا سکے۔

جنگ کے پہلے روز برہمن آباد سے چالیس ہزار کا لشکر شور مچاتا ہوا قلعہ سے نکلا اور بڑا زبردست حملہ کیا۔ ادھر مسلمانوں میں بھی زوردار نعرہ تکبیر بلند ہوا اور فضاء اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج اٹھی اور مسلمان اللہ کا قہر بن کر لشکریوں پر ٹوٹ پڑے اور قلعہ سے آنے والے زیادہ دیر تک مقابلہ نہ کر سکے اور بہت سی لاشیں چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ گئے اور قلعہ بند ہو گئے۔

ابھی مسلمان فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ پشت کی جانب سے جے سینہ کے حملے کی اطلاع ملی جس پر محمد بن قاسم نے اپنے کچھ دستے اس کے مقابلے کیلئے بھیجے اور جے سینہ کو اس وقت بالکل توقع نہ تھی کہ مسلمان اس کے مقابلے میں آ جائیں گے۔

کیونکہ اس کے خیال کے مطابق تو مسلمانوں کو قلعہ والے لشکر سے نبرد آزما ہونا چاہئے تھا لیکن یہاں تو معاملہ بالکل الٹ تھا۔

ادھر قلعہ والے لشکر کو جب اطلاع ملی کہ جے سینہ نے حملہ کر دیا ہے تو وہ بھی قلعہ سے باہر نکلے اور مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کیلئے آن کھڑے ہوئے۔ اس موقع پر محمد بن قاسم نے تیراندزاوں کو آتشی تیر چلانے کا حکم دیا اور جونہی قلعہ والا لشکر نزدیک پہنچا ان پر آتشی تیروں کی بارش ہو گئی اور جس سے ان کے لشکر میں کافی تباہی پھیل گئی اور وہ تنگ آ کر واپس قلعہ کی جانب بھاگ گئے اور پھر دوبارہ قلعہ میں جا کر محصور ہو گئے۔

دوسری طرف جے سینہ کو بھی خلاف توقع کامیابی کی بجائے شکست کا سامنا تھا جس

پر وہ بھی میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ محمد بن قاسم نے فوری طور پر اپنے لشکر کو خندقوں کے دائرہ میں جمع کر کے مخاطب ہو کر کہا۔

"جے سینہ ایک کمینہ دشمن ہے اور اس نے ہمارے خلاف یہ منظم سازش کی ہے اور اسی سازش کے تحت اس نے پوری قوت کے ساتھ حملہ کیا ہے اور آج اگرچہ اس کا یہ سب منصوبہ ناکام ہو گیا ہے لیکن ہمیں آئندہ کیلئے اس کے ہر منصوبے کیلئے تیار اور محتاط رہنا ہے اور پھر اس کے بعد محمد بن قاسم نے تین سالاروں خریم بن عمر، بنانہ بن حنظلہ اور ذکوان بن حلوان کو حکم دیا کہ وہ اپنے دستوں کے ساتھ جے سینہ کا تعاقب کریں اور اس کو بالکل چین سے نہ سونے دیں تا کہ وہ ایسی جرأت دوبارہ نہ کر سکے اور قلعہ بند لشکر سے وہ حسب تدبیر سامنا کرتے ہوئے انہیں شکست دینے میں مصروف رہے گا۔"

تین دن کے آرام کے بعد مسلمانوں نے اپنے منصوبے پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں کے مقرر کردہ دستوں نے اس طرف کا رخ کیا جس طرف جے سینہ بھاگ نکلا تھا اور اپنے مخبروں کی مدد سے انہوں نے اسے جا لیا اور اس کے ساتھ حارث علافی کا بیٹا محمد بھی تھا۔ انہوں نے ایک نئے منصوبے کے تحت جے سینہ پر تین اطراف سے حملہ کیا اور انتہائی تیزی سے جے سینہ کے ہزاروں لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جس پر جے سینہ کو شکست فاش اٹھانا پڑی اور بڑی مشکل سے وہ جان بچا کو بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا جبکہ محمد علافی دوسری راہ سے فرار ہو کر کشمیر میں جا بسا اور وہاں کے راجا کے پاس پناہ گزیں ہو گیا۔

جے سینہ کی شکست نے قلعہ برہمن آباد کے شہریوں کو بھی بد دل کر دیا تھا اور انہوں نے اپنے معزز شہریوں کو بھیج کر محمد بن قاسم سے صلح کی درخواست کی۔ کیونکہ انہیں قلعہ بند ہوئے چھ ماہ ہو گئے تھے اور اب ان کو ہر طرف سے امداد نہ ملنے کی وجہ سے اپنی شکست واضح نظر آ رہی تھی۔ پھر ایک منصوبے کے مطابق شہریوں نے قلعہ پر محمد بن قاسم کا قبضہ کروا دیا اور قلعہ کے اندر موجود لشکری اصل صورتحال جانتے ہوئے قلعہ کے دوسرے دروازے سے بھاگ کر لاوڑھ کی جانب بھاگ نکلے جہاں کا راجا گوپی راجا داہر کا دوسرا بیٹا تھا۔

انتظام امور سلطنت

محمد بن قاسم کا حسن سلوک

محمد بن قاسم نے قلعہ پر قبضہ جماتے ہی حکم دیا کہ کسی بھی شہری کو کچھ نہ کہا جائے البتہ جو لڑنے پر آئے اس سے ضرور لڑا جائے اور پھر اس کے بعد محمد بن قاسم نے یہ اعلان کیا کہ جو لوگ بخوشی مسلمان ہونا چاہیں تو وہ مسلمان ہونے پر مسلمانوں کے برابر مساوی حقوق کے حقدار ہونگے اور جو لوگ اپنے مذہب پر رہیں گے انہیں بھی کچھ نہ کہا جائے گا لیکن ان کو جزیہ دینا ہوگا اور جزیہ کی درج ذیل مقدار مقرر کی۔

۱۔ امیر اور دولت مند فی کس اڑتالیس درہم سالانہ

۲۔ متوسط طبقہ فی کس چوبیس درہم سالانہ

۳۔ غریب طبقہ فی کس بارہ درہم سالانہ

اس طریقہ سے محمد بن قاسم نے لوگوں کے دل موہ لئے اور بہت سے لوگوں نے بخوشی اسلام قبول کرلیا۔

اس کے علاوہ برہموں کے حقوق بحال رکھے گئے جو کہ سابقہ حکومتوں نے مقرر کئے تھے اور ان کے پاس سابقہ حکومتوں کی طرف سے دی گئی جاگیروں کو بھی بحال رکھا۔اس کے علاوہ سرکاری مال گزاری سے ان کیلئے وظیفے مقرر کئے اور تاجر پیشہ، کسانوں اور برباد ہونے والے شہریوں میں جن کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی میں ایک لاکھ بیس ہزار درہم تقسیم کئے تاکہ وہ اپنی حالت زار درست کرسکیں اور اچھے شہریوں کی طرح زندگی بسر کرسکیں۔

برہمن آباد کے قلعے کے چاروں دروازوں پر محافظ دستے مقرر کئے اور ہر دستے کا کمانڈر برہمن مقرر کیا گیا۔ان کو ایک گھوڑا اور خلعت بھی دی گئی اور سندھی رواج کے مطابق سونے کے کڑے ہاتھوں اور پیروں میں پہنائے گئے اور ہر ایک کو دربار میں کرسی عطا کی گئی۔

مال گزاری کیلئے یہ اصول مقرر کیا گیا کہ مال گزاری وصول کرتے وقت رعایا پر ظلم و ستم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی جزیہ کی وصولی کیلئے کسی کو تنگ کیا جائے گا۔

محمد بن قاسم کے اس حسن سلوک سے شہری بے حد خوش ہوئے اور انہوں نے محمد بن قاسم کو دعائیں دینا شروع کر دیں اور بالآخر یہاں سندھ میں اسلام پھیلنا شروع ہو گیا۔

مراسلہ حجاج بن یوسف

اس کے بعد حجاج بن یوسف کی جانب سے ذیل کا مراسلہ بھی موصول ہوا جس کا متن درج ذیل تھا

"اے عزیز! تمہارے مراسلے سے آگاہی ہوئی۔ برہمن آباد کے پجاریوں نے تم سے مندر آباد کرنے اور انہیں مذہبی معاملات میں نرمی اختیار کرنے کی درخواست کی ہے تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب وہ لوگ اپنے مذہب پر قائم رہ کر جذیہ دیتے ہیں تو ان کے مذہبی معاملات میں دخل نہ دو۔

تمہارا فرض یہ ہے کہ انہیں اجازت دو کہ وہ اپنے طریقے سے اپنی مذہبی رسوم ادا کریں اور کسی کو ان کے طریقہ سے روکنے کی ضرورت نہیں ہے اور ان کی جان و مال کی حفاظت ہمارا فرض ہے اور ان کا خیال رکھو تاکہ ان کے جان و مال کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور وہ اپنے گھروں میں مطمئن اور خوش حال زندگی بسر کریں۔"

اس مراسلہ کے ملنے کے بعد محمد بن قاسم نے برہمن آباد کے پجاریوں کو مندر میں عبادت اور رسوم عبادت ادا کرنے کی اجازت دے دی۔

جاٹ، سمہ اور لاکھا قبیلوں کیلئے سابقہ اصولوں اور مراعات کو جاری رکھا اور چار معزز تاجروں کی ایک کمیٹی بنائی اور دیوانی عدالت کو ان کا سربراہ مقرر کیا کہ وہ ہر مذہب کے مطابق لوگوں کا فیصلہ کریں۔

ان انتظامات سے فارغ ہو کر محمد بن قاسم نے سندھ کے مرکزی شہر اروڑھ کی جانب توجہ دی اور تین محرم بروز جمعرات وہاں سے اروڑھ کی جانب کوچ کیا راستے میں جٹ ء اور دیگر مذاہب کے پیروکار تھے انہوں نے محمد بن قاسم کی اطاعت قبول کر لی اور جزیہ دینا منظور کر ء جن پر اس کو بھی برہمن آباد جیسی سہولیات دی گئیں۔

راستے میں اس نے سمہ قوم کی بستی سے باہر قیام کیا۔ سمہ قوم کی اطاعت قبول کی

اور ان کو بھی حسب سابقہ مراعات دی گئیں اور یہاں اس نے اروڑھ پر اپنے حملے کا منصوبہ بنانے کی تیاری شروع کی اس سلسلہ میں سمہ قوم کے راہنماؤں سے اس نے اروڑھ شہر کا مکمل اور جامع نقشہ مانگا جو کہ انہوں نے لا کر دے دیا اس کے علاوہ راستے کے تمام مندروں اور لشکرگاؤں کی تفصیل بھی محمد بن قاسم نے معلوم کی۔

چونکہ اروڑھ سندھ کا سب سے بڑا شہر تھا اور اس شہر کے رہنے والے زیادہ تر پیشہ ور تاجر اور کاشتکار تھے۔ داہر کا بیٹے گوپی چند یہاں کا حاکم تھا اور اس کے سامنے کوئی بات نہیں کرتا تھا اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ راجہ داہر مر گیا ہے بلکہ اس کا کہنا تھا کہ راجہ داہر زندہ ہے اور ہند سے فوج لینے گیا ہے تا کہ ان کی مدد سے مسلمانوں کے لشکر کو پسپا کر سکے۔

محاصرہ اروڑھ

محمد بن قاسم نے سہتہ قوم کی بستی سے پیش قدمی شروع کی اور اروڑھ شہر کے باہر جا کر پڑاؤ ڈالا۔ دوسری طرف راجہ داہر کے بیٹے گوپی چند نے بھی اپنے لشکر کو شہر سے باہر نکالا اور محمد بن قاسم کے لشکر کے سامنے پڑاؤ ڈال دیا۔ دونوں طرف سے جنگی جوش وخروش کا اظہار ہوتا تھا لیکن دونوں طرف سے پہل کسی بھی فریق نے نہیں کی اور کئی دنوں تک دونوں فریق آمنے سامنے ڈٹے رہے۔

حجاج بن یوسف کا پیغام

اس دوران حجاج بن یوسف کا پیغام لے کر ایک قاصد تیز رفتار محمد بن قاسم کے پاس آیا جس میں لکھا ہوا تھا کہ

"محمد بن قاسم اپنے ساتھی جہیم بن زحر کو کچھ عراقی دستوں کے ساتھ خراسان کی جانب روانہ کرو تاکہ وہ قتیبہ بن مسلم کے ساتھ مل کر دشمن کے خلاف کاروائیوں میں حصہ لے سکے۔"

اس پیغام کو پڑھ کر محمد بن قاسم نے جہیم بن زحر کو چند عراقی دستوں کے ساتھ خراسان کی طرف روانہ کر دیا۔

لڑائی کا آغاز

کچھ دن کے انتظار کے بعد تنگ آ کر محمد بن قاسم نے ایک روز بعد از نماز فجر اعلان جنگ کر دیا جس پر دونوں طرف کی افواج اپنی اپنی ترتیب سے صف بندی کرنے لگیں۔ ابھی صفیں بھی صحیح طریقے سے مکمل نہیں ہوئی تھیں کہ گوپی چند کے لشکر سے ایک سورما گھوڑا دوڑاتا ہوا میدان جنگ میں آیا اور خریم بن عمر کا نام مقابلے کیلئے پکارا جس پر خریم بن عمر محمد بن قاسم سے اجازت لے کر میدان جنگ میں آ گئے۔

سورما نے خریم بن عمر سے مخاطب ہو کر کہا کہ۔

''سن جوان! میرا نام دیوداس ہے اور کیا تم ہی خریم بن عمر ہو۔''
خریم بن عمر نے اپنی تلوار اور ڈھال آگے کرتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی جس پر دیوداس غصہ میں آ گیا اور کہا کہ۔ ''کیا تیرے منہ میں زبان نہیں ہے۔''
خریم بن عمر نے مسکراتے ہوئے کہا کہ۔
''اس میدان میں میں تیری زبان اس طرح بند کروں گا جس طرح تیری بہن اور اس کے ساتھیوں کی کی تھی۔''

دیوداس یہ بات سن کر چونکا اور کہنے لگا کہ۔
''تم میری بہن کو کیسے جانتے ہو۔''
خریم بن عمر نے کہا کہ۔
''وہ جس مقصد کیلئے آئی تھی اپنا مقصد حاصل نہ کر سکی اور ہلاک ہو گئی۔''
خریم بن عمر کی اس بات پر دیوداس کے صبر کا پیمانہ ٹوٹ گیا اور وہ ہذیان بکنے لگا اور خریم بن عمر پر حملہ آور ہونے کیلئے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور انتہائی تیزی سے وار کیا جس کو خریم بن عمر نے اپنی ڈھال سے روکا اور جوابی حملہ شروع کیا۔ بہر حال کافی دیر کی تگ و دو کے بعد دیوداس خریم بن عمر کے شانے پر ایک چھوٹا سا زخم لگانے میں کامیاب ہو گیا لیکن اس سے خریم بن عمر کے پائے استقلال میں کوئی فرق نہ آیا اور انہوں نے جوابی حملہ کیا جس کو اس نے روکا اور اچانک اپنے گھوڑے کو بھگا کر دور لے گیا اور اس طرف سے اچانک پلٹا اور انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ اپنی پوزیشن میں تبدیلی کی اور تلوار میان میں رکھ لی اور بائیں ہاتھ سے ڈھال پکڑتے ہوئے اور دائیں ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے حملہ آور ہوا۔

جیسے ہی نیزے کو لہراتا ہوا دیوداس خریم بن عمر پر حملہ آور ہوا اور نیزے سے ان کا کام تمام کرنا چاہا۔ خریم بن عمر انتہائی پھرتی سے اپنی ڈھال مار کر نیزے کا نشانہ خطا کر دیا اور اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اپنے گھوڑے کو زوردار جھٹکا دیا جس سے گھوڑا طوفانی رفتار سے دائیں جانب مڑا اور دیوداس کے گھوڑے کے پیچھے جا پہنچا اور دیوداس جو کہ اپنے گھوڑے کو موڑنا چاہتا تھا کہ پیچھے سے خریم بن عمر نے طوفانی رفتار سے اپنی تلوار کا بھرپور وار اس کے شانے پر کیا اور تلوار اس کے شانے کو کاٹتی ہوئی ریڑھ کی ہڈی تک جا پہنچی۔
دیوداس نے ایک دلدوز چیخ ماری اور گھوڑے سے گر کر دم توڑ گیا جبکہ خریم بن عمر نے اپنے گھوڑے کو پلٹا اور واپس اپنے لشکر کی طرف موڑ لیا۔

دوسری طرف انتہائی غصہ میں آ کر داہر کے بیٹے گوپی چند نے عام حملے کا اعلان کیا اور اس کی فوجیں سرکش انداز میں محمد بن قاسم کی فوجوں پر حملہ آور ہوئیں اور محمد بن قاسم کا لشکر بھی برق کی رفتار سے جوابی حملہ آور ہوا اور بلند آواز میں نعرہ تکبیر بلند کرنا شروع کر دیا اور اپنی بہادری کا سکہ جمانا شروع کر دیا۔

دونوں جانب سے اس شدت سے جنگ ہوئی کہ لگتا تھا کہ دو طوفان آپس میں ٹکرا رہے ہیں۔ راجہ داہر کا بیٹا گوپی چند اروڑ ھ قلعہ کے باہر اس فضاء کو برقرار نہ رکھ سکا اور اس کی فوج میں شکست کے آثار پیدا ہو گئے اور جب مسلمانوں کے حملہ میں مزید شدت آئی تو اس کی فوج شکست کھا کر اروڑ ھ شہر میں داخل ہو کر محصور ہو گئی۔

محاصرہ طول پکڑتا گیا اوپر فصیل سے ہندو لشکری زبان درازی کرتے اور کہتے کہ عنقریب راجہ داہر ہندوستان سے فوجیں لے کر یہاں پہنچ رہا ہے اور پھر تم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچے گا۔ بالآخر محمد بن قاسم نے لشکریوں کے اوپر سے آنے والے تیروں کی بارش سے بچنے کیلئے اپنا پڑاؤ وہاں سے ہٹا کر ایک میل پیچھے کر لیا تا کہ گوپی چند کے لشکر کی سنگ باری اور تیر اندازی سے بچا جا سکے اور ساتھ ہی ساتھ اس محاصرے میں اور شدت پیدا کر دی تا کہ کہیں سے بھی کوئی شے قلعہ کے اندر نہ جا سکے۔

محاصرہ دن بدن تنگ ہوتا جا رہا تھا جس کے وجہ سے راروڑ ھ شہر کے شہری راجہ گوپی چند اور دیگر عمائدین سلطنت سے بے حد پریشان تھے اور انہیں دن بدن یقین ہوتا جا رہا تھا کہ شہری فاقہ سے مر جائیں گے اور اس شہر پر محمد بن قاسم کا قبضہ ہو جائے گا۔

ساحرہ کی جانب سے حوصلہ شکنی

ایک دن راجہ گوپی چند نے سندھ و ہند کی سب سے مشہور ساحرہ کو اپنے دربار میں طلب کیا اور اس سے جنگ کے بارے میں پوچھا اور نیز اس نے راجہ داہر کے زندہ ہونے کے بارے میں بھی اس سے استفسار کیا۔

ساحرہ نے دو روز کی مہلت مانگی اور دو روز بعد آن کر اس نے صاف الفاظ میں کہا کہ۔

"راجہ داہر زندہ نہیں ہے اور اس کی ساحرانہ قوتیں اسے ڈھونڈنے میں ناکام رہی ہیں اور اگر وہ دنیا میں زندہ ہوتا تو اس کی قوتیں اسے باآسانی تلاش کر لیتیں۔"

اس کی بات سن کر گوپی چند اور اس کے عمائدین سکتے میں آ گئے۔

اس کے بعد ساحرہ نے صاف الفاظ میں کہا کہ۔

''سندھ پر عرب بدوؤں کا مکمل قبضہ ہو جائے گا اور مسلمانوں کے ساتھ جس قدر لڑائی کی جائے گی نقصان اتنا ہی ہندوؤں کا ہوگا کیونکہ ہندوؤں سے ان کے تمام دیوتا ناراض ہو چکے ہیں اور بہتر یہی ہے کہ بلا لڑائی شہر ان کے حوالے کر دیا جائے۔''

ساحرہ کے الفاظ نے تمام شہریوں پر مایوسی کے بادل چھا دیئے اور انہوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کرنا شروع کر دیا کہ محمد بن قاسم سے کس طرح صلح کی جائے۔ انہوں نے اپنے پاس موجود حارث علافی کے بیٹے معاویہ سے بھی مشورہ کیا کہ شاید وہ کوئی معقول مشورہ دے سکے لیکن وہ کوئی معقول مشورہ نہ دے سکا جس سے گوپی چند اور زیادہ مایوس ہو گیا۔

رات کے وقت گوپی چند اپنے چند جانثاروں کے ساتھ شہریوں کو ان کے مقدر پر چھوڑ کر شہر سے فرار ہو گیا۔

محمد بن قاسم کو اطلاع

معاویہ علافی جو گوپی کے پاس پناہ گزین تھا اس کے اس طرح فرار ہونے پر اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ اس زندگی سے بہتر ہے کہ اپنے آپ کو محمد بن قاسم کے حوالے کر دیا جائے اور یہ فیصلہ کرنے کے بعد اس نے شہر کے تمام حالات ایک کاغذ پر لکھے اور ساتھ ہی امان طلب کی اور اس کاغذ کو ایک تیر کے ذریعے محمد بن قاسم کے لشکر کی طرف پھینک دیا۔

محمد بن قاسم کو جب حالات سے آگاہی ہوئی تو اس نے اپنی فوج کو شہر کی فصیل کے باہر منجنیقیں نصب کرنے کا حکم دیا۔ ان کو دیکھ کر شہری ہراساں ہو گئے تھے اور فوری طور پر اپنا ایک وفد محمد بن قاسم کی خدمت میں بھیجا اور اس سے سنگ باری نہ کرنے کی درخواست کرتے ہوئے امان طلب کی اور اطاعت گزاری کا اعلان کر دیا۔

اس پر محمد بن قاسم نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ جب تک وہ لڑائی بند نہ کریں گے اور ساری فصیل کو لشکریوں سے خالی نہ کریں گے اور اپنے مرکز پر نہ جمع ہوں گے اور قلعے کی تمام کنجیاں اس کے حوالے نہ کی جائیں گی وہ سنگ باری سے باز نہ آئے گا اور نہ ہی صلح کرے گا۔

شہریوں نے اس شرط کو فوراً قبول کر لیا اور اس پر عمل کرتے ہوئے شہر محمد بن قاسم کے حوالے کر دیا اور محمد بن قاسم جیسے ہی شہر میں داخل ہوا ہر طرف سے لوگ اس کے استقبال کیلئے امڈ پڑے۔

محمد بن قاسم کے فیصلے

محمد بن قاسم نے سب سے پہلے یہ حکم دیا کہ جو لوگ مستقل جنگ میں حصہ لیتے رہے ہیں اور ہر وقت آمادہ جنگ رہتے ہیں ان کو قتل کر دیا جائے تا کہ وہ آئندہ مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار نہ ہو سکیں۔

اس نے اروڑھ کا نظم ونسق درست کرنے کا بھی حکم دیا اور اپنے ایک شخص رواح بن اسد کو اروڑھ کا حاکم مقرر کیا اور مذہبی امور کیلئے موسیٰ بن یعقوب کو قاضی مقرر کیا اور رعایا کے ساتھ نرمی کے ساتھ برتاؤ کرنے کا حکم دیا اور تعلیمات نبوی اور قرآن پاک پر سختی سے عمل کرنے کا فرمان جاری کیا۔

اس کے بعد محمد بن قاسم نے اروڑھ شہر کے شہریوں کے مختلف گروہوں کی شکایات سنیں اور ان کے ازالے کا حکم دیا۔

ابھی محمد بن قاسم اروڑھ کے باہر اپنے فوجیوں کی تیمارداری میں مصروف تھا تا کہ ان کے تندرست ہونے پر وہ اگلی مہم کا فیصلہ کر سکے کہ اس کے پاس نکامرہ بدھ قبیلے کے سردار وانگہ کا ایک وفد پہنچا اور انہوں نے سردار وانگہ کا جو پیغام دیا اس کے مطابق نکامرہ قبیلے کے سردار موہل کے قتل کے بعد اس کے ایک نائب سول رائے نے جس کا تعلق کاٹھیاوار سے ہے اور جو اس کے دوش بدوش بحری قزاقی میں پیش پیش رہا ہے نے اس کے قتل کا بدلہ لینے کیلئے پچیس ہزار قبائلیوں کا ایک لشکر جرار تیار کر لیا ہے اور اب وہ سردار وانگہ کے علاقے پر سخت یورش کرنے والے ہیں اور اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے حملے کر کے انہوں نے سردار وانگہ کے قبیلے کے کچھ حصے تباہ و برباد کر دیئے ہیں جس سے وہ بھاگ کر نیرون میں سندرداس کے پاس پناہ لینے پر مجبور ہو گیا ہے۔ سول رائے نے اس کے علاوہ بہت سی کشتیاں بھی اکٹھی کر لی ہیں تا کہ وہ موقع پاتے ہی مسلمانوں پر حملہ کر سکے اور ان سے موہل کا بدلہ لے سکے اس کی کوشش ہے کہ

مسلمانوں کا خاتمہ سندھ میں ہی کر دے۔

اس نے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے اس کی فوج کا ایک حصہ کاٹھیاوار کے مغربی حصہ پر اور دوسرا حصہ اس سے کچھ آگے پانچ میل مشرق کی جانب ہے تاکہ جس جگہ پر اس پر حملہ ہو تو دوسرے حصے کی فوج اس کی مدد کر سکے۔اس کے علاوہ یہی وہ شخص ہے جس نے موہل کے ساتھ مل کر سراندیپ کے جہاز لوٹے تھے اور مسلمان مرد و عورت قیدی بنائے تھے۔

موہل رائے آج کل جتوڑ گیا ہوا ہے تاکہ وہ راجہ داہر کے دونوں بیٹوں جے سینہ اور گوپی چند سے مشورہ کرنے کے بعد راجہ ہرچندر کی جانب جائے اور اس سے بھی مسلح مدد حاصل کر کے مسلمانوں کیلئے سہ طرفہ محاذ کھول سکے اور اس وقت موقع ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کی فوج پر حملہ کر کے اس کو تہس نہس کر دیا جائے اور اس سے آنے والے خطرے سے بچا جا سکے گا اور آپ اس خطرہ سے نپٹنے کیلئے ابھی اپنی فوج بھیجیں۔

اس فوج میں خریم بن عمر کو ضرور بھیجیں کیونکہ وہ ان لوگوں سے لڑ چکے ہیں اور ان کے تمام حربوں سے آگاہ ہیں اور یہ لشکر نیرون سے ہو کر جائے تاکہ میں بھی اس لشکر میں شامل ہو کر سومل رائے کے تمام ٹھکانوں کی بخوبی نشاندہی کر سکوں اور اپنے قبیلے کی بربادی کا انتقام بھی ان سے لے سکوں۔

محمد بن قاسم نے بہت غور و خوض کے بعد خریم بن عمر اور حنظلہ کو ان کے ماتحت لشکروں کے ہمراہ اس فتنے سے نپٹنے کیلئے بھیج دیا۔

............✿............

قنوج میں مشورے

راجہ داہر کے دونوں بیٹے جے سینہ اور گوپی چند جتوڑ سے اور نکامرہ قبیلے کا سردار سول رائے ساحلی علاقے سے ایک ساتھ نکلے اور تینوں مل کر قنوج کے راجہ ہرچندر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہرچندر نے ان کا شاندار استقبال کیا اور ان کو اپنے محل میں ٹھہرایا۔ یہاں پر اس نے اپنے عمائدین اور سرداروں کو بھی اکٹھا کیا اور پھر ان کے درمیان صلاح و مشورے ہوتے رہے۔ ان کے درمیان مسلمانوں کے لشکریوں کا حملہ کرنے کا انداز اور کئی دوسرے پہلو زیر بحث تھے۔ اس کے بعد ہرچندر نے ذیل کا منصوبہ پیش کیا۔

۱۔ سول رائے اپنے بہترین سورماؤں پر مشتمل لشکر لے کر آئے گا۔

۲۔ جے سینہ اور گوپی چند جتوڑ میں جو خاصا بڑا لشکر جمع کر رکھا ہے اس کی کمان سنبھالیں گے۔

۳۔ میں بذات خود اپنی فوج لے کر آؤں گا اور اس طرح ہمارے پاس تین لشکر ہو جائیں گے اور ہم مسلمانوں کے خلاف تین اطراف سے حملہ کریں گے تاکہ مسلمانوں کی طاقت بھی بٹ جائے۔

۴۔ ان پر حملہ کی ابتدا سول رائے کرے گا جس پر سول رائے نے اسے بتایا کہ اس کے پاس پچیس ہزار جنگجو سوار موجود ہیں اور ان میں سے چند ایک کو بستیوں کی حفاظت کیلئے چھوڑ دوں گا اور بقایا کو لے کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو جاؤں گا۔

منصوبہ

راجہ ہرچندر نے کہا کہ میرے منصوبے کے تحت سول رائے اپنے جوانوں کے ہمراہ نیرون کا رخ کرے اور نیرون پر رات کے وقت مسلح شب خون مارے اور ہر صورت میں نیرون پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے کیونکہ نیرون میں مسلمانوں کی کوئی خاص قوت موجود نہیں ہے اور

وہاں سندرداس اور مسلمانوں کا نائب حاکم ہی ہے اور وہ بڑی آسانی سے زیر ہو جائیں گے۔
جب سول رائے نیرون پر قبضہ جمالے گا تو ہمیں مسلمانوں کے اس لشکر کے ردعمل کا انتظار کرنا ہو گا جو کہ اس وقت اروڑھ میں موجود ہے۔ میرے خیال میں وہ اروڑھ کو خالی کر کے نیرون جائیں گے اور اروڑھ خالی ہونے سے ہمارے لئے بہترین سہولت پیدا ہو جائے گی۔ جے سینہ اور گوپی چند اپنے لشکر کے ہمراہ تیزی سے پیش قدمی کرتے ہوئے اروڑھ پر حملہ کریں گے۔ جس وقت ان کا لشکر اروڑھ کی جانب بڑھے گا دوسری طرف سے میرا لشکر آگے بڑھے گا اور وہ بھی میری زیر نگرانی اروڑھ کی جانب پیش قدمی کرے گا اور اروڑھ پر قبضہ کرنے کی پوری پوری کوشش کی جائے گی۔

دوسری جانب سول رائے ایسے موقع پر نیرون میں قلعہ بند ہو جائے گا اور شہر قلعہ کی فصیل پر سامان حرب جمع کرے گا تا کہ مسلمان فوری طور پر نیرون کے قلعہ پر کمند لگا کر نہ چڑھ سکیں۔

ایسی حالت میں مسلمان اپنی قوت کو تین حصوں میں نہیں بانٹیں گے اور اروڑھ اور برہمن آباد کو چھوڑ کر نیرون کی جانب بڑھیں گے تا کہ اپنی مقبوضات کو دوبارہ حاصل کر سکیں لیکن ہم انہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔
جس وقت مسلمان نیرون کا محاصرہ کر لیں گے تو سول رائے قلعہ کو کسی بھی صورت میں ان کے قبضے میں نہ جانے دے گا اور نہ ہی مسلمانوں کو قریب آنے دے گا اور اس طرح محاصرہ طول پکڑ جائے گا۔ اس دوران میں اور راجہ داہر کے دونوں بیٹے اروڑھ اور برہمن آباد پر قبضہ کر کے نیرون کا رخ کریں گے اور ان پر پشت کی طرف سے حملہ کریں گے۔
اس حملہ میں ایک جانب سے میرا لشکر آگے بڑھے گا اور دوسری جانب سے گوپی و جے سینہ کا لشکر آگے بڑھے گا اور قلعہ کی جانب سے سول رائے کا لشکر آگے بڑھے گا اور سب مل کر بیک وقت چاروں طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر دیں گے۔ اس طرح ہم ان کو بدترین شکست سے دوچار کر دیں گے۔
اب تم لوگ یہ بتاؤ کہ تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے کہ میں نے جو منصوبہ پیش کیا ہے وہ ٹھیک ہے کہ نہیں۔ سب نے اسے بہترین جنگی منصوبہ قرار دیا اور کہا کہ اس پر عمل کرنے کیلئے بیک وقت متعین کیسے ہو گا اور ایک دوسرے کی نقل و حمل سے آگاہی کیسے حاصل ہو گی جس پر یہ طے پایا گیا کہ جیسے ہی سول رائے اپنے علاقے سے نیرون کی طرف پیش قدمی

کرے گا تو اس کا ایک تیز رفتار قاصد فوری طور پر جتوڑ کی جانب روانہ ہو کر اس کی اطلاع گوپی اور جے سینہ کو کرے گا اور وہ دونوں اپنے لشکر سمیت جتوڑ سے برہمن آباد کی طرف روانہ ہوں گے اور جتوڑ کو چھوڑتے وقت ان کا ایک تیز رفتار قاصد میرے پاس آئے گا اور میں یہ پیغام ملتے ہی قنوج سے تیز رفتاری کے ساتھ نکلوں گا اور اروڑھ کا رخ کروں گا۔ گوپی اور جے سینہ برہمن آباد سے کچھ فاصلے پر قیام کریں گے اور میں اروڑھ سے کچھ فاصلے پر قیام کروں گا اور پھر اس کے بعد حالات کا جائزہ لے کر اگلا فیصلہ کیا جائے گا۔

اس فیصلہ کے بعد سول رائے فوری طور پر اپنے علاقے کی جانب چلا گیا تا کہ بغیر کسی مزاحمت کے نیرون پر قبضہ جما سکے۔ اس کے جانے کے بعد جے سینہ اور گوپی بھی جتوڑ کی طرف روانہ ہو گئے تا کہ مکمل تیاریاں کی جاسکیں اور منصوبے کو عملی جامہ پہنایا جاسکے۔

مسلمان لشکر کی سول رائے کی طرف پیش قدمی

مسلمان لشکر چند روز کے قیام کے بعد نیرون سے اس وقت نکلا جب اسے اطلاع ملی کہ سول رائے اپنے علاقے میں پہنچ چکا ہے اور خریم بن عمر نے اپنے لشکر کے ساتھ رات کے اندھیرے میں سفر کیا اور دن کے وقت اپنے لشکر کو پوشیدہ رکھا تا کہ دشمن اس کی نقل و حرکت سے باخبر نہ ہو سکیں۔ اس کے علاوہ سول رائے کی نقل و حرکت سے باخبر رہنے کیلئے وانگ سردار کے کچھ مخبر سول رائے کی بستیوں میں بھیج دیئے تھے۔

اس طرح رازداری سے سفر کرتا ہوا خریم بن عمر ساحل سے کافی ہٹ کر سول رائے کی بستیوں کے قریب پہنچ گیا اور وہاں پڑاؤ کرتے ہوئے اس نے حملے کا منصوبہ بنانا شروع کیا اور پھر ایک فیصلہ کرنے کے بعد اس نے اپنے نائب بنانہ بن حنظلہ کو اپنے منصوبے سے آگاہ کیا کہ۔

"تم مشرق والی بستیوں پر حملہ آور ہونا اور میں مغرب والی بستیوں پر حملہ آور ہوں گا کیونکہ سول رائے کی رہائش بھی مغرب والی بستیوں کی طرف ہے۔ تھوڑی دیر کیلئے تم میرے لشکر سے علیحدہ ہو جاؤ گے۔ لیکن دونوں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ ہو گا اور جنگ شروع کرنے کا اشارہ تم جلتے ہوئے تیر کو فضاء میں چھوڑ کر کرو گے اور اس کے ساتھ ہی ہم دونوں ان پر بیک وقت حملہ کر دیں گے۔

دشمن کو ساحل کی جانب بھاگنے سے روکنے کیلئے تم مشرق میں ساحل کی جانب سے

حملہ کرو گے اور اس طرح تم کشتیوں اور ان کے درمیان حائل ہو جاؤ گے اور میں مغرب کی جانب سے یہ طریقہ اختیار کروں گا اور اس طرح سول رائے کا کوئی بھی آدمی سمندر کی طرف بھاگ نہ پائے گا اور اگر انہوں نے خشکی کی جانب فرار ہونے کا راستہ اپنایا تو اس سے ہمارا نقصان نہ ہونے کے برابر ہوگا۔"

اب اس منصوبے کے مطابق دونوں نے اپنا لشکر سنبھالا اور ایک مشرق اور دوسرا مغرب کی جانب روانہ ہوگیا۔ اپنا محاصرہ قائم کرتے ہی جیسے ہی بنانہ بن حنظلہ نے جلتا ہوا تیر چھوڑا تو دونوں نے اس وقت بیک وقت برق رفتاری کے ساتھ رات کے اندھیرے میں سول رائے کی بستیوں پر حملہ کر دیا۔ چونکہ اس وقت قبائلی سوئے ہوئے تھے اس لئے ان کے سنبھلنے تک مسلمان لشکری ان کے کئی افراد کو تہ تیغ کر چکے تھے اور پھر انہوں نے سنبھل کر مقابلہ کرنے کی کوشش کی اور اس طرح بڑے زور وشور سے جنگ شروع ہوگئی۔

صبح ہونے تک سول رائے کے تمام جنگجوؤں کا تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا اور اس کے ساتھ ہی مسلمانوں نے تیز رفتاری سے بستی کا ساز وسامان سمیٹنا شروع کر دیا اور کام مکمل کرنے کے بعد انہوں نے واپسی کی تیاری شروع کر دی۔ سول رائے وہاں سے فرار ہونے میں ناکام رہا اور مارا گیا اس کے بعد ان کی تمام بستیوں کا صفایا کر دیا گیا۔

اس کے علاوہ یہیں سے وہ آدمی بھی قیدی بنا لئے گئے جو کہ سول رائے کے ساتھ قنوج جا کر حملے کا منصوبہ بنا کر آئے تھے اور جب ان سے اس منصوبے کی تفصیلات کا علم ہوا تو خریم بن عمر نے ایک تیز رفتار قاصد کو محمد بن قاسم کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ سارے حالات سے آگاہ ہو سکے۔

آدھے راستے میں انہوں نے پھر اپنا اپنا لائحہ عمل طے کیا اور بنانہ بن حنظلہ بظاہر تمام ساز وسامان لے کر نیرون کی جانب چلا گیا تا کہ ساز وسامان کو وہاں چھوڑ کر اروڑھ پہنچ جائے جبکہ خریم بن عمر بھی بڑی رازداری سے اروڑھ کی جانب بڑھا اور یہ کام دونوں نے بڑی رازداری کے ساتھ کیا تا کہ جے سینہ اور گوپی کے مخبروں کو اس کی خبر نہ ہو سکے۔

ان دونوں میں یہ طے پایا تھا کہ وہ دونوں مختلف سمتوں سے جے سینہ اور گوپی چند کی جانب بڑھیں گے اور جیسے ہی بنانہ برہمن آباد پہنچے گا تو وہ گوپی چند اور جے سینہ کے لشکر پر حملہ کر دے گا اور پشت کی جانب سے خریم بن عمران پر حملہ آور ہوگا تا کہ ان کو بوکھلا دے اور ان کے ارادوں کو ملیامیٹ کر دے۔

سول رائے کی بربادی کی خبر سن کر جے سینہ اور گوپی چند بہت بوکھلائے اور فوری طور پر ایک قاصد کے ذریعے راجہ قنوج کو خبر دی اور خود جہاں تک پہنچ چکے تھے وہاں پڑاؤ ڈال لیا لیکن وہ مسلمانوں کے ارادوں سے باخبر نہ ہو سکے۔

اچانک ایک روز انہوں نے یہ خبر سنی کہ ان کی پشت پر خریم بن عمر آن پہنچا ہے جبکہ اس کے مخبروں کی اطلاع کے مطابق وہ نیرون جا چکا ہے۔ ابھی وہ اس بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ انہیں معلوم ہوا کہ خریم بن عمر کے ساتھ ایک معمولی سا لشکر ہے جس پر انہوں نے اس سے نپٹنے کا فیصلہ کیا اور جوابی حملے کی تیاری شروع کر دی۔

ابھی وہ اس تیاری میں ہی مصروف تھے کہ سامنے سے بنانہ بن حنظلہ کے لشکر کو آگے آتے دیکھا جس پر انہوں نے اپنی توجہ اس لشکر کو روکنے پر مرکوز کر دی اور ابھی وہ اسی شش و پنج میں مبتلا تھے کہ بنانہ بن حنظلہ نے سامنے کی جانب سے ایک زوردار حملہ کر دیا اور ابھی جنگ کے شعلے نمودار ہوئے ہی تھے کہ پشت کی جانب سے خریم بن عمر نے بھی ایک زوردار حملہ کر دیا ۔ ایک گھمسان کے رن کے بعد گوپی چند اور جے سینہ کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر جتوڑ کی جانب بھاگ نکلے۔

جب اس کی اطلاع راجہ ہر چندر کو ملی تو وہ الٹے قدموں قنوج کی طرف واپس پلٹ گیا۔

محمد بن قاسم کی شادی

راجہ داہر کی ایک رانی جس کا نام لاڈلی تھا اور وہ برہمن آباد میں گرفتار ہوئی تھی۔ اسے مسلم سردار محمد بن قاسم نے عزت کے ساتھ پردے میں ٹھہرایا اور پھر حجاج بن یوسف کی اجازت سے محمد بن قاسم نے اسے اپنے عقد میں لے لیا۔

نئے ارادے

اروڑہ میں کافی دنوں کے آرام کے بعد محمد بن قاسم نے بھاٹیہ قلعہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تاکہ وہاں کے راجہ سے اطاعت و فرمانبرداری لی جا سکے اور اس سلسلہ میں کافی تیاریوں کے بعد وہ لشکر سمیت وہاں روانہ ہوگیا۔ یہ قلعہ شمال کی جانب ملتان اور اروڑہ کے درمیان واقع تھا اور یہاں کا حاکم راجہ داہر کے چچا کا بیٹا کسکہ تھا جو کہ اروڑہ کی شکست کے بعد یہاں پر آ کر مقیم ہوگیا تھا اور یہاں پر زبردستی قبضہ جما چکا تھا۔

مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر وہ قلعہ بند ہوگیا اور پھر کئی دنوں کے محاصرے کے بعد اس نے محمد بن قاسم کی جانب ایک وفد اطاعت کا اقرار کرنے کیلئے بھیجا تاکہ صلح ہو جائے اور جس میں اس نے اپنی خطاؤں کی معافی مانگی تھی۔

اس پر محمد بن قاسم نے یہ شرط رکھی کہ اگر تم خود میرے پاس چل کر آؤ گے تو میں اس بات پر غور کروں گا ورنہ نہیں۔

اس پر کسکہ خود محمد بن قاسم کے پاس حاضر ہوا اور محمد بن قاسم نے اس سے بہترین سلوک کیا اور اہل قلعہ کو مکمل امان دے دی اور پھر اس کے بعد قلعہ کا انتظام درست کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے آگے کی جانب پیش قدمی کی۔ بھاٹیہ کا راجہ بھی اس کے ساتھ تھا اور دریائے بیاس کو عبور کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اسکلندہ کے قلعہ کا محاصرہ کیا اور اس قلعہ پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ قلعے والے فوری طور پر قلعے سے باہر نکل آئے اور پھر دونوں جانب سے تابڑتوڑ حملے شروع ہو گئے اور پھر وہ سہ پہر تک مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھا کر قلعہ کی جانب واپس بھاگ گئے اور قلعہ کے اندر سے تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ اس کے علاوہ انہوں نے قلعے پر منجنیقوں سے ملتی جلتی ہوئی مشینیں نصب کر دیں تاکہ سنگ باری سے مسلمانوں کو قلعہ پر حملہ کرنے سے روکا جا سکے۔

قلعے کے راجہ بکھرا نے کئی دن تک مقابلہ جاری رکھا اور پھر ایک دن اپنی شکست کو دیکھ کر سکہ کی طرف بھاگ گیا جو کہ ملتان کے نزدیک ایک شہر تھا اور دریائے راوی کے جنوب مغربی کنارے پر آباد تھا۔

اسکلندہ کے راجہ کے فرار ہونے پر وہاں کے شہریوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور محمد بن قاسم کی اطاعت قبول کر لی۔

محمد بن قاسم نے اسکلندہ کے انتظامی امور کو درست کیا اور وہاں کے چار ہزار لشکریوں کو قتل کروادیا تاکہ آئندہ کوئی بھی مقابلے پر نہ آسکے۔ اس کے علاوہ محمد بن قاسم نے بنو تمیم کے ایک فرد کو یہاں کا حاکم بنا دیا۔

سکہ کی جانب پیش قدمی

اسکلندہ کا انتظام مکمل کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے سکہ شہر کا رخ کیا اور سکہ میں دشمنوں کی بہت بڑی فوج جمع تھی۔ یہ شہر دریائے راوی کے مغربی کنارے پر آباد تھا جبکہ ملتان مشرقی کنارے پر آباد تھا۔ اس شہر کو ہمیشہ سے ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا۔ یہاں پر اروڑ اور دیگر شہروں کے شکست خوردہ لشکری بھی اکٹھے ہو چکے تھے۔

سکہ کا راجہ بجھرا جو کہ سیوستان کے حاکم بجے رائے کا نواسہ تھا۔ ایک اعلیٰ درجے کا جنگجو بھی تھا۔

بجھرا نے شہر سے باہر نکل کر پڑاؤ ڈالا تاکہ وہ شہر سے باہر ہی محمد بن قاسم کا مقابلہ کر سکے۔ ابھی محمد بن قاسم کا لشکر پوری طرح سکہ شہر کے قریب پہنچا بھی نہیں تھا کہ بجھرا نے زبردست حملہ کر دیا جس کے پیش نظر تھا کہ مسلمانوں کو صفیں سیدھی کرنے کا موقع نہ دیا جائے اور اس طرح انہیں شکست سے دوچار کر دیا جائے۔

اس صورتحال سے گھبرانے کی بجائے محمد بن قاسم نے فوری طور پر اپنے لشکر کو سنبھالا اور جوابی حملہ کر دیا اس کے ساتھ ہی اندھیری رات میں فضاء نعروں سے گونجنے لگی۔

ابتداء میں محمد بن قاسم کا قدرے نقصان ہوا لیکن اس کے سنبھلتے ہی مسلمان لشکریوں نے ایسا پرزور حملہ کیا کہ الامان۔ گو کہ بجھرا کے ساتھ ایک بہت بڑا لشکر تھا لیکن جلد ہی اسے اپنی شکست کے آثار نظر آنے لگے اور اس نے بہت تیزی سے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ پھر اس کی بقیہ فوج اور اس نے قلعہ میں جا کر پناہ لی اور قلعہ بند ہو گیا۔

محاصرہ کئی دنوں تک جاری رہا اور راجہ بجھرا کو یقین ہو گیا کہ وہ زیادہ دیر تک مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکے گا اور اسی کشمکش میں ایک رات اس نے اپنے عزیزوں کے ہمراہ راہ فرار اختیار کر لی اور دریائے راوی پار کر کے ملتان چلا گیا۔

چونکہ بجھرا کی راہ فرار سے اس کے لشکریوں کے دل بدظن ہو گئے تھے اس لئے انہوں نے مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور اس لڑائی میں تقریباً دو سو کے قریب مسلمان شہید ہوئے جس کا محمد بن قاسم کو بے حد رنج تھا اور اس نے شہر سکہ کو برباد کرنے کی قسم کھائی تھی جس کی وجہ سے اس نے شہر میں داخل ہو کر شہر کو تباہ و برباد کر دیا۔

ملتان

ملتان اس وقت میں راجہ داہر کے ماتحت تھا اور یہاں کا راجہ گورسنگھ تھا۔ گورسنگھ راجہ داہر کے بھائی چندر کا بیٹا تھا۔ ایک روز گورسنگھ اپنے راج محل میں اپنے سپہ سالاروں سے سندھ کی صورتحال اور مسلمانوں کی پیش قدمی کے بارے میں بات چیت کر رہا تھا کہ اسے اطلاع دی گئی کہ سکہ شہر کا حاکم اپنے اہل وعیال کے ساتھ یہاں آیا ہے اور ملاقات کرنے کیلئے بے چین ہے۔

اس بات نے راجہ گورسنگھ کو اچنبھے میں ڈال دیا اور اس نے استعجابیہ لہجے میں آنے والوں سے پوچھا کہ کیا بجھرا وہاں سے بھاگ کر آیا ہے یا ہمارے پاس امداد لینے کیلئے آیا ہے۔ اطلاع کرنے والے نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور اس پر گورسنگھ نے اسے اندر بھیجنے کا حکم دیا اور اس کے اہل خانہ کیلئے بہترین قیام گاہ کا حکم دیا۔

جب راجہ بجھرا جب اندر داخل ہوا تو گورسنگھ نے اس کا استقبال کیا اور اپنے پہلو میں بٹھایا اور اس سے صورتحال دریافت کی۔ اس پر بجھرا نے کہا کہ

"میں سکہ شہر چھوڑ کر تمہارے پاس پناہ لینے آیا ہوں اور میں نے اپنی بساط کے مطابق مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن باوصف اس کے میرا لشکر بہت بڑا تھا میں مسلمانوں کے ہاتھوں مغلوب ہو گیا۔"

اس پر راجہ گورسنگھ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا

"بجھرا کیا بات ہے۔ مسلمان سارے سندھ پر چھا رہے ہیں اور اب ں نے شمال کا رخ کر لیا ہے۔ کیا پورے سندھ میں ان کا مقابلہ کرنے کی قوت باقی نہیں رہی۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے۔"

بجھرا نے جواب دیا کہ

"یہی بات تو سمجھ سے بالاتر ہے کہ وہ جس طرح عقاب اپنے شکار پر جھپٹتا ہے اس صورت میں لڑتے ہیں اور بڑے بڑے سورما ان کے آگے بے بس ہو جاتے ہیں اور ان کا انداز لڑائی اس قدر عجیب ہے کہ وہ کسی بھی لحہ صورتحال کا ادراک کرتے ہوئے اچانک اس کا رخ موڑ دیتے ہیں اور اس سے زائد میں اب کیا کہہ سکتا ہوں۔"

گورسنگھ نے کہا کہ۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمان نا قابل تسخیر ہیں۔"

ہجرا نے کہا کہ۔

"دراصل ہمارے اندر اتحاد، یکجہتی اور تنظیم نہیں ہے جبکہ وہ ان تمام صفات سے مزین ہیں اور ان سے مقابلہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب تک ہم تنظیم تو کے علاوہ اپنے پاس ایک بہت بڑا لشکر نہ رکھتے ہوں۔"

گورسنگھ نے اس پر کہا کہ۔

"ٹھیک ہے بہر حال وہ سکر پر قبضہ کرنے کے بعد اب ضرور ملتان کا رخ کریں گے۔ میرے پاس اس قدر بڑا لشکر موجود ہے جو کہ پورے سندھ میں کسی کے پاس نہیں ہے اور میں تمہیں اس لشکر کا سالار بناتا ہوں۔ جب وہ ملتان پر حملہ کریں تو تمہارا کام یہ ہے کہ تم ان کا مقابلہ ملتان سے باہر نکل کرو۔"

اس کے بعد گورسنگھ نے کہا کہ میں نے قبل ازیں اس بدلتی ہوئی صورتحال کے پیش نظر قنوج کے راجہ کے پاس بھی ہرکارے بھیجے ہیں اور بدلتی ہوئی صورتحال سے اسے آگاہ کیا ہے اور ساتھ ہی اسے یہ بات واضح کر دی ہے کہ اگر مسلمان ملتان پر قابض ہو گئے تو پھر پورے ہند میں کوئی بھی علاقہ مسلمانوں کے مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔ اس لئے اس کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ بھی مسلمانوں کی راہ روکے اور اگر مسلمان دریا کو عبور کر کے ملتان کا رخ کریں تو وہ اس کی نہ صرف اطلاع دے بلکہ اپنی فوج کے ہمراہ موجود رہے اور پشت کی جانب سے مسلمانوں پر حملہ کرے تاکہ ہماری فتح یقینی ہو جائے۔

ابھی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ قنوج کا ایک قاصد حاضر ہوا اور آتے ہی کہنے لگا کہ۔

"مجھے راجہ ہرچندر نے بھیجا ہے یہ خبر پایہ تصدیق کو پہنچ چکی ہے کہ سکہ شہر پر مسلمانوں قابض ہو گئے ہیں اور اب یہ بات واضح نظر آ رہی ہے کہ وہ ملتان شہر کی طرف بڑھیں اور دریائے راوی کو عبور کرتے ہوئے حملہ آور ہوں۔

راجہ ہرچندرام کا کہنا ہے کہ اگر ایسی صورتحال ہو جب معاہدہ ہوئی تو آپ ملتان شہر سے باہر نکل کر ان کا مقابلہ کریں اور جب جنگ زور پر ہوگی تو ہم پشت کی جانب سے حملہ کریں گے۔ اس میں ہم معمولی سی ترمیم کرتے ہیں جب مسلمان آپ سے جنگ کر رہے ہوں تو ہم اروڑھ کی جانب سے آگے بڑھیں گے اور اس پر حملہ آور ہوں گے تاکہ مسلمانوں پر دو اطراف سے محاذ کھول دیا جائے اور اس طرح وہ شکست سے دوچار ہو جائیں گے اور کہیں بھی ہم سے جنگ نہ کر سکیں گے۔

لیکن یہ منصوبہ بھی اس وجہ سے ختم ہو گیا کہ وقت سے پہلے ہی اس کا پتا چل گیا۔ اب پھر یہ بات طے پائی کہ ہمارا لشکر دو روز تک ملتان کے نواح میں پہنچ جائے گا اور آپ کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کرے گا۔"

گورسنگھ نے راجہ ہرچندرام کا شکریہ ادا کیا اور جواب میں کہلا بھیجا کہ بروئے معاہدہ ہی جنگ کے منصوبے پر عمل کیا جائے گا۔

محمد بن قاسم کو اطلاع

اس فیصلے کی خبر بھی مخبروں نے محمد بن قاسم کو کر دی جس پر اس نے بھی دریائے راوی کو عبور کرنے اور ان کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی اور پھر مناسب انتظامات کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے لشکر سمیت دریا کو پار کر لیا اور ملتان کے باہر پڑاؤ ڈال لیا۔ گورسنگھ اور ہرچندرام کی افواج بالکل سامنے ہی تھیں۔ محمد بن قاسم نے اپنی صفیں درست کرنی شروع کر دیں اور صفیں درست کرنے کے بعد اپنے سالاروں سے یوں مخاطب ہو کر کہا۔

"دشمن نے ہمیں پھنسانے کیلئے اپنے لشکر کے دو حصے کر رکھے ہیں۔ دائیں جانب قنوج کے راجہ ہرچندرام کا لشکر ہے اور بائیں جانب ملتان کے راجا گورسنگھ کا لشکر ہے اور یہ حملہ آور ہونے کیلئے تیار کھڑے ہیں۔

ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے یہ منصوبہ بنایا ہے کہ میں اپنے لشکر کے چار حصے کرتا ہوں۔ ایک حصہ میرے پاس رہے گا، دوسرا حصہ خریم بن عمر کے پاس ہوگا، تیسرا حصہ بنانہ بن حنظلہ اور چوتھا حصہ ذکوان بن علوان کے پاس ہوگا۔

عطا بن مالک میرے ساتھ کام کرے گا۔ میرے بائیں جانب بنانہ بن حنظلہ رہے گا اور دونوں اپنے حصے کے لشکریوں کے ساتھ ملتان کے راجہ گورسنگھ کے لشکر پر حملہ آور ہوں گے

میں دشمن کے لشکر کو بائیں جانب کے حصے پر حملہ کروں گا اور بنانہ بن حنظلہ دائیں جانب حملہ کرے گا اس طرح مجھے امید ہے کہ میں اور بنانہ گورسنگھ کے لشکر کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

خریم بن عمر میرے دائیں جانب ہوگا اور میرے اور خریم بن عمر کے درمیان ذکوان بن حلوان ہوگا اور تم دونوں کا ہدف قنوج کا راجہ ہر چندرام ہوگا۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ تم دونوں بھی اپنی سابقہ روایات کو دہراتے ہوئے ایک مرتبہ پھر ثابت کر دو گے کہ شجاعت، جوانمردی اور دلیری میں تمہارا کوئی ثانی نہیں ہے اور دشمنوں کو اسلامی سپاہ کو شکست دینا ممکن نہیں ہے۔ اس طرح حملہ کرنے سے ہمیں دشمن کو شکست دینا آسان ہوگا۔"

اس بات سے سب سالاروں نے اتفاق کیا اور طے شدہ منصوبے کے مطابق جنگ کیلئے صفیں درست کرنا شروع کیں اور صف بندی کرنے کے بعد سب نے یک زبان ہو کر عہد کیا کہ۔

"ہمارے سامنے خواہ کتنا ہی بڑا لشکر کیوں نہ ہو ہم اللہ عزوجل سے کیے ہوئے وعدہ پر آج اپنی جانیں قربان کر دیں گے لیکن اسلام پر آنچ نہ آنے دیں گے۔"

جنگ کی ابتداء

جنگ کی ابتداء ملتان کے راجہ گورسنگھ کے لشکریوں اور قنوج کے راجہ ہر چندرام کے لشکریوں نے نعرے لگاتے ہوئے کی اور تیزی سے حملہ آور ہوئے۔ محمد بن قاسم نے تھوڑی دیر تک گہری نظروں سے ان کا جائزہ لیا اور اس کے بعد انتہائی گرجدار آواز میں نعرہ تکبیر بلند کیا اور اپنی تلوار فضاء میں لہرائی اور اس کے جواب میں باقی کے مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا اور فضاء مسلسل نعرہ تکبیر سے گونج اٹھی اور پھر برق کی طرح دشمن کی طرف لپکے اور دیکھتے ہی دیکھتے جنگ کے شعلے بلند ہونا شروع ہو گئے۔

ملتان کے راجہ گورسنگھ اور قنوج کے راجہ ہر چندرام نے سوچا تھا کہ وہ تھوڑے ہی وقت میں مسلمانوں کو شکست سے دوچار کر دیں گے لیکن مسلمان تعداد میں تھوڑے ہونے کے باوجود مقابلے پر پوری طرح ڈٹے رہے اور ہندو لشکریوں کی تعداد اندازے سے بھی زیادہ کم کرتے رہے اور شام ہوتے ہی دونوں لشکر پیچھے ہٹ گئے اور جنگ دوسرے دن پر ملتوی ہو

اگلے دن پھر دونوں لشکر آمنے سامنے کھڑے تھے اور اپنی اپنی صفیں درست کر رہے تھے کہ ایسے میں محمد بن قاسم نے گرجدار آواز میں اپنے لشکر سے مخاطب ہو کر کہا کہ۔

''کل کی مانند آج بھی اپنے دشمن پر عقاب کی طرح جھپٹ پڑو اور انہیں بتا دو کہ ان کا پالا مسلمانوں سے پڑا ہے۔''

ابھی محمد بن قاسم کا خطاب ختم نہ ہوا تھا کہ گور سنگھ اور ہر چندرام کا لشکر حملہ آور ہونے کیلئے آگے بڑھا لشکر کی ترتیب وہی کل والی تھی جبکہ مقابلہ میں محمد بن قاسم کا لشکر بھی کل والی ترتیب کے مطابق تھا۔

پھر اچانک خوفناک جنگ شروع ہوئی اور مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر حملہ کرنا شروع کر دیئے۔ مسلمانوں نے سہ پہر تک جانفروشی اور شجاعت کے وہ کارنامے رقم کیے کہ آفتاب بھی آسمان پر دنگ رہ گیا۔

سہ پہر کے قریب ہندو لشکر شکست کھا کر پیچھے کی جانب ہٹا اور پھر تیزی سے ملتان کے قلعے میں داخل ہو گیا اور آج کی لڑائی کے خاتمے نے صورتحال کو یکسر بدل دیا تھا اور دشمن نے دوبارہ قلعہ سے باہر آ کر مقابلہ کرنا چھوڑ دیا۔

اب کی دفعہ انہوں نے قلعہ کے اوپر منجنیقیں لگا کر سنگ باری شروع کر دی تا کہ مسلمان قلعہ کی فصیل تک نہ پہنچ سکیں۔ اس طرح مسلمان صرف قلعہ کا محاصرہ کر کے رہ گئے اور محاصرہ دن بدن طویل ہوتا چلا گیا۔ مسلمانوں کے لشکر میں غلہ کی کمی ہو گئی اور یہاں تک کے لشکریوں کو کئی کئی دن فاقے سے گزارنے پڑے لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری اور مقابلے پر بدستور ڈٹے رہے۔

محمد بن قاسم کا نیا حربہ

ابھی محمد بن قاسم اس صورتحال کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اس سے کیسے نپٹا جائے کہ ایک ہندو چھپتا چھپاتا قلعہ سے باہر آیا اور اس نے محمد بن قاسم کو وہ راز بتا دیا کہ جس سے قلعہ فتح کرنے میں آسانی پیدا ہو گئی۔ اس ہندو نے محمد بن قاسم کو شہر کو پانی کی فراہمی کرنے والے نالہ کا بتا دیا جس سے شہری پانی پیتے تھے۔ محمد بن قاسم نے اس نالے کو بند کروا دیا جس سے شہر میں پانی کی قلت ہو گئی۔

اس کے ساتھ ساتھ محمد بن قاسم نے محاصرہ اتنا شدید کر دیا کہ شہر میں غذائی قلت

پیدا ہو گئی اور اس صورتحال سے ملتان کا راجہ گور سنگھ بے حد گھبرا گیا اور اس کی ہمت جواب دے گئی اور کئی روز کی سوچ و بچار کے بعد اور فتح سے مایوس ہو کر اس نے اپنے اہل و عیال سمیت ملتان سے بھاگ جانے کی سوچی اور خفیہ راستے سے وہ قلعہ ملتان سے نکلا اور خاموشی سے کشمیر کی جانب بھاگ نکلا۔ اس کے باوصف اس کی غیر حاضری میں بجھرا نے جنگ جاری رکھی مگر قلعہ سے باہر نکلنے کی ہمت اس کی بھی نہیں ہوئی۔

محمد بن قاسم اس صورتحال کا گہری نظر سے جائزہ لیتا رہا لیکن قلعہ بے حد مضبوط تھا اور اس کی وجہ سے اس کا کوئی کمزور پہلو نظر نہ آ رہا تھا جس پر وہ منجنیقوں سے سنگ باری کرتے اور قلعہ میں داخل ہونے کا راستہ ڈھونڈتے۔ پھر ایک دن ملتان کا ایک شخص قلعہ کے باہر سے پکڑا گیا اور اسے محمد بن قاسم کے سامنے پیش کر دیا گیا جس نے مکمل امان کے وعدہ پر محمد بن قاسم کو ملتان شہر میں داخلے کا وہ راستہ بتا دیا جس کے ذریعے با آسانی شہر پر قبضہ کیا جا سکتا تھا۔

اس نے بتایا کہ جس طرف سے آپ قلعہ پر حملہ آور ہوئے ہیں اس طرف قلعہ کی فصیل کافی چوڑی اور مضبوط ہے اور جس کو منجنیقوں کی سنگ باری سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا البتہ دریا کی سمت والی فصیل کمزور ہے اور اگر وہاں سنگ باری کی جائے تو فصیل کو جلد مسمار کر دیا جائے گا اور اس طرح شہر میں داخلہ آسان ہو جائے گا۔

محمد بن قاسم نے اس کے بیان کے بعد دریائی فصیل کا جائزہ لیا اور پھر مناسب جگہ پر منجنیقیں نصب کروا کر اس جانب سے قلعہ پر سنگ باری شروع کر دی اور اس وقت تک سنگ باری جاری رکھی جب تک کہ قلعے کی دیوار ٹوٹ کر گر نہ گئی۔

دیوار کے گرتے ہی مسلمان عقاب کی طرح لپکے اور شہر میں داخل ہو گئے۔ اب شہر میں دست بدست جنگ شروع ہو گئی اور یہاں دشمن کے چھ ہزار لشکری مارے گئے اور باقی جانیں بچا کر بھاگ نکلے۔ محمد بن قاسم نے تاجروں، کاشتکاروں اور مناعوں کو عام معافی دے دی اور ان پر جزیہ کے علاوہ جرمانہ بھی عائد کر دیا۔ ملتان والوں نے جرمانہ کی مد میں ساٹھ ہزار درہم ادا کر کے اپنی جان بچائی۔

فتح ملتان

ملتان کی فتح کے بعد محمد بن قاسم کے ہاتھ اس قدر مال و دولت مال غنیمت میں آیا کہ اب تک کسی بھی شہر کی فتح سے اتنا مال غنیمت اکٹھا نہ ہوا تھا۔ محمد بن قاسم نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کیا اور اسے حجاج بن یوسف کے پاس عراق بھیج دیا جس کو حجاج بن یوسف

نے خلیفہ ولید بن عبدالمالک کی خدمت میں بھیج دیا اور ساتھ میں یہ کہا کہ میں نے سندھ پر حملہ کرتے وقت آپ سے کہا تھا کہ وہاں خرچ ہونے والی رقم کا دوگنا آپ کے خزانے میں جمع کرواؤں گا اور آج میں اپنے وعدے میں سرخرو ہو گیا ہوں اور دوگنا سے بھی کئی گنا زیادہ رقم آپ کے خزانے میں بھیج رہا ہوں۔ حجاج کی اس بات پر خلیفہ ولید بن عبدالمالک بے حد خوش ہوا اور اس کی خدمت کو بے حد سراہا۔

ایک اندازے کے مطابق اس مہم میں چھ کروڑ درہم خرچ ہوئے تھے اور بدلے میں خزانے میں بیس کروڑ درہم جمع کروائے گئے۔

ملتان کی فتح کے بعد یہاں ایک عالیشان مسجد تعمیر کروائی گئی اور محمد بن قاسم نے ایک شخص داؤد بن نصر کو ملتان کا حاکم مقرر کیا اور ابن عبدالمالک تمیمی کو برہم پور کا حاکم بنایا۔ عکرمہ بن ریحان کو ملتان کے نواح کی حکومت بخشی جب کہ احمد بن عتبہ کو اشہار اور کروڑ کا حاکم بنایا۔ خود محمد بن قاسم نے بقیہ ساز وسامان جنگ اور لشکریوں کے ساتھ اقامت اختیار کی اور ملتان سے بھاگ جانے والے لوگوں کی حویلیاں اور مکان اپنے سالاروں اور لشکریوں میں تقسیم کیے۔

چونکہ راجہ ہرچندرام قنوج کی جانب اپنے بقیہ لشکر کو لے کر بھاگ گیا تھا اب محمد بن قاسم نے اسے ایک خط بھیجا جس میں اسے بھی اطاعت وفرمانبرداری اختیار کرنے کے بعد جزیہ دینے کا مطالبہ کیا تھا اور عدم ادائیگی جزیہ اور اطاعت کے جنگ کرنے کی دھمکی دی گئی۔ لیکن کئی روز تک راجہ قنوج ہرچندرام نے اپنے مشیروں کے ساتھ صلاح ومشورہ کرنے کے بعد جواب میں کہلا بھیجا کہ

"تلواریں ہی ہمارا اور آپ کا مقابلہ کریں گی۔"

محمد بن قاسم نے اس جواب کے بعد اپنے سالاروں کو اکٹھا کیا اور پھر قنوج کے راجہ کے خلاف لشکر کشی کا پورا منصوبہ تیار کیا ابھی یہ لشکر اس منصوبہ پر عمل کرنے کی تیاری کر رہا تھا کہ عراق سے حجاج بن یوسف کے مرنے کی خبر ملتان پہنچی جس سے محمد بن قاسم اور لشکر والوں کو از حد صدمہ ہوا اور اس کے ساتھ ہی یہ مہم ملتوی کر دی گئی تا کہ پتا چل سکے کہ مملکت اسلامیہ کے مشرقی علاقوں کیلئے کون حاکم مقرر ہوتا ہے اور اس کی طرف سے کیا فرمان جاری ہوتا ہے۔

بہر حال اس کے علاوہ بعض چھوٹے علاقوں میں لشکر بھیجے گئے اور ان سے حلف اطاعت اور جزیہ لے کر امان دی گئی۔

حجاج بن یوسف کی وفات

۹۳ ہجری میں حجاج بن یوسف کی شکایت پر ولید بن عبدالمالک نے عمر بن عبدالعزیز کو معزول کر کے عثمان بن حبان کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ جو لوگ حجاج کے ظلم وستم سے بچنے کے لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں مکہ معظمہ آ گئے تھے ان میں سعید بن جبیر بھی تھے۔ سعید بن جبیر، عبدالرحمٰن بن اشعث کے ہم آہنگ ہو گئے تھے اور حجاج کی نظر میں یہ خطا کوئی معمولی حیثیت کی نہ تھی۔ حجاج بن یوسف کے کہنے پر خالد بن عبداللہ نے ان کو گرفتار کر کے حجاج کے پاس روانہ کر دیا اور حجاج نے سعید بن جبیر کو بالکل بے گناہ قتل کر دیا۔

حجاج کی موت

حجاج بن یوسف نے سعید بن جبیر کو بالکل بے گناہ اپنی آنکھوں کے سامنے ۹۴ ہجری میں قتل کرا دیا تھا۔ اور ان کا سر کاٹ کر زمین پر دے مارا تھا۔ مگر جونہی سعید بن جبیر کا سر زمین پر گرا تو اس میں سے تین مرتبہ

"لا الہ الا اللہ"

کی صدا نکلی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر اور یہ آواز سن کر یکدم حجاج بن یوسف کے حواس مختل ہو گئے تھے اور وہ اس وقت کے بعد سے ہر دم اور ہر گھڑی دہشت زدہ رہنے لگا۔ اس کو معمولی معمولی چیزوں سے بھی ڈر آنے لگا تھا۔ وہ اکثر اپنے آپ سے چلا کر کہتا تھا۔

مجھے سعید بن جبیر سے کیا لینا تھا؟

سعید بن جبیر نے تو میرا کچھ نہ بگاڑا تھا۔

آخر اس دیوانگی کے عالم میں ۹۵ ھ شوال کی بیس تاریخ کو وہ اس جہاں سے گناہوں کا ناقابل برداشت انبار لے کر موت کی آغوش میں چلا گیا تھا۔ موت کے وقت اس کی عمر چون (۵۴) سال تھی۔

۹۵ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی کا انتقال ہوا۔ وہ اموی حکومت کا قوت بازو تھا۔
اموی حکومت کے دوبارہ قیام اور استحکام میں حجاج کی کوششوں کا بڑا دخل ہے۔ اسی نے تمام مخالف قوتوں کا خاتمہ اور عراق کو جو بنی امیہ کی مخالفت میں سب سے آگے تھے، قابو میں کیا۔
حجاج بن یوسف اگرچہ بڑا ظالم اور سخت گیر تھا۔ انہوں نے ہزاروں بے گناہوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ لیکن ان میں بعض خصوصیات بھی تھیں۔ حجاج بن یوسف بڑا فصیح اور بلیغ مقرر تھا۔ اس کی بعض تقریریں عربی بلاغت کا بہترین نمونہ ہیں۔ وہ کلام اللہ کے بڑے اچھے قاری تھے۔ قرآن حکیم پر سب سے پہلے حجاج بن یوسف نے اعراب لگوائے۔
سندھ کی فتح ان کا ایک یادگار کارنامہ ہے۔ اگرچہ فاتح سندھ محمد بن قاسم ہیں لیکن حجاج بن یوسف نے ہی انہیں اس مہم پر مامور کیا تھا اور آخری وقت تک وہ ان کی مدد کرتا رہا۔ اس لیے سندھ کی فتح درحقیقت اسی کی توجہ کا نتیجہ ہے۔

اولاد

حجاج بن یوسف جتنے بڑے فاتح اور شمشیر زن تھے خدا نے ان کو اسی طرح کثرت اولاد سے نوازا ہے اللہ نے انہیں ۱۹ بیٹے عطا کیے تھے۔ جن میں چند کے نام یہ ہیں۔
(۱) سلیمان (۲) محمد عباس (۳) عمر بشر (۴) روح (۵) خالد (۶) تمام (۷) مبشر (۸) یزید (اس دور میں یزید لڑکوں کا ایک عام نام تھا) (۹) عبدالرحمٰن (۱۰) ابراہیم (۱۱) یحییٰ (۱۲) ابوعبیدہ (۱۳) مسرور اور دیگر۔

حجاج بن یوسف کا عہد

حجاج کا دور اگر چہ ولید کا دور تھا مگر اس دور میں بے پناہ فتوحات حاصل ہوئیں جن سب میں حجاج بن یوسف کا بھرپور حصہ تھا۔ کسی ملک کا فتح کر لینا نہ انسانیت کی کوئی خدمت ہے اور نہ تمدن کی بلکہ آج کل تو اسے سلب آزادی کا نام دیا جاتا ہے۔ لیکن ولیدی دور کی یہ خصوصیات ہے کہ اس وقت جو ملک بھی فتح ہوا، اسلام کی وجہ سے اس ملک کی کایا پلٹ گئی اور وہ دفعتاً پستی کی حالت سے ابھر کر انسانیت کی بلند سطح پر آ گیا۔

حجاج بن یوسف کی رزم و بزم کے اس قدر دلچسپ، حیرت انگیز اور عجیب وغریب واقعات ہیں جن کی تفصیل وتفسیر کے لیے ایک اور اتنی ہی ضخیم کتاب کی ضرورت ہوگی پھر بھی ہم قاری اور تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے کے لیے حجاج بن یوسف کے کچھ اہم اور ضروری حالات کا اس جگہ تذکرہ کر رہے ہیں کیونکہ ان کے ذکر کے بغیر حجاج بن یوسف کی شخصیت پوری طرح ابھر کر سامنے نہیں آ سکتی ۔ پھر بھی ہم ان میں سے چند کا ذکر ضرور کریں گے تاکہ اس جانباز، سپہ سالار اور فاتح کی شخصیت کے کچھ باب آپ کی نظروں کے سامنے آ جائیں۔

اسلام کے مشہور، قائد اور سپہ سالار حضرت عبداللہ بن زبیر کے بعد سوائے حجاج بن یوسف کے اور کوئی دوسری شخصیت نظر نہیں آئی جس کا اسلامی خلفاء کے دور میں رزم اور بزم دونوں جگہ قبضہ رہا ہو اسے اگر ہم اس طرح کہیں کہ حجاج بن یوسف کا دور مسلم خلیفہ عبدالمالک بن مروان سے شروع ہو کر ولید بن عبدالمالک تک یعنی ۷۳ ھ سے ۹۶ ھ جاری اور ساری دکھائی دیتا ہے۔

حجاج بن یوسف ثقفی اور ولید بن عبدالمالک ایک تصویر کے دو رخ ہیں۔ حجاج، خلفائے بنی امیہ کا صرف مشہور وزیر ہی نہیں تھا بلکہ اگر اموی خلیفہ ولید کے دور حکومت پر نظر ڈالی جائے تو ہر مسئلہ اور معاملہ میں حجاج بن یوسف ثقفی چمکتا دمکتا دکھائی دیتا ہے۔ پس حجاج

بن یوسف کے کارناموں پر نظر ڈالنے کے لیے پورے دور بنو امیہ خاص کر ولید بن عبدالمالک سے سلیمان بن عبدالمالک کے زمانے تک نظریں دوڑانا پڑیں گی۔

خلیفہ ولید بن عبدالمالک کی موت

حجاج کی وفات کے فوری بعد ولید بن عبدالمالک بھی بیمار ہو گیا اور آٹھ ماہ زندہ رہنے کے بعد اس نے دمشق میں ۹۴ھ میں وفات پائی۔ اس کی نماز جنازہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پڑھائی اور اسے باب صغیر کے باہر دفن کیا گیا۔ مختلف روایات کے مطابق اس کی عمر ۴۲ سے ۴۶ سال تک تھی اور اس کی مدت خلافت نو سال اور چھ مہینے تھی۔

ولید بن عبدالمالک چاہتا تھا کہ اپنی موت سے پہلے سلیمان کو معزول کر کے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد بنائے اور اس بات کا مشورہ اسے حجاج بن یوسف نے دیا تھا لیکن وہ اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے ہی مر گیا۔

ولید بن عبدالمالک کا دور

ولید بن عبدالمالک کا دور حکومت دراصل حجاج بن یوسف ثقفی کا دور حکومت ہے کیونکہ حجاج بن یوسف، اموی خلیفہ ولید بن عبدالمالک کا امیر ہی نہیں بلکہ حکومتی معاون اور مشیر کار تھا۔ ولید اپنا ہر کام شروع کرنے سے پہلے حجاج بن یوسف سے نہ صرف مشورہ کرتا تھا بلکہ اس کے بتائے ہوئے خطوط پر عمل کرتا اور کراتا تھا۔

عہد ولید پر ایک سرسری تبصرہ

خلیفہ ولید بن عبدالمالک کے دور حکومت و خلافت کا تمام تر کرتا دھرتا حجاج بن یوسف ثقفی تھا۔ اس دور پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو ہمیں مندرجہ ذیل باتیں نظر آئیں گی۔

(۱) دولت کی کثرت اور فتوحات کا زریں دور

(۲) فراوانی کے واقعات

(۳) امن و عافیت اور

(۴) ارزانی

ولید بن عبدالمالک کا دور خلافت اپنی فتوحات کی کثرت، دولت کی فروانی، امن و عافیت کی فراوانی اور ملکی اور تمدنی ترقیوں کے لحاظ سے عہد بنوامیہ کا زریں دور کہلاتا ہے۔

فتوحات

کسی ملک کو طاقت کے ذریعہ فتح کر لینا، انسانیت کی کوئی خدمت نہیں بلکہ آج کل کے نقطہ نظر سے اس کو "سلب آزادی" کا نام دیا جاتا ہے۔ ولید دور کی فتوحات کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے زمانہ میں جو ممالک فتح ہوئے ان کی کایا پلٹ ہوگئی اور وہ ایک دم پستی سے ابھر

کر بلند سطح پر پہنچ گئے۔اس دور کا سب سے بڑا کارنامہ فتح اندلس ہے۔

اسپین (اندلس) کی حالت

یہ ساتویں صدی ہجری کا آخر اور آٹھویں صدی ہجری کے آغاز کا زمانہ تھا، ایک یورپی مورخ کی زبان سے مسلمانوں کے اسپین میں داخلہ سے پہلے وہاں کی پستی، تاریکی کا حال کچھ اس طرح تھا:

ساتویں صدی ہجری کا اختتام اور آٹھویں صدی ہجری کا دور مسلمانوں کے اسپین (اندلس) میں داخلہ کا زمانہ ہے۔ یہ ملک اس وقت ظلمات کے دھندلکوں میں پھنسا ہوا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اس میں تمدنی اور سیاسی مصائب نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔

حکومت

آٹھویں صدی کے آغاز میں سلطنت بظاہر زوروں پر تھی مگر اس کی اصلی اور واقعی کمزوری، اہالیان کلیسا شان وشوکت اور دربار شاہی کے تکلفات میں چھپی ہوئی تھی۔ جن پر مصائب اور زیادتیوں کی چادر چھائی ہوئی تھی۔ خواہشات نفسانی کے غلام بادشاہ اپنے اجداد کی خوبیاں بھلا چکے تھے۔ وہاں ایک کمزور مگر ظالم حکومت کا دور دورہ تھا۔ انہوں نے مہمان نوازی کے اصولوں کو بھلا دیا تھا۔ حقوق، دوستی اور رتبہ کا کوئی لحاظ نہ ہوتا تھا۔ لوگ اپنی خواہشات پوری کرنے میں سن وسال کی پرواہ نہ کرتے تھے۔

دربار شاہی میں عشرت کا دور دورہ

تمام دربار شاہی ایک ہی حمام میں نہاتا نظر آتا تھا۔ عیش ونشاط اور شہوت رانی کا زور تھا۔ مقدس کلیسا کی روایت کا کسی کو خیال نہ آتا تھا۔ حد یہ تھی کہ بیبیوں اور لاتعداد کنیزوں کا رکھنا قانوناً جائز قرار دے دیا گیا تھا۔ نہ ان برائیوں سے گرجاؤں کی قربان گاہیں محفوظ تھیں اور نہ اقبال گناہ کے منبر۔ سب کے سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

مذہبی پیشوا

بادشاہ کو لہو لعب میں ڈوبا دیکھ کر چھوٹے بڑے تمام پادری انہی خرابیوں میں رنگے ہوئے تھے اسقف کے محل میں فساد کے تماشے نظر آتے تھے۔ اور ہر رات شور وشغب کی آوازیں وہاں سے بلند ہوتی تھیں۔ عوام پہلے کب معصوم تھے ان خرابیوں کو دیکھ کر اور بھی خراب

ہوتے چلے جارہے تھے۔ پادریوں، مذہبی مقتدیوں کے گھروں کی شرابیں ضرب المثل تھیں۔ ان کے مکان نہ تھے، بری خانے تھے۔ امراء اور اراکین سلطنت مردہ بدست زندہ بنے ہوئے تھے۔ ان کی خانگی زندگی کو دیکھا جاتا تو کیا پادری اور کیا امراء، عیوب اور گناہوں کے ڈھیر تھے جن سے بدبو آتی تھی۔

مسلمانوں کے داخلے سے قبل وہاں کی یہ حالت تھی مگر مسلمانوں کے داخلے کے بعد دفعتاً حالت بدل گئی۔ ایک مورخ لکھتا ہے:

فاتحین (مسلمانوں) نے پرانے زمانہ کے قوانین کا احترام قائم رکھا فرق صرف اتنا ہوا کہ اس کے دستور العمل اپنے قوانین کے تابع کر دیئے۔ مفتوحین پر وہی قانون قابل نفاذ تھا مگر اس حد تک کہ شریعت اسلام کے خلاف نہ ہو۔ اپنے عدل وانصاف اور مراسم فردانہ سے اس نئی سلطنت نے بہت جلد دلوں میں گھر کرلیا۔ عیسائی اپنے مذہبی تعصبات بھول گئے۔ غلاموں نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس سے ان کا داغ غلامی ہمیشہ کے لیے مٹ گیا اور وہ بادشاہوں کے برابر ہوگئے۔

ان حالات کو بدلنے میں ہمیں ہر جگہ حجاج بن یوسف بھاگتا، دوڑتا اور کوشش کرتا دکھائی دیتا ہے۔ ذمیوں کی حفاظت کا جو وعدہ کیا گیا تھا، اس کا ایفا کیا گیا، ذات، برادری، جائداد اور مذہبی آزادی کا جو عہد کیا گیا تھا وہ بہرحال پورا کیا گیا۔ عوام الناس تو اس سے بہت ہی خوش ہوئے ہاں کچھ لوگ ضرور ناراض تھے اور وہ تھے مذہبی دیوانے، وہ مسلمانوں کو گالیاں دیتے حالانکہ وہ مسلمانوں کی مراعات سے فائدہ اٹھاتے تھے ان کا ہی نمک کھاتے تھے۔

اسپین میں تمدنی تحریفیں، اندرونی نااتفاقیاں، قومی جوش کا نہ ہونا، رعایا کی بے توجہی، ان کا بندۂ زراعت ہونا، یہ حالت تھی گاتھوں کی سلطنت کی کہ جس وقت عرب، ملک میں پہنچے ہیں آپس کی نااتفاقی اور رقابت اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ دو بڑے اندلس کے امیر یعنی کاؤنٹ جولین اور اشبیلیہ کا رئیس۔ عربوں کی فوج کشی میں معاون تھے۔ اس لیے کہ انہوں نے مسلمانوں کا اور خاص طور پر حجاج بن یوسف کا رویہ دیکھا اور اس کے تابع فرمان ہوگئے کیونکہ صرف حجاج بن یوسف نہیں بلکہ باہر سے آنے والے تمام مسلمانوں کا ہسپانیہ والوں سے بھی برادرانہ سلوک تھا جس نے ان کا دل موہ لیا تھا۔

ہسپانیہ میں مسلمانوں نے فتوحات سے فارغ ہونے کے فوراً بعد ترقی شروع کر دی

تھی۔ اور آئندہ ایک صدی کے اندر اندر غیر مزروعہ زمینیں کاشت ہونے لگیں۔ اجاڑ بستیاں آباد ہو گئیں۔ بڑی بڑی عمارتیں بن گئیں اور دوسری اقوام سے تجارتی تعلقات قائم ہو گئے۔ ہسپانیہ پر قبضہ کے فوراً بعد ہی عربوں نے علم و فن کی طرف توجہ کی اور یونانی اور لاطینی کتابوں کے ترجمے کرائے اور دارالعلوم قائم کئے۔ جو ایک مدت تک یورپ میں علم کی روشنی پھیلاتے رہے۔ مسلمانوں نے جن میں حجاج بن یوسف پیش پیش تھا، اندلس کو تہذیب و تمدن کی اس معراج تک پہنچایا جس سے تاریخیں بھری پڑی ہیں۔ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ بنی امیہ ہی نے اسے فتح کیا اور انہی نے اسے درجہ کمال تک پہنچایا:

اس دور کے اور مفتوحہ ممالک کی بھی یہی حالت تھی محمد بن قاسم نے سندھ میں جو نظام قائم کیا تھا اس کے جستہ جستہ حالات چچ نامہ وغیرہ میں درج ہیں جس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ ولید کا دور اور حجاج کی کوششوں نے اسپین کو بام ترقی تک پہنچا دیا تھا۔ اس دور کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ مسلمانوں کی جو قوت امیر معاویہ کے زمانہ سے آپس میں ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو رہی تھی وہ ایک مقصد پر متحد ہو گئی۔ اس سے کم از کم ولید کے زمانہ میں خانہ جنگی کا خاتمہ ہو گیا۔ جس سے ملک کو بہت فائدہ پہنچا۔ اسلامی حکومت کا رقبہ ہندوستان اور ختن سے لے کر فرانس کی حد تک وسیع ہو گیا۔ اور مفتوحہ ملکوں سے جو دولت ہاتھ آئی اس سے ملک کی تمدنی ترقی میں بڑا اضافہ ہوا۔

فوجی نظام

ولید کے دور میں حجاج بن یوسف نے ہسپانیہ کے فوجی نظام میں بڑی وسعت پیدا کی۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ ایک وقت میں کئی کئی محاذوں، ہندوستان، وسط ایشیا اور یورپ میں جنگ چھڑی ہوئی تھی اور سب میں کامیابی ہوئی۔ فوج کی حربی ضروریات کی فراہمی کا اتنا اہتمام تھا کہ سندھ کی فوج کشی میں حجاج بن یوسف نے سوئی دھاگہ تک ساتھ کر دیا تھا، خورد و نوش کے سامان کا اتنا مکمل انتظام تھا کہ روئی، سرکہ میں بھگو کر اور خشک کر کے ساتھ کر دی تھی کہ ضرورت پڑنے پر پانی میں بھگو کر سرکہ تیار کر لیا جائے۔

جہاز سازی کے کارخانے

جہاز سازی کے کارخانے امیر معاویہ ہی کے زمانہ سے قائم ہو گئے تھے۔ ولید کے

زمانہ میں جب بحری قوت میں اضافہ ہوا تو نئے کارخانے کھولے گئے۔ چنانچہ موسیٰ بن نصیر نے تیونس میں ایک کارخانہ قائم کیا جس میں صرف اس زمانہ میں ایک سو جہاز تیار ہوتے تھے۔

رفاہ عامہ

حکومت کے شعبوں کے علاوہ رفاہ عامہ کے اتنے کام ہوئے اور رعایا کی راحت وآسائش کے اتنے سامان مہیا کیے گئے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی بلکہ ولید کے بعض کارنامے اس دور سے بھی بڑھ گئے۔

سڑکوں کی تعمیر

تخت نشینی کے تیسرے سال یعنی ۸۸ھ میں تمام ممالک محروسہ میں حجاج بن یوسف کی سرکردگی میں سڑکیں درست کی گئیں اوران پرمیل کے نشانات نصب کیے گئے۔

نہروں اور کنوؤں کی تعمیر

ولید کے دور میں حجاج کی سرکردگی میں راستوں پر کنویں بنوائے گئے اور نہریں جاری ہوئیں۔

مہمان خانے

اس دور میں مسافروں کی سہولت کے لیے جابجا مہمان خانے قائم ہوئے۔

شفاخانے

ولید کے زمانہ میں اور حجاج بن یوسف کی نگرانی میں حفظان صحت کے ادارے اور شفاخانے بھی کھولے گئے۔

معذوروں کی کفالت

ولید بن عبدالمالک کے زمانہ میں سب سے پہلے اسلامی حکومت میں یہ قابل فخر کام ہوا کہ تمام ممالک محروسہ کے معذور، ناکارہ، اور اپاہج لوگوں کے روزینے مقرر کیے گئے اور انہیں بھیک مانگنے سے روک دیا گیا۔ اندھوں کی رہنمائی اور اپاہجوں کی خدمت کے لیے آدمی مقرر ہوئے۔

یتیموں کی پرورش

یتیموں کی کفالت اور ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام بھی اس دور میں کیا گیا۔

بازار کے نرخ

ولید بن عبدالملک نے اشیاء صرف کے بازار میں نرخ مقرر کرائے۔ یہ رعایا کی ایک بہت اہم خدمت تھی۔ ولید نے یہ کام حجاج بن یوسف کے مشورے سے کیا۔ تا کہ لوگوں کو اشیا کے نرخ معلوم ہوں اور دوکاندار کوئی گڑ بڑ نہ کر سکیں۔

روزے داروں کا کھانا

اس زمانہ میں حجاج بن یوسف کے مشورے سے خلیفہ نے ماہ رمضان کے دوران تمام مسجدوں میں روزہ داروں کے لیے کھانے کا انتظام کیا۔

تعلیمی خدمات

ولید کے دور میں مسلمانوں کی تعلیم اور تعلم کا مرکز مذہب ہی تھا اور اس کی بنیاد کلام الٰہی پر تھی اس لیے یہ انتظام بھی حکومت کی طرف سے کیا گیا۔ قرآن کی تعلیم کی طرف ولید نے بہت توجہ دی۔ وہ خود لوگوں کو قرآن پڑھنے کی ترغیب دیتا تھا۔ اور غفلت برتنے والوں کو سزا تک دیتا تھا۔

حجاج بن یوسف نے اہل عجم کی تعلیمی سہولت کے لیے کلام اللہ پر نقطے اور اعراب لگوائے اور تعلیم کے لیے علماء فقہا کے وظیفے مقرر کیے۔

تعمیرات

ولید کے دور خلافت میں حجاج کی توجہ سے تعمیرات کا کام بھی زور شور سے ہوا۔ خلیفہ ولید خود تعمیرات سے دلچسپی رکھتا تھا۔ اس نے بہت سی بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں۔ ... لوگوں کی عام دلچسپی اور گفتگو میں تعمیرات کا ذکر ضرور ہوتا تھا۔

مسجد نبوی کی تعمیر

یوں تو ولید نے حجاج کے مشورے سے بے شمار عمارات تعمیر کرائیں۔ لیکن اس کا سب سے بڑا تعمیری کام "مسجد نبوی" اور "جامعہ دمشق" کی تعمیر ہے۔ ان دونوں عمارات کو اس

نے خوب آراستہ پیراستہ کرایا اور اس پر دل کھول کر رقم خرچ کی۔

۸۸ھ میں ولید نے عمر بن عبدالعزیز جو اس وقت مدینہ کے گورنر نے خط بھیجا اور تحریر کیا کہ:

مسجد نبوی کی پرانی عمارت کو گرا کر از سرنو تعمیر کیا جائے اور مسجد سے متصل امہات المومنین کے جو حجرے اور دوسرے مکانات ہیں انھیں خرید کر مسجد کی عمارت میں شامل کر لیا جائے۔ جو لوگ مکان بیچنے میں تامل کریں، ان سے زبردستی لے کر ان کی قیمت ادا کر دی جائے اور جو قیمت نہ لے اس کی قیمت خیرات کر دی جائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس حکم کی پوری پوری تعمیل کی۔ طبری کا بیان ہے کہ اس کار خیر میں کسی کو تامل نہیں ہوا۔ سب نے قیمت لے کر مکانات دے دیئے۔

مسجد نبوی کی تعمیر کے ارادہ کے ساتھ ہی ولید نے قیصر روم کو لکھا۔

''ہم اپنے نبی کریم ﷺ کی مسجد بنوانا چاہتے ہیں تم سے جو سامان ہو سکے وہ بھیجو''

اس خط کے جواب میں قیصر روم نے ایک لاکھ مثقال سونا، چالیس گٹھے منبت کاری کا سامان اور بہت سے کاریگر بھیجے۔ اس کے علاوہ مدائن سے نقش ونگاری کا سامان، تعمیر کا سامان مہیا ہونے کے بعد عمر بن عبدالعزیز نے قاسم بن محمد بن ابی بکر، سالم بن عبداللہ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، عبیدہ بن عبداللہ، خارجہ بن یزید اور عبداللہ بن عبداللہ بن عمرو وغیرہ علمائے مدینہ کی موجودگی میں پرانی عمارت گرا کر ان بزرگوں کے ہاتھوں سے نئی عمارت کی داغ بیل ڈلوائی اور بڑے اہتمام اور ذوق وشوق سے تعمیر کا کام شروع کیا۔ ایک ایک جھاڑ کے نقش پر کاری گر کو مزدوری کے علاوہ ۳۰ درہم انعام دیتے تھے۔ صرف قبلہ رخ کی دیوار اور اس کے طلائی کام پر پینتالیس ہزار اشرفی صرف آیا تھا۔ اس سے پوری عمارت کے مصارف کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

پوری عمارت پتھر کی تھی۔ تمام در و دیوار اور چھت پر طلائی کام اور اعلیٰ درجہ کی مینا کاری تھی۔ مسجد کے لیے ایک فوارہ بھی تعمیر کیا گیا تھا۔ تین سال میں عمارت بن کر تیار ہوئی۔ ۹۱ھ میں ولید بن عبدالملک خود اس کے ملاحظہ کو مدینہ گیا اور عمارت دیکھ کر خوشنودی کا اظہار کیا۔ اور بہت پسند کیا۔ اس کی نگرانی کے لیے خدام مقرر کیے اور اہل مسجد کو اس کا پانی استعمال کرنے کا حکم دیا اور اس تعمیر کی خوشی میں اہل مدینہ کو نقد روپیہ اور طلائی اور نقرئی عطا کیے گئے۔

جامع مسجد دمشق

دوسری اہم جامع اموی یا جامع مسجد دمشق ہے۔ اس کی تعمیر نہ صرف ولید کا بلکہ اس دور کا عظیم الشان تعمیری کارنامہ ہے۔ اس کی تعمیر میں بے دریغ دولت صرف ہوئی۔ مورخین کا بیان ہے کہ ملک شام کا پورا سات برس کا خراج صرف ہوا۔ نقد کے حساب سے یہ چھپن لاکھ اشرفی اس کا اندازہ ہے۔

اس کی تعمیر کے لیے ہندوستان، فارس، مغرب اور روم وغیرہ مختلف ممالک سے کاریگر اور تعمیر کا سامان منگایا گیا تھا صرف جزیرہ قبرص سے اٹھارہ جہازوں میں سونا اور چاندی آئی تھی۔ قیصر روم نے سنت کاری کا سامان بھیجا تھا۔

سنگ مرمر اور سنگ سماق وغیرہ جن جن مقامات کا مشہور تھا وہاں سے منگایا تھا۔ یہ سامان اتنا قیمتی تھا کہ پتھر کے بعض بعض ستونوں کی قیمت کئی سو اشرفی تھی۔

بارہ ہزار مزدور کام کرتے تھے اور پورے آٹھ نو سال میں بن کر تیار ہوئی۔ یہ اتنی وسیع تھی کہ ایک وقت میں بیس ہزار آدمی سما سکتے تھے۔ پوری عمارت سنگ مرمر کی تھی۔ جس تے مختلف رنگوں کی سنت کاری تھی۔ نقش ونگار اور طغرے، صنعتی نزاکت ونفاست کا بہترین نمونہ تھے۔ محرابوں میں تناسب کے ساتھ بیش قیمت جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ چھت منقش ساج کی تھی۔ اوپر سے سیسے کی چادر چھپی ہوئی تھی۔

خارجی تزئین اور آرائش کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ صرف چھ سو قندیلیں سونے کی زنجیروں میں آویزاں تھیں۔

غرض یہ عمارت عظمت وشان اور آرائش وزیبائش ہر لحاظ سے اس دور کے عجائبات میں تھی اور دنیا کی بڑی عمارتوں میں اس کا پانچواں نمبر تھا۔

دور دور سے لوگ اسے دیکھنے کے لیے آتے تھے۔ اور حیران رہ جاتے تھے۔ یہ مسجد سر سے پاؤں تک سونے، چاندی اور جواہرات میں لپٹی ہوئی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے زمانہ میں اسے صرف بے جا سمجھ کر کل بیش قیمت سامان نکلوا کر بیت المال میں داخل کرنے کا ارادہ کیا۔ اتفاق سے اس زمانہ میں روم کے قاصد آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے جامعہ دمشق کو دیکھ کر کہا۔

"ہم لوگ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کا عروج چند روزہ ہے لیکن اس عمارت کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ مسلمان ایک زندہ قوم ہے۔"

یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ مورخین اور جغرافیہ نویسوں نے اس مسجد کے عجائب اور نوادر کی بڑی تفصیل لکھی ہے۔

دوسری مسجدیں

ان دونوں مسجدوں کے علاوہ ولید بن عبدالمالک نے مکہ، مدینہ اور بیت المقدس وغیرہ مقامات کی پرانی مسجدوں کی توسیع کروائی اور کئی مسجدیں تعمیر کرائیں۔ اس زمانہ میں قرہ بن شریک نائب السلطنت مصر نے جامعہ مصر تعمیر کرائی اور اسے آراستہ و پیراستہ کیا۔ اس واقعہ کی تفصیلات ابن سعد میں درج ہیں۔

روضہ نبوی کی مرمت

اس وقت روضہ مبارک کی کوئی بڑی عمارت نہ تھی، مزار مبارک صرف چہار دیواری سے گھرا ہوا تھا۔ ولید کے زمانہ میں دیواریں شکستہ ہو چکی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے چاروں طرف دہری دیواریں تعمیر کرا دیں کہ اگر ایک کو صدمہ پہنچے تو دوسری پردہ قائم رہے۔

ایک ناگوار واقعہ

الغرض ولید کا دور ہر اعتبار سے نہایت کامیاب تھا۔ البتہ حجاج کی فطری ستم شعاری کی وجہ سے مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیر کی شہادت کا ناگوار واقعہ پیش آیا۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے:

"ابن اشعث کی بغاوت میں جو عبدالمالک کے زمانہ میں حجاج کے خلاف ہوئی تھی، بعض دوسرے اکابر کی طرح حضرت ابن جبیر نے بھی ابن اشعث کا ساتھ دیا تھا۔ بغاوت فرو ہونے کے بعد اور بزرگوں کے ساتھ وہ بھی گرفتار ہوئے، ان میں جن لوگوں نے معذرت کی، انہیں حجاج نے چھوڑ دیا لیکن ابن جبیر کی حق گوئی اور مدافعت نے اس کی اجازت نہ دی چنانچہ گرفتاری کے بعد بھی نہوں نے نہایت جرأت اور بیباکی سے گفتگو کی۔ اس

کا نتیجہ یہ ہوا کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے ۹۴ھ میں انہیں شہید کرادیا۔ اگر حضرت سعید بن جبیر بھی امام شعبی کی طرح مصلحت وقت کا لحاظ کر کے خاموش رہتے تو ممکن تھا کہ وہ انہیں بھی رہا کر دیتا۔ لیکن آپ کی جرأت اور حق گوئی کے بعد "حجاج" جیسے ناقدر شناس سے عفو ودرگزر کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ اگر چہ اس واقعہ کو براہ راست ولید سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن چونکہ اسی کے دور میں پیش آیا اس لیے اس کا دامن بھی اس ذمہ داری سے بری نہیں۔"

خلیفہ کی زندگی

خلفائے بنوامیہ کے متعلق عام طور سے یہ غلط شہرت ہے کہ وہ مذہب کی جانب کم توجہ دیتے تھے۔ حجاج بن یوسف کے آقا اموی خلیفہ ولید بن عبدالمالک کا بھی مذہب کی طرف کم ہی رجحان تھا۔ یہ بھی درست ہے کہ اس کی پرائیویٹ زندگی بھی مذہبی تھی اور وہ دن میں ایک قرآن ختم کرتا تھا۔ شنبہ اور پنج شنبہ کو روزہ رکھتا تھا۔ رمضان میں روزہ داروں کے لیے کھانا بھجواتا تھا۔ غریبوں میں روپے تقسیم کراتا تھا۔ اس نے اپنے دور حکومت میں دو مرتبہ حج بھی کیا تھا۔ ولید دوسرے اموی خلیفاؤں کے برعکس اپنے بھائیوں کے ساتھ مشفقانہ سلوک کرتا تھا۔ وہ بھائیوں سے محبت کرتا اور ان کے حقوق کا لحاظ رکھتا تھا۔ اس سے کچھ غلطیاں بھی ہوئیں اس لیے کہ وہ انسان تھا فرشتہ نہ تھا۔ ان باتوں کے باوجود اس نے ایک مرتبہ سلیمان (بھائی) کے بجائے اپنے لڑکے کو ولی عہد بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ بعض امراء نے اس کی تائید اور بعض نے مخالفت کی تھی اور سمجھانے بجھانے سے اس خیال اور ارادے سے باز بھی آ گیا تھا لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود وہ بڑا سخت گیر تھا۔

اس کی سخت گیری کی وجہ اس کے مصاحب خاص یعنی حجاج بن یوسف کی ہمہ وقت کی صحبت اور مشورے تھے۔ ولید جس قدر نرم دل تھا، حجاج اتنا ہی سخت گیر تھا اور اس کی سخت گیری کی وجہ سے ہزاروں بے گناہ قید و بند میں مبتلا رہے تھے۔

ان تمام کمزوریوں کے باوجود ولید کا یہ کارنامہ کبھی نہیں بھلایا جاسکتا کہ اس

مدینہ اور بیت المقدس وغیرہ میں مقدس مقامات کی پرانی مسجدوں کی توسیع کرائی، نئی مسجدیں تعمیر کرائیں اور تمام نیک کاموں میں حجاج بن یوسف ثقفی کا مشورہ اور کوشش اس کے شامل حال رہی۔

خلیفہ سلیمان بن عبدالما لک

ولید کی تدفین کے ساتھ ہی سلیمان بن عبدالما لک ہی خلیفہ بنا اور چونکہ حجاج نے کئی مرتبہ سلیمان کو اپنی زندگی میں ضعف پہنچا چکا تھا اور اب بھی عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بننے کا مشورہ بھی حجاج بن یوسف نے خلیفہ ولید بن عبدالما لک کو دیا تھا اس لئے وہ حجاج بن یوسف کا دشمن بن چکا تھا مگر ولید کی موجودگی میں اس کے خلاف کوئی اقدام نہ اٹھا سکا اور تخت نشین ہوتے ہی اس نے سب سے پہلے حجاج بن یوسف کے مقرر کردہ گورنروں اور افسروں کو یا تو معزول کر دیا یا پھر قتل کروا کر اپنی راہ کے کانٹے ہٹا لئے۔

مشرقی صوبوں کا نیا حاکم

سلیمان بن عبدالما لک نے حجاج کی جگہ یزید بن مہلب کو عراق اور مشرقی صوبوں کا گورنر مقرر کیا اور وہاں کا حاکم اعلیٰ بنایا جو کہ حجاج بن یوسف کا بہت بڑا دشمن تھا اور موقع کی تلاش میں تھا کہ حجاج بن یوسف کے خاندان سے اس کا بدلہ لے اور اب موقع ملتے ہی اس نے محکمہ خراج کا حاکم صالح بن عبدالرحمٰن کو بنا دیا جو کہ خارجی تھا اور حجاج بن یوسف کے خاندان کا سب سے بڑا دشمن مانا جاتا تھا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ حجاج بن یوسف نے اس کے بھائی آدم کو قتل کروایا تھا۔

نیا سلسلہ قتل

یزید بن مہلب اور صالح بن عبدالرحمٰن دونوں نے باہم مل کر سلیمان بن عبدالما لک کے حکم پر حجاج بن یوسف کے ایک ایک فرد کو قید کر دیا اور انہیں قید خانوں میں سخت اذیتیں دینے کے بعد ہلاک کر دیا۔

محمد بن قاسم کی گرفتاری اور قتل

اس سلسلہ میں سلیمان بن عبدالما لک نے محمد بن قاسم کو مجرم قرار دے دیا اور اسے

سندھ کی حکومت سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ یزید بن قبشہ کو سندھ کا حاکم مقرر کیا۔

یزید بن قبشہ کے ساتھ یزید بن مہلب نے اپنے بھائی معاویہ بن مہلب کو بھیجا تا کہ وہ محمد بن قاسم کو بیڑیاں پہنا کر اسے عراق میں لے آئے۔ اس نے وہاں جا کر نہ صرف اسے زنجیریں پہنائیں بلکہ ٹاٹ کے کپڑے بھی پہنا دیئے اور اسے انتہائی برے طریقے سے ہانکتے ہوئے لے گئے۔

محمد بن قاسم جب عراق کے وسط میں یزید بن مہلب کے پاس پہنچا تو اس نے محمد بن قاسم کو کئی تھپڑ رسید کر دیئے اور پھر صالح بن عبدالرحمٰن کو حکم دیا کہ اس کو واسط کے زندان خانہ میں اس کے خاندان کے دوسرے لوگوں کے ساتھ قید کر دو۔

واسط کے زندان خانہ میں محمد بن قاسم کو دن رات اذیتیں دی گئیں جن کو اس نے نہایت صبر، بہادری اور دلیری سے برداشت کیا لیکن صالح نے اس پر بھی بس نہیں کیا بلکہ اپنے بھائی آدم کے قتل کا بدلہ لینے کیلئے محمد بن قاسم کو آل عقیل کے حوالے کر دیا جنہوں نے محمد بن قاسم کو شدید ترین اذیتیں دیں جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا اور بائیس سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔

سندھ میں ماتم

سندھ میں جب محمد بن قاسم کی موت کی خبر پہنچی تو کہرام مچ گیا اور گھر گھر صف ماتم بچھ گیا اور بالآخر انہوں نے اس کا ایک یادگاری مجسمہ بنا کر شہر میں نصب کروا دیا۔

ہر کمال را زوال

کسی قوم پر زوال آتا ہے تو اس سے پہلے اس قوم میں کچھ ایسی باتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو اس کے زوال کا باعث بنتی ہیں۔ بنوامیہ کو بہت پہلے زوال پذیر ہو جانا چاہیے تھا لیکن یہ خاندان اپنی بعض سخت گیریوں کی وجہ سے تقریباً ایک صدی تک حاکم رہا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ قوموں کے زوال میں بعض باتیں یا وجوہات ایسی ہوتی ہیں جو اس قوم کی تباہی کا سبب بن جاتی ہیں۔ بنوامیہ کو بہت پہلے زوال پذیر ہو جانا چاہیے تھا کیونکہ اس خاندان میں آغاز ہی سے عیش پرستی کا دور دورہ تھا۔ تاریخ کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ عیاش قسم کی قومیں زیادہ دن زندہ نہیں رہتیں۔ بنوامیہ کی اسلامی حکومت کی بنیاد اگرچہ تقویٰ اور انصاف پر رکھی گئی تھی لیکن خلفائے بنوامیہ نے اپنے قیام کے آغاز ہی سے اپنے مقصد سے منہ پھیر لیا تھا اور بنوامیہ کے سربراہ حکومتی نظم و انتظام کے بجائے راہ حق سے بھٹک کر بادہ و جام کے چکر میں پڑ گئے تھے۔

بنوامیہ کے خلفاء نے انصاف کا دامن چھوڑ کے خود کو غلط راستوں پر روز اول ہی سے لگا لیا تھا۔ بجائے صوم و صلات کی پابندی کے انہوں نے اپنے آغاز ہی سے شیطانی کاموں میں خود کو مبتلا کر لیا اور حق و انصاف سے منہ پھیر کر عیش و عشرت میں پڑ گئے۔

ان خلفاء نے شریف خواتین کی بجائے بازاری قسم کی عورتوں کو حرم میں ڈالنا شروع کر دیا اور عیش و عشرت کا بازار گرم کر دیا۔ ان کا ڈھنگ بگڑا تو ان کی اولاد بھی جوان ہو کر ان کے ہی راستے پر چل نکلی۔ پس اگر اس خاندان کے شہزادوں اور خلفاء پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ بنوامیہ کا پہلا مسلمان خلیفہ یزید سوم ایک لونڈی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ خلافت کوئی ایسی چیز نہیں جو وراثت میں دی جائے یا حاصل ہو سکے پس ضروری تھا کہ خلفائے بنوامیہ کا انتخاب بھی عوام میں سے کیا جاتا مگر اموی خلفاء نے

اس رسم کو توڑ پھوڑ کے رکھ دیا اور خلافت کے حصول کے لیے بھی جنگیں شروع ہو گئیں۔ بنوامیہ کے خلیفہ مروان نے اپنے بیٹے عبدالمالک کو خلیفہ بنانا چاہا اور اس کے آئندہ خلیفہ کے لیے اپنے بیٹے کا نام پیش کیا۔

پھر یہ ایک چلن بن گیا کہ جو خلیفہ بنتا اس کی شروع ہی سے کوشش ہوتی کہ وہ اپنے بیٹے یا بھائی کو اپنا خلیفہ نامزد کردے۔ اس طرح خلفاء کی اس روش سے طرح طرح کے جھگڑے شروع ہو گئے اور خلافت کا مسئلہ بنوامیہ میں ایک زبردست اختلاف کا سبب بن گیا۔

اسلامی نقطہ نظر

اسلامی نقطہ نظر میں خلافت کوئی ایسی چیز نہ تھی جو وراثت میں ملتی۔ آزاد حکومتوں کی طرح خلفائے اسلام کا انتخاب عوام میں سے ہونا چاہیے تھا لیکن اس خاندان نے اسے وراثت سمجھ کر حکومت جاری رکھی۔ لوگ اس جدی حکومت کو ہرگز پسند نہ کرتے تھے۔ موروثی خلفاء سے تنگ آ گئے تھے۔ علاوہ ازیں وراثت خلافت کے مسئلہ پر بنوامیہ میں خانہ جنگی شروع ہو گئی کیونکہ مروان نے اپنے بیٹے عبدالمالک کو اپنا خلیفہ بنانا چاہا اور اس کے بعد اپنے بیٹے عبدالعزیز کا نام تجویز کیا۔

عبدالمالک نے جب عنان حکومت سنبھالی تو اس کی نیت میں فتور آ گیا۔ اس نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو عہدۂ خلافت سے محروم کر کے اپنے بیٹے سلیمان کو خلیفہ بنانے کی کوشش کی اور یہی مسئلہ ان کے درمیان زبردست اختلاف کا باعث بنا۔